KITAB JAHAN

CamScanner

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

شعاع

واٹس ایپ 03172266944

بانی	محمود ریاض
مدیرِ اعلیٰ	امتہ ریاض
مدیرہ	رضیہ جمیل
مدیرِ مسئول	امت الصبور
پبلشنگ ڈائریکٹر	شاہین رشید
قانونی مشیر	[illegible]

مکمل ناول

شہرِ شامِ ہجر	فرح بخاری	174
ماء الملوک	نگہت سیما	118
دستورِ وفا	مریم عزیز	148
پھول زلفوں میں	[illegible]	78

ناولٹ

چوتھی بہو	راشدہ رفعت	56

افسانے

مالِ غنیمت	[illegible]	50
وقتی فائدہ	نمی آصف	76
معتبر	صائمہ نور	113
چند لقموں کی خاطر	[illegible]	144

پہلی شعاع	مدیرہ	6
حمد	محمد اعظم چشتی	7
نعت	ادا جعفری	7
نبی ﷺ کی باتیں	ادارہ	8

انٹرویو

سائرہ یوسف سے ملاقات	شاہین رشید	19
دستک	شاہین رشید	17
جب تجھ سے ناتا	ف۔م۔بٹ	13

ناول

والعصر	امت العزیز شہزاد	30

انتباہ: ماہنامہ شعاع و ادارہ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر [illegible]

KITAB JAHAN

مریم عزیز

دستورِ وفا

NOVELS LAND

گیٹ کھول کر انہوں نے طائرانہ نظر صحن میں ڈالی اور دھیرے دھیرے قدم لاؤنج کی طرف بڑھائے۔ دروازہ کھلتے ہی گہری خاموشی نے ان کا استقبال کیا تھا جو انہیں کسی تماشے کا پیش خیمہ لگی کیونکہ عام حالات میں یہاں ہلچل بھی رہتی تھی۔ انہوں نے بے اختیار گہرا سانس لے کر دروازہ بند کیا اور اسی خاموشی کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔

اندر داخل ہوتے ہی ان کی پہلی نظر صوفے پر سکڑی سمٹی اناہیہ پر پڑی اس کا سرخ چہرہ اور سوجی آنکھیں دیکھ کر ان کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر لا کر انہیں دیکھا۔

"کھانا لاؤں آپ کے لیے؟" انہوں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جو مسکرا کر اپنی تکلیف چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کچھ ہوا ہے؟" ان کے سوال پر نہ صرف اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی بلکہ اس نے آنکھیں جھکا کر چہرہ بھی موڑ دیا۔ وہ کتنی ہی دیر خاموش رہی جیسے لفظوں کو ترتیب دے رہی ہو اور جب وہ بولی تو بہت کوشش کے باوجود بھی اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"میں کالج سے آئی بھوک لگی تھی میں نیچے کھانا گرم کرنے گئی تھی، مجھے معلوم نہیں تھا کوئی خاص مہمان آئے ہیں ورنہ میں کبھی نیچے نہ جاتی۔ میں واپس اوپر آ رہی تھی انہوں نے دیکھ کر مجھے اندر بلایا، میں اگر اندر نہ جاتی تو آپ کو لگتا میں نے ان کے مہمانوں سے بدتمیزی کی ہے میں صرف دو منٹ وہاں رکی تھی اور پھر واپس آ گئی تھی پھر کیا ہوا؟"

کہہ کر اس نے ہونٹ بھینچ کر ضبط کرنا چاہا لیکن آنسو اس کے گالوں پر بہنے لگے تھے۔ انہوں نے اس کے آنسو صاف کرنے کے لیے ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن اس کے چہرے پر انگلیوں کے نشان دیکھ کر ان کا ہاتھ وہی رک گیا۔ اپنی بے بسی نے انہیں نظر چرانے پر مجبور کر دیا تھا۔ تب ہی دروازہ جھٹکے سے کھلا تھا اور عدا اندر داخل ہوئی۔

"آپ کو امی پاپا نیچے بلا رہے ہیں۔" بے مروت انداز میں انہیں مخاطب کرنے کے بعد اس نے ایک خونخوار نظر اناہیہ پر ڈالی اور اسی جھٹکے سے دروزاہ بند کر کے چلی گئی۔

سعید صاحب نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا جواب بھی رو رہی تھی۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا وہ اس کے علاوہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی انہیں دونوں کے بگڑے موڈ کا اندازہ ہو گیا تھا اب وہ ان کے سامنے بیٹھے ان کے بولنے کے منتظر تھے۔ فوزیہ کچھ دیر تو خاموش بیٹھے شوہر کے بولنے کا انتظار کرتی رہیں لیکن جب خاموشی طویل ہو گئی تو انہوں نے ٹہوکا دے کر انہیں بولنے کا سگنل دیا۔

پہلے انہوں نے بڑبڑا کر بیوی کو اور پھر گلا کھنکھار کر باپ کو دیکھا۔

"کیا جی! ابھی تک جیسا آپ نے چاہا ویسے ہی ہو رہا ہے لیکن میں مزید اناہیہ کی وجہ سے اپنے گھر کا ماحول خراب نہیں کر سکتا۔" سعید صاحب نے کچھ حیرت سے اپنے صاحبزادے کا سوچا ہوا منہ دیکھا۔

"ایسا کیا کر دیا اناہیہ نے جس سے تمہارے گھر

مکمل ناول

CamScanner

کا ماحول خراب ہو رہا ہے۔" انہیں غصہ تو بہت آیا تھا پر بولتے وقت ان کا انداز سوالیہ تھا۔

"میں بتاتی ہوں۔" شوہر کو الفاظ ترتیب دیتے دیکھ کر فوزیہ خود میدان میں اتر آئی تھیں۔ "آج شام کو دیکھنے کچھ لوگوں کو آنا تھا اور اسے پتا تھا لیکن میرے منع کرنے کے باوجود وہ صرف سامنے آئی بلکہ اپنی ادائیں دکھانے کے لیے کچن میں بھی رہی اور اب یہ حسرت ہے کہ یہ کسی سے ہوا، آج تک پہلے بھی کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ اسے کہیں اگر اپنی جوانی سنبھالی نہیں جا رہی تو مجھے بتائے اس کا علاج بھی ہے میرے پاس۔"

"بیگم!" سعید صاحب کا چہرہ اشتعال کے مارے سرخ ہو گیا تھا۔ سعید صاحب کی غصیلی بارعب آواز پر شکیل نے شکی انداز میں بیوی کو دیکھا لیکن وہ ہونٹ بھینچ کر سر جھکائے بیٹھی رہیں۔

"بدگمانی کی بھی ایک حد ہوتی ہے بیگم! لیکن تم تو ہر حد پار کرنے پر تلی ہوئی ہو۔ وہ بے ضرر سی بچی ہے جو سارا وقت تو تمہارے ڈر سے ایک کمرے میں بند رہتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تمہیں اس یتیم مسکین بچی سے بیر کس بات کا ہے؟"

سعید صاحب کی بات پر وہ ایسے بھڑکیں جیسے کسی نے ان کی دم پر پاؤں رکھ دیا۔

"بے ضرر، یتیم مسکین" انہوں نے چبا چبا کر وہ الفاظ استعمال کیے۔ "اس بے ضرر لڑکی کی وجہ سے میری دونوں بیٹیاں گھر بیٹھی ہیں اس بے ضرر لڑکی کی وجہ سے میرا بھائی میرے خلاف ہو گیا ہے اور وہ یتیم مسکین آپ کو بے ضرر لگتی ہے۔" ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جا کر اس کی گردن مروڑ دیں۔

"بیگم کوئی کسی کا نصیب نہیں چھین سکتا اپنی اولاد کے نصیب کو اس بچی کی غلطی میں شامل نہ کرو۔"

"بات کیا ہے ابا جی! آپ کو ہمیشہ اپنوں سے زیادہ غیروں کی پروا رہی ہے۔ پہلے اس لڑکی کی ماں آپ کو اپنے بیٹے سے زیادہ عزیز رہی اور اب یہ لڑکی آپ کو اپنی پوتیوں سے زیادہ پیاری ہے۔"

بیوی کے الزام پر انہوں نے بیٹے کا چہرہ دیکھا۔ اس کا چہرہ بیوی کے کہے لفظوں کی تائید کر رہا تھا۔

"تمہیں ہمیشہ ہی غلط فہمی رہی ہے بیگم! اور یہی تم شکیل کے دل میں ڈالتی ہو۔ وہ بچی میری ذمہ داری ہے میں اس کا سرپرست ہوں اسے یوں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتا۔ جس دن اس کے اپنے مل گئے وہ چلی جائے گی۔"

بیٹے کے جواب میں انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"اور یہ فوزیہ جو وہ بے شک مجھے بہت عزیز ہو میری بھتیجی بیاہی جا چکی ہے۔ اس کے وارث تم لوگ ہی ہو۔ وہ بس ذمہ داری ہے جس سے میں مکر نہیں سکتا۔ دو روٹیاں تو لوگ گھر میں کام کرنے والی ملازمہ کو بھی خوشی خوشی دے دیتے ہیں، تمہیں وہ اس سے بھی گئی گزری لگتی ہے۔" ان کے کہنے پر دونوں میاں بیوی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "ابا جی! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ فوزیہ کا وہ مطلب نہیں تھا۔ آپ دو روٹیوں کی بات کر رہے ہیں وہ تو سارا گھر اس کے حوالے کرنا چاہتی ہے۔ اسے اپنے بھائی کے گھر کی رانی بنانا چاہتی ہے لیکن آپ ہی نہیں مانتے۔" اب کے شکیل صاحب نے نرمی سے باپ سے کہا۔

سعید صاحب بے ساختہ گہرا سانس لے کر کھڑے ہو گئے۔

"وہ فیصلہ میرے اختیار میں نہیں۔" پہلے کی بہت دفعہ دہرائی ہوئی بات دوبارہ کہہ کر وہ باہر نکل گئے۔ پیچھے فوزیہ نے دوبارہ بولنا شروع کر دیا تھا۔

☆☆☆

ان کی آنکھ اذان تک کھلی تھی، کانوں میں اذان کی آواز پڑتے ہی وہ کچھ حیران ہو کر اٹھ بیٹھے۔ کچھ دیر وہ یونہی سوچوں میں سر جھکائے بیٹھے رہے لیکن پھر نماز کا خیال آتے ہی کھڑے ہو گئے۔ وضو کر کے جب وہ باہر آئے تو باہر مکمل خاموشی اور اندھیرا تھا۔ انہوں نے ایک نظر انابیہ کے بند کمرے پر ڈالی اور پھر گہرا سانس لے کر نیچے اتر گئے۔

نماز پڑھ کر جب وہ واپس آئے تب بھی دروازہ

رہا تھا۔ ان کے قدم بے ساختہ اس کے کمرے کی طرف بڑھے۔ دو بار دستک دینے کے بعد وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئے تھے۔ دروازہ کھلنے پر اس نے چونک کر سامنے دیکھا اور انہیں دیکھ کر وہ باادب کھڑی ہو گئی۔

"آج تم مجھے نماز کے لیے اٹھانے نہیں آئیں اور دروازہ بھی بند تھا۔ میں سمجھا تم اٹھی نہیں۔" انہوں نے بغور اس کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھیں۔

"آج تھوڑی دیر ہو گئی تھی میں آپ کو اٹھانے آئی لیکن آپ مسجد جا چکے تھے۔"

"ہوں۔" انہوں نے ہنکارا بھر کر ٹیبل کی طرف دیکھا کل رات کھانے کی ٹرے جیسے وہ رکھ کر گئے تھے ویسے ہی پڑی تھی۔

"تم نے کھانا نہیں کھایا؟" انہوں نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"مجھے بھوک نہیں تھی۔"

"یہاں بیٹھو۔" کمرے میں بیٹھنے کا کہہ کر وہ خود اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔ "بیٹا ایسا کتنی بار ہو چکا ہے فوزیہ کی عادت ہے بغیر سوچے سمجھے کچھ بھی بول دیتی ہے تو کیا ہر بار تم یونہی خود کو تکلیف دو گی۔" ان کے کہنے پر لب سے ضبط کیے اس کے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"میں تھک گئی ہوں بابا! میری سمجھ میں نہیں آتا تائی کو مجھ سے اتنی نفرت کیوں ہے۔ میں تو ہر ممکن کوشش کرتی ہوں ان کو خوش رکھنے کی لیکن پھر بھی۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر آنسو بہانے لگی۔

"اس عورت کی فطرت ہی ایسی ہے وہ کبھی کسی سے خوش نہیں ہو سکتی۔" فوزیہ کی باتیں یاد آتے ہی وہ تلخی سے بولے۔

"تم کیوں اس کی باتیں دل سے لگاتی ہو ایک کان سے سنو دوسرے سے نکال دو۔ تم نے کون سا یہاں رہنا ہے جو دل برا کرتی ہو۔ آج نہیں تو کل تم اپنے گھر چلی جاؤ گی جہاں تم راج کرو گی۔"

ان کے کہنے پر اس نے جھکی نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نظر آتے شکوے کو محسوس کر کے وہ بے ساختہ نظریں چرا گئے۔

"کتنے سالوں سے آپ یہی کہہ کر مجھے بہلا رہے ہیں۔ تب بھی جب بی بی جان چلی گئی تھیں اب میں بیس کی ہو گئی ہوں۔ حالات نے مجھے عمر سے زیادہ سمجھا دیا ہے آٹھ سال کم عرصہ نہیں ہوتا انتظار کے لیے۔"

"امید پہ دنیا قائم ہے ہم ڈھونڈ رہے ہیں نا انہیں ان شاء اللہ جلد مل جائیں گے۔"

ان کے پر امید انداز پہ وہ تلخی سے مسکرائی۔

"ڈھونڈا انہیں جاتا ہے بابا! جو کھو جاتے ہیں لیکن جو خود چھپ جائیں جانتے بوجھتے ہوئے ان کو ڈھونڈا نہیں جا سکتا۔ اب تک آپ کو سمجھ جانا چاہیے ان لوگوں کو میری کوئی پروا نہیں۔ ان کے لیے میرا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے۔ میں تو ایک وعدے ایک قسم کے حصار میں قید ہوں۔ لیکن دوسری طرف انکی کوئی مجبوری نہیں۔ میں خود کو خلا میں معلق محسوس کرتی ہوں۔ بابا! نہ زمین میری ہے نہ آسمان میرا ہے۔ ٹھکرائے جانے کی ذلت میرے نصیب میں لکھ دی گئی ہے اور اس سے کسی صورت رہائی ممکن نہیں۔" اب کے وہ دوبارہ رو پڑی۔

سعید صاحب کا دل بری طرح کٹ رہا تھا وہ اس کی تکلیف سمجھ سکتے تھے اب تو انہیں خود بھی اسے تسلی دیتے ہوئے اپنے لہجے کے کھوکھلے پن کا اندازہ تھا لیکن وہ بھی کیا کرتے وہ اس سے اس امید کا آسرا بھی چھین لیتے تو وہ جیتے جی مر جاتی۔

"میری بچی مایوس نہیں ہوتے اللہ پہ بھروسا رکھو وہ سب اچھا ہی کرے گا۔" وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولے اور اس کے سر اٹھانے سے پہلے تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

☆☆☆

"ارے بھیا! پورا ماہ ہو گیا تمہاری راہ دیکھتے اب آئے ہو۔" فوزیہ نے پیار بھری ناراضگی سے اپنے بھائی کو دیکھا۔ جن کی متلاشی نظریں کسی کو تلاش

کر رہی تھیں۔ فوزیہ نے دیکھ کر برا سا منہ بنایا۔
"ابھی بھی جو ایک ماہ بعد آنے کی زحمت کی ہے جانتی ہوں کس کی وجہ سے آئے ہو۔"
"جب جانتی ہیں تو پوچھ کیوں رہی ہیں۔" وہ بھی شرمندہ ہونے کے بجائے اطمینان سے بولا۔
"آپ تو بس کھانا لگا دو، بھوک لگی ہے۔"
عمران نے برا سا منہ بنا کر پیالی میز پر رکھ دی۔
"کبھی بھی بھابھیوں کی بھی خبر لے لیا کرو۔"
"کیا خبر لوں ٹھیک ٹھاک صحیح سلامت تو بیٹھی ہیں میرے سامنے۔" اس کے ڈھیٹ ہونے کا سن کر اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔
"بات سنو عمران! تم جن چکروں میں ہو نا، ان میں کامیابی نہیں ملی تمہیں۔ کیونکہ ابا جی بالکل نہیں مانیں گے۔" فوزیہ کے کہنے پر عمران نے غصے سے ان کو دیکھا۔
"کبھی تو اچھی بات منہ سے نکال لیا کرو۔"
"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔"
"آپا! میں بہت پہلے کا کہیں بتا چکا ہوں، مجھے انیسہ چاہیے تو بس چاہیے۔ اب تم اپنے سسر کو بھی راضی کر لو، تمہارا سسر وہ ہے۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔
"ایک تو مجھے تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو سوائے ایک اچھی شکل کے ہے کیا اس کے پاس ہے تمہیں کیا لڑکیوں کی کمی ہے۔ اس سے ہزار گنا بہتر لڑکیاں نہیں ملیں گی۔"
"آپا مجھے ہزار گنا بہتر لڑکیوں سے کوئی لینا دینا نہیں۔ مجھے بس انیسہ چاہیے اگر تمہارے سسر آرام سے مان جاتے ہیں تو ٹھیک ورنہ میں اپنے طریقے سے لے جاؤں گا۔"
اس کا موڈ بری طرح سے خراب ہو چکا تھا اور فوزیہ کو بھی اندازہ ہو گیا تھا۔
"ارے بابا! یہ کیا موڈ آف کرنے والی بات ہے میں تو ویسے ہی ایک بات کر رہی تھی۔ تم انیسہ سے شادی کرنا چاہتے ہو، میں کرواؤں گی لیکن اس کے لیے کوئی الٹی سیدھی حرکت کرنے کی ضرورت نہیں میں ابا جی سے تفصیل سے بات کروں گی اور مجھے پتا ہے وہ مان جائیں گے، چلو اب اپنا موڈ ٹھیک کرو، میں نے ویسے بھی تمہاری پسند کا کھانا بنوایا ہے۔ عمارہ تو شاید سے کہو کھانا لگا دے۔"

☆☆☆

رکشے سے نکل کر انہوں نے بلند و بالا عمارتوں پر ایک نظر ڈال کر دوبارہ ہاتھ میں پکڑے پرچے کو دیکھا جہاں ایک پتا درج تھا۔ وہ گہری سانس لے کر سامنے کی عمارتوں کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ کافی دور سے چل رہے تھے اب تو ہانپنے لگے تھے۔ تھک کر وہ ایک بلڈنگ کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے۔
"بزرگو! طبیعت ٹھیک ہے۔" وہ دس منٹ سے یونہی گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ جب اپنے پیچھے آواز سن کر انہوں نے سر اٹھایا۔ وہ اس بلڈنگ کا گن مین تھا جو کب سے انہیں یہاں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔
"بیٹا یہ پتا کہاں ہے۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑا پرچا اس کے سامنے کیا۔
"جی یہی بلڈنگ ہے جہاں آپ بیٹھے ہیں۔" سعید صاحب نے چونک کر بلڈنگ پر لگے بورڈ کی طرف دیکھا اور شرمندہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔
"معذرت چاہتا ہوں بیٹا پریشانی میں پتا ہی نہیں چلا۔"
"کوئی بات نہیں کس سے ملنا تھا آپ کو۔" وہ ان کا ہاتھ تھام کر ان کو سیڑھیاں چڑھنے میں مدد کرنے لگا۔
"یہاں کے مالک سے ملنا تھا۔"
"کون سے والے سے۔" سعید صاحب رک گئے تھے۔ "کتنے مالک ہیں۔"
"بڑے صاحب بھی آتے ہیں چھوٹے صاحب بھی، ان کا بھی پتا نہیں کہ ہیں یا نہیں۔"
"اچھا!" سعید صاحب اپنی سے بولے۔
"لیکن آپ ریسپشن سے پتا کر لیں۔" وہ انہیں اندر لے آیا۔ "مس اقبال! ان صاحب کو باس

سے ملنا ہے۔" ریسپشن پر کھڑی لڑکی نے سر سے پیر تک ایک ہی نظر میں ان کا جائزہ لیا۔
"آپ کی کوئی اپائنٹمنٹ ہے؟" وہ ذرا چونک کر بولی۔
"نہیں بیٹا! مجھے ان سے ذاتی نوعیت کا کام ہے۔"
"ہوں۔" لڑکی نے سمجھ کر سر ہلایا۔ ایسے بہت سے لوگ مدد مانگنے آتے تھے کیونکہ اس کمپنی کے مالکان کو خیرات کا بڑا شوق تھا۔ "آپ کا نام۔"
"سعید مرزا! بیٹا ان سے کہنا مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے، ایک مرتبہ میری بات سن لیں۔"
"آپ بیٹھیں میں معلوم کرتی ہوں۔ جیسے ہی فری ہوتے ہیں تو آپ کو اندر بھیج دوں گی۔"
وہ شکریہ ادا کر کے لابی میں رکھے صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔ انہیں بیٹھے تین گھنٹے ہو گئے تھے لیکن ابھی تک کوئی بلاوا نہیں آیا تھا انہیں گھر سے نکلے بھی کافی وقت ہو گیا تھا۔
انہیں امی کی فکر تھی جو یقیناً ان کے لیے پریشان ہو رہی ہوں گی۔
"یہ کون ہیں؟ میں کب سے دیکھ رہا ہوں یہاں بیٹھے ہیں۔" حذیفہ نے ریسپشن پر کھڑی اقبال سے پوچھا۔
"سر! یہ سر سے ملنے آئے ہیں کہتے ہیں ضروری کام ہے مجھے تو کوئی خیرات کا کام لگتا ہے۔" وہاں سعید صاحب کو دیکھ رہی تھی جو سر جھکائے کسی سوچ میں گم تھے۔
"انکل کو سر حذیفہ کے پاس بھیج دو۔"
"انکل! آپ سر سے مل سکتے ہیں۔" سعید صاحب نے چونک کر اسے دیکھا اور کھڑے ہو گئے۔
"شکریہ بیٹا۔"
"وقار! انکل کو سر حذیفہ کے روم میں لے جاؤ۔" اقبال نے الف کے قریب کھڑے لڑکے سے کہا تو سعید صاحب اس لڑکے کی طرف بڑھ گئے
دل ہی دل میں ڈرتے ہوئے انہوں نے ان کے ہاتھوں میں تھی سی

دراز اتنی تھی۔
"تشریف رکھیں۔" بھاری آواز پر وہ ہاتھوں سے دھیرے سے
سعید صاحب کرسی سامنے تھی بیٹھ گئے اور
ہوتے ہوئے نہ جانے کیوں ان کی نظر ان کے
کی کسی ... ایک ... پر بیٹھے ... سے مرعوب
نظر آرہے تھے۔
"کیا آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے؟"
سعید صاحب ابھی تک حیرت سے تیس پینتیس سال کے لڑکے کو دیکھ رہے تھے یہ یقیناً وہ نہیں تھا جس سے وہ ملنے آئے تھے۔
"پلیز بیٹھیے۔" حذیفہ نے بغور ان کی اڑی رنگت کو دیکھا۔ وہ جلدی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے کیونکہ اگر وہ ایک پل بھی دیر کرتے تو شاید گر جاتے۔ ان کی نظر سامنے پانی کے گلاس پر گئی۔ حذیفہ نے ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور گلاس اٹھا کر ان کے آگے رکھا۔ شکریہ کہنے کے بعد وہ ایک ہی سانس میں پی گئے۔
"بیٹا! میں معذرت چاہتا ہوں شاید میں غلط جگہ پر آگیا ہوں مجھے احمد جیلانی سے ملنا تھا۔ میں سمجھا یہ جیلانی انڈسٹری ان کی ہے۔" وہ شرمندہ ہو کر بولے۔
"آپ کو کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ یہ جیلانی انڈسٹری ان ہی کی ہے۔" سعید صاحب نے چونک کر اسے دیکھا۔
"بیٹا پلیز! مجھے اس سے ملوا دیں۔ میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے۔ ان سے کہیں سعید مرزا آیا ہے وہ مجھے جانتے ہیں۔" وہ بے تابی سے بولے۔
"آپ لاسٹ ٹائم کب ملے تھے ان سے؟" سامنے والے نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"تقریباً دس گیارہ سال پہلے۔" حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔
"ان کی وفات کو آٹھ سال گزر چکے ہیں۔" سعید صاحب کتنی دیر سامنے بیٹھے لڑکے کا چہرہ دیکھتے

رہے۔

"کامران جیلانی" سرگوشی کے انداز میں ان کے منہ سے نکلا تو حذیفہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"کامران جیلانی کا بیٹا بھی تھا وہ کہاں ہے؟" وہ بے تابی سے بولے۔

اب کی بار حذیفہ گہری نظروں سے ان کا جائزہ لینے لگا۔

"آپ سب کو کیسے جانتے ہیں اور کیوں پوچھ رہے ہیں؟" وہ دونوں ہاتھ ٹیبل پر جما کر چہرہ آگے کیے انہیں بغور دیکھنے لگا۔

"میں صرف ان کو جانتا ہوں، کیا آپ ان کے بیٹے ہیں؟" وہ اب بے تابی سے اس کے نقوش دیکھتے ہوئے جیسے کچھ ڈھونڈنا چاہتے ہوں۔ ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے اس نے سر نفی میں ہلایا اور انہوں نے واضح طور پر انہیں مایوس ہوتے دیکھا۔ وہ اب الجھن بھری نظروں سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ؟" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے جیسے الفاظ ختم ہو گئے ہوں۔

"میں یہاں کام کرتا ہوں۔" اس کے کہنے پر سعید صاحب نے سر اثبات میں ہلایا۔

"کیا میں ان کے بیٹے سے مل سکتا ہوں؟"

"وہ اس وقت یہاں نہیں ہے آپ کو جو کام ہے مجھے بتا دیں اگر ہو سکا تو آپ کا پیغام پہنچا دوں۔"

اس کی بات پر سعید صاحب کے چہرے پر شکن کے آثار نظر آئے تھے پھر جیسے گہرا سانس لے کر رہ گئے۔

"اس سے کہیے گا ان کی امانت میرے پاس ہے بہت سالوں تک اس کی حفاظت کی ہے لیکن اب اپنی زندگی کا بھروسا نہیں، مرنے سے پہلے اس کو اس کے وارثوں کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی امانت؟" حذیفہ کے سوال پر سعید صاحب کچھ دیر اسے دیکھتے رہے۔

"آپ مجھ پر اعتبار کر سکتے ہیں۔" سعید صاحب نے سر جھکایا۔

"عفت گل کی بیٹی اس گھر کی امانت میرے پاس ہے، اُن سے کہیں اسے آکر لے جائیں۔"

"ٹھیک ہے اگر ان سے ملاقات ہوئی تو میں بتا دوں گا۔" وہ رکھائی سے بولا جس کا مطلب تھا اب وہ جا سکتے ہیں۔ وہ شرمندہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔

"بیٹا! آپ کا اتنا ٹائم لینے پر معذرت چاہتا ہوں ویسے میں دوبارہ آؤں گا لیکن پھر بھی آپ میرا نمبر رکھ لیں۔" انہوں نے پرچی پر لکھا نمبر ٹیبل پر رکھ دیا۔

"ہوں!" اس نے محض سر ہلا کر سامنے پڑے لیپ ٹاپ کی اسکرین آن کر دی۔ سعید صاحب مایوسی سے باہر نکل گئے۔

ان کے باہر جاتے ہی حذیفہ نے لیپ ٹاپ آف کر دیا تھا۔ اس کے چہرے پر واضح طور پر سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

☆☆☆

طاہرہ نے پریشانی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو مسلتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں شام کے چھ بج رہے تھے۔ صبح سے شام ہو گئی اور سعید صاحب کا کچھ پتا نہیں تھا ویسے ہی وہ صبح سویرے گھر چھوڑ گئے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیسے ان سے رابطہ کرے۔ اسے ان کی فکر ہو رہی تھی۔ بے اختیاری کے ساتھ شام کے سائے بھی اسے ہولا رہے تھے۔ تب ہی سیڑھیوں پر آہٹ محسوس کر کے وہ بے تابانہ انداز میں دوڑی لیکن سیڑھیوں میں کھڑے غفران کو دیکھ کر بے ساختہ رکی تھی۔ اسے یہاں آکے بیٹھتا اور دستک دیکھ کر وہ کمرے تک آیا باقی سیڑھیاں بھی عبور کر کے اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کوئی اتنی بے رخی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔" غفران کی فدا ہوتی نظریں اس کے چہرے کا طواف کرنے لگیں جس کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔

"کیا ہوا آنٹی پریشان کیوں ہو رہی ہو، میں بھی ہوں تم تو ایسے رنگ اڑا رہی ہو جیسے بھوت دیکھ لیا

CS CamScanner

کہتے ہوئے وہ قریب رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

انابیہ حزیں پریشان ہو کر سیڑھیوں کی طرف دیکھنے لگی۔

"انکل نظر نہیں آ رہے۔" ان کے کمرے کی طرف نظر ڈالتے ہوئے وہ پوچھنے لگا۔ مسلسل خاموشی پر اس نے بغور اسے دیکھا۔

"کچھ پوچھا ہے۔"

"وہ گھر پر نہیں ہیں۔"

اس کے مسلسل گھورنے پر اسے بولنا پڑا تھا۔

تب ہی وہ ٹانگ پر ہاتھ مار کر بولا۔ "فضا میں کیوں سناٹا محسوس ہو رہا تھا۔"

اس کے کہنے پر ڈر کے باوجود انابیہ نے مڑ کے اسے دیکھا اس کے گھورنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"مذاق کر رہا تھا۔" اس کے کہنے پر وہ مڑ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو۔" اسے سیڑھیوں کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ تیزی سے کھڑا ہوا تھا۔

"میں بڑی آنٹی کے پاس جا رہی ہوں۔" وہ گھبرا کر تیزی سے بولی۔

"میں تم سے ملنے آیا ہوں اور تم بھاگ رہی ہو۔"

"بابا گھر پر نہیں ہیں۔" وہ خود گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتا ہوا بالکل اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"جانتا ہوں اسی لیے تو یہاں آیا ہوں مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

"لیکن مجھے نہیں کرنی۔" وہ روہانسی ہو کر اسے دیکھنے لگی جو بالکل سیڑھیوں کے آگے پھیل کر کھڑا تھا۔

"لیکن مجھے جو کہنا ہے وہ تو میں کہہ کر جاؤں گا۔ دو سال ہو گئے مجھے تمہارے آگے پیچھے چکر کاٹتے ہوئے لیکن تم اور تمہارے بابا کسی سے مس نہیں ہوئے۔ کیا مانگ رہا ہوں صرف تمہارا ہاتھ، وہ بھی بہت شرافت سے، حالانکہ اتنی شرافت مجھے خود ہضم نہیں ہو رہی۔" آخری لائن وہ صرف بڑبڑایا تھا۔

"اپنے حال احوال کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" اگر تو وہ پہلے ہی سعید صاحب کی اتنی لمبی غیر حاضری کی وجہ سے پریشان تھی۔ نتیجتاً وہ صرف اس کے سامنے کھڑا تھا مگر اس سے جواب بھی مانگ رہا تھا۔

اس نے بے اختیار ان کے آنے کی دعا کی تھی۔ وہ شاید قبولیت کی گھڑی تھی۔ ثمامہ کی صورت سیڑھیوں پر نمودار ہوئی تھی۔ اس نے ایک نظر غفران پر دوسری نظر اس کے روہانسے چہرے پر ڈالی اور ایک طنزیہ اور جتاتی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آ گئی۔

"ماموں! امی آپ کو بلا رہی ہیں کھانا تیار ہے۔" اس نے کہنے کے ساتھ اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا تھا جس پر غفران ایک نظر اس پر ڈال کر سیڑھیوں کی طرف مڑ گیا۔

انابیہ نے بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھ کر اپنی رکی سانسیں بحال کی تھیں۔

☆☆☆

وہ کھانے کی ٹرے لے کر واپس آئی تو سعید صاحب صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے اسی پوزیشن میں بیٹھے تھے جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ ٹرے سامنے رکھی ٹیبل پر رکھ کر ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"بابا" جب کافی دیر تک وہ ویسے ہی بیٹھے رہے تو اس نے پریشانی سے انہیں پکارا۔

سعید صاحب نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اسے سامنے دیکھ کر مسکرا دیے اور بغیر کچھ کہے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انابیہ غور سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو کھاتے ہوئے بھی کسی سوچ میں گم تھے۔

"بابا کوئی بات ہوئی ہے۔"

"ہوں۔" انہوں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"آپ پریشان لگ رہے ہیں۔"

"نہیں تو۔" وہ سر جھٹک کر بولے۔ "بس تھک گیا ہوں۔"

"آپ صبح جلدی چلے گئے بتا کر بھی نہیں گئے۔"

موبائل بھی یہیں چھوڑ گئے۔ مجھے اتنی پریشانی ہو رہی تھی۔"

"جانتا ہوں بیٹا! بس جلدی میں موبائل گھر بھول گیا تھا۔" انہوں نے تھوڑا سا کھانے کے بعد پلیٹ پیچھے کھسکا دی۔

"آپ نے کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا۔"

"بس اتنی ہی بھوک تھی۔ ایک کپ چائے کا پلا دو پھر میں سونے جا رہا ہوں، بہت تھک گیا ہوں۔"

انہوں نے گہرا سانس لے کر ٹی وی آن کر دیا تو وہ سر اٹھا کر غزل ان کی آنکھوں میں تھکاوٹ اتری دیکھ کر جتنی مایوسی کی وہ شاید مایوسی سے زیادہ پریشان ہوئی تھی۔

ایک آس تھی کہ جیلانی صاحب کے ملتے ہی آسانی سے نہ سہی مشکل سے ہی سہی معاملہ حل ہو جائے گا۔ اتنے سالوں کی تلاش کے بعد جب انہیں جیلانی صاحب کی خبر ملی تو وہ کتنے خوش تھے۔ انہیں لگا وہ وقت آ گیا ہے جب وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکیں گے لیکن اس وقت انہوں نے خود کو مایوسی کی انتہا پر محسوس کیا تھا جب انہیں پتا چلا کہ خاندان کے تین وہ افراد جو اس راز کے گواہ تھے وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔

ایک وہی تھے جو امید کی آخری کرن رہ گئے تھے اب انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیسے انابیہ کو سب بتائیں گے۔ لیکن انابیہ کو کچھ بھی بتانے سے پہلے انہیں ایک آخری کوشش ضرور کرنی تھی۔

☆☆☆

گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی پرجوش آوازوں کے ساتھ اشتہا انگیز خوشبو نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس نے بے ساختہ سر گھما کر لان کی طرف دیکھا جہاں گھر والوں کے ساتھ چند مہمان بھی تھے۔ اس نے گہرا سانس لے کر خود کو ریلیکس کیا اور ایک مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر لان میں موجود ہجوم کی طرف بڑھا۔

"لو حذیفہ بھی آ گیا۔"

اس پہ سب سے پہلی نظر کلثوم کی پڑی تھی، وہ چلائی۔ سب کی نظریں اس کی طرف گھوم گئی تھیں لیکن اس کی نظریں ایک چہرے پر رک گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں حیرانی اتر آئی۔ وہ بھرپور انداز میں مسکراتا ہوا کر ان کی طرف بڑھ گیا۔

"تایا ابو!" حذیفہ خوشی سے کہتا ہوا ان کے گلے لگ گیا تھا۔

"آپ کب آئے اور مجھے اطلاع کیوں نہیں دی میں آپ کو لینے ایئرپورٹ آتا۔"

"اگر بتا دیتا تو سرپرائز تو ختم ہو جاتا اور تم سب کے چہروں پہ جو مجھے اچانک دیکھ کر خوشی رہی ہے وہ کیسے دیکھتا۔" اس کی بات پر وہ سر ہلاتا ہوا ان کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب ہی نظر ایک اجنبی چہرے پر پڑی جو بڑی دلچسپی سے اس ملاقات کو دیکھ رہی تھی۔

"حذیفہ پہچانا کون ہے۔" کلثوم کے پوچھنے پر اس نے اجنبی نظروں سے انہیں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو مجھے الہام نہیں ہوتے۔

"تایا بھائی کی بیٹی انعم ہے پاکستان گھومنے آئی ہے۔"

رخسانہ کے تعارف کروانے پر اس نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا جبکہ اس نے دایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا جسے ایک نظر دیکھنے کے بعد حذیفہ نے جھجکتے تھام کر چھوڑ دیا تھا۔

"کام کیسا جا رہا ہے؟" طالب کے پوچھنے پر اس نے سر ہلایا تھا۔

"اچھا جا رہا ہے جب آپ آ گئے ہیں تو اور اچھا ہو جائے گا۔ وہ جو اختر صاحب کے قریب پلازہ کی کنسٹرکشن کا کام تھا وہ ٹھیک جا رہا ہے۔ تھوڑا مسئلہ ہوا تھا لیبر کی وجہ سے پر اب آدمی بھی نئے ہیں اب حالات کنٹرول میں ہے۔"

"خدا کے لیے کام کی باتیں گھر میں مت کیا کرو۔ سارا دن کم ہوتا ہے کام کی باتیں کرنے کے لیے کم از کم گھر میں تو سکون سے بیٹھو۔" شمسہ کے ٹوکنے پر دونوں مسکرا رہے تھے۔

حذیفہ نے ایک طائرانہ نظر سب پر ڈالی سب

...ش اور خوش نظر آ رہے تھے۔
"کیا بات ہے حذیفہ کوئی پریشانی ہے۔" طالب
...بطور اس کا اچھا انداز دیکھا اس کے پوچھنے پر
حذیفہ کو دیکھنے لگے۔
"نہیں بھائی بس تھوڑا تھک گیا ہوں اب۔
...ش ہو کر آتا ہوں۔" وہ کہہ کر کرسی سے کھڑا ہو گیا

☆☆☆

صبح جب وہ تیار ہو کر ڈائننگ روم میں آیا تو
...ب پہلے سے بیٹھا اس کا منتظر تھا۔
"بھائی آپ ابھی ریسٹ کرتے۔" وہ اس کے
ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔
"یار کل سے تم لوگ ایسے ہی بی ہیو کر رہے ہو جیسے
میں امریکہ سے پیدل چل کر آیا ہوں یا کوئی پہاڑ اتنا لمبا
سفر کیا ہے میں نے۔" وہ قدرے جھنجلاتے ہوئے
انداز میں بولا۔
کلثوم اس سے پہلے بھی وہاں موجود تھیں
...تھی بھی اس سے الگ ہٹ کر ایک بات کر چکی تھیں۔
"تو برا کیا ہے تمہاری بہتری کے لیے کر رہے
ہیں۔"
"مجھے پتا ہے میری بہتری کس میں ہے۔"
...ماں کو جواب دیتے ہوئے اس کا لہجہ سخت
ہو گیا تھا۔ کلثوم اور شمسہ نے بے ساختہ ایک دوسرے
کو دیکھا۔
"اور اٹھو جو اٹھ کر تمہارا پوچھے گی اسے تو تم
...ں سیر کروانے لائے تھے۔"
اب کی بار طالب نے چائے کا گھونٹ لیے بغیر
کپ واپس میز پر رکھ دیا۔
"میں نہ تو کسی کا ڈیٹڈ ہوں اور نہ اس کا نوکر، پہلے
بھی آپ کے کہنے پر میں نے ایک مہینہ امریکہ میں
ویسٹ کیا، یہاں اپنے بزنس کے سو کام تھے جنہیں
... کے سپرد کر کے آپ کے بھائی کے اوپر
... کے کاموں کے لیے مجھے جانا پڑا۔ وہ تو جو ڈرامہ
... آپ سوچ رہی ہیں آپ بھی کر لیں، اتنا دور ہو کر ڈرامہ
کیا۔ میرا بھائی بیمار ہے ہارٹ سرجری ہے میں سمجھا تھا
نہیں کتنا سیریس معاملہ ہے۔ شاید سانسوں کا آخری
وقت آ گیا ہے۔ لیکن وہ وہاں بیٹھے ہیں اپنی بیوی کے پہلو
میں بیٹھے سانسوں کے ہاتھ کے آنچل سے بھرے
ہوئے لگ رہے تھے۔"
حذیفہ تو پہلے ہی کپ کی آڑ میں اپنی مسکراہٹ
چھپا رہا تھا لیکن اب اس کے انداز پر کلثوم اور شمسہ بھی
اپنی ہنسی روک نہیں پا رہی تھیں۔ جبکہ رخسانہ ہونٹ بھینچے
اپنے بیٹے کی گفتگو ختم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔
تو اور وہ دونوں کی ہنسی پر خشمگیں نظروں سے انہیں
دیکھا تو دونوں نے بمشکل خود کو سنجیدہ کیا۔
"احسان نہیں کیا تم نے تمہارے انکل کے
ماموں ہیں اگر ان کا بیٹا ہوتا تو وہ بھی تمہارا احسان نہ
لیتے۔"
انہوں نے بگڑ کر تاسف سے ہوئے کہا۔
"امی ان کی کمی صد رخسانہ ہیں جو کسی طور پر
لڑکوں سے کم نہیں اور دوسرا آپ کی اطلاع کے لیے
عرض ہے ماموں کی کوئی ہارٹ سرجری نہیں ہوئی اور
نہ ہارٹ فیل، ایسیڈیٹی پرابلم تھی جس کو کافی بڑھا
چڑھا کر بتایا گیا تھا۔ میں تو ان کے بلانے پر آ جاتا لیکن ہر
ملنے ان کا کوئی نیا ڈرامہ شروع ہو جاتا تھا اور اب جب
میں واپس آ رہا تھا تو اپنی بیٹی میرے ساتھ چپکا دی۔"
"شرم کرو طالب! کرن ہے تمہاری بہن کی
دوست ہے تمہاری اور پسند کرتی ہے تمہیں اور تم بھی تو
پسندیدگی کا اظہار کرتے ہو تب ہی تو بیچاری تم سے اتنی
امیدیں لگا بیٹھی ہیں۔" رخسانہ کا انداز جتاتا ہوا تھا۔
"دوستی، کزن اور پسندیدگی ایسے لفظ نہیں کہ
انسان آپ پر حاوی ہونے کی کوشش کرے اور آپ
اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں کبھی بھی خود پر کوئی چیز
زبردستی ٹھونسنے نہیں دیتا اور نہ زبردستی کے رشتے کا
قائل ہوں۔"
اس نے دو ٹوک انداز میں بول کر گفتگو سے
منہ صاف کیا اور کرسی دھکیل کر کھڑا ہو گیا۔
حذیفہ جو کب کا ناشتہ ختم کر چکا تھا اس کے

اٹھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں لاؤنج سے گزر رہے تھے جب قاسم تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا ان کے پاس آیا۔

"بھائی! آپ آفس جا رہے ہیں؟" طالب کے ماتھے پر بل پڑے تھے جبکہ قریب ہی کھڑے حذیفہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"کیوں نہیں جا سکتا۔" قاسم اس کے اکھڑے لہجے پر گڑبڑا کر رہ گیا۔

"نہیں بھائی جا سکتے ہیں۔" وہ شرمندہ ہو کر سر کھجانے لگا۔

"میں کہہ رہا تھا شام کو تم اور بھی انعم کو باہر لے جانا۔

"

"جی بھائی۔" اس کے بولنے پر وہ اس کے سر پر چپت لگا کر باہر نکل گیا۔

"بھائی کا موڈ کیوں آف لگ رہا تھا۔" قاسم نے ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہوئے ان تینوں پر ایک نظر ڈالی۔

"اس کا موڈ کب آف نہیں ہوتا۔" رخسانہ نے غصے سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تمہیں جب پتا ہے تو کیوں اس سے بحث کرتی ہو۔" قمر نے کہنے کے ساتھ ناراضی سے انہیں دیکھا۔

"آپا یہ بحث تھی؟ میں ماں ہوں اس کی اس کا بھلا چاہتی ہوں اگر میں چاہتی ہوں وہ شادی کرے تو برا کیا ہے اور انعم میں کیا برائی ہے۔ خوب صورت ہے پڑھی لکھی ہے۔ میری بھتیجی ہے اور اوپر سے امریکن نیشنلٹی ہولڈر لوگ ترستے ہیں ایسے رشتے کو اور یہاں بات شروع کرو تو لاڈلے کا موڈ آف ہو جاتا ہے۔"

"بڑی مما! بھائی نہیں مان رہے تو کوئی بات نہیں میں دل و جان سے تیار ہوں۔" قاسم کی شرارت پر جہاں قمر کی ہنسی نکلی وہیں کلثوم اور رخسانہ نے غصے سے دیکھا۔

"قاسم!" کلثوم کے گھورنے پر اس نے برا سا منہ بنایا۔

"مذاق کر رہا تھا امی!"

"رخسانہ! یوں غصہ کرنے کی ضرورت نہیں، تم جانتی ہو طالب سے تم زبردستی سے کچھ نہیں منوا سکتیں، بے شک انعم اچھی لڑکی ہے اور طالب کی اس سے دوستی ہے اور جب تم نے اس سے بات کی تھی اس نے انکار بھی نہیں کیا تھا مطلب اسے کوئی اعتراض نہیں تو بار بار ایک ہی بات کر کے اسے ضد مت دلاؤ۔" قمر نے دھیرج سے انہیں سمجھایا تھا۔

"آپا! میں بس اس کی خوشی چاہتی ہوں اور جب تک اس کا گھر نہیں بس جاتا مجھے سکون نہیں ملے گا آپ جانتی ہیں۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولیں۔

قمر نے ان کی بات سمجھتے ہوئے گہرا سانس لیا۔ جبکہ کلثوم نے میز پر رکھے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو تسلی دی تھی۔

☆☆☆

باہر جانے سے پہلے وہ پچھلے لاؤنج کی طرف آئے تھے جہاں صوفے پر بیٹھی فوزیہ چائے پینے کے ساتھ فون میں مگن تھیں۔

"میں باہر جا رہا ہوں کچھ منگوانا ہو تو بتادو۔" وہ دروازے کے قریب کھڑے ہو کر پوچھنے لگے۔

"بعد میں کرتی ہوں۔" کہہ کر فوزیہ نے فون بند کر دیا اور کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"ابا جی! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

ان کے دو ٹوک انداز پر سعید صاحب نے گہرا سانس لیا۔ وہ جانتے تھے انہیں کیا بات کرنی ہے۔

"بیٹا ابھی مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔ شام میں بات کرتے ہیں۔" ان کا انداز سراسر ٹالنے والا تھا۔

"نہیں مجھے ابھی کرنی ہے تو مہربانی کر کے بیٹھ جائیں۔" ان کے انداز پر چاروناچار سعید صاحب کو بیٹھنا پڑا۔

"ابا جی! بہت وقت بہت طریقے سے میں آپ

بات کر چکی ہوں، غفران انابیہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ پر ہر بار آپ مجھے ٹال دیتے ہیں۔ اگر آپ کی مرضی نہیں تو پسند وہ بھی مجھے نہیں لیکن میں غفران کی وجہ سے مجبور ہوں۔ اس کی ایک ہی ضد ہے وہ اسی سے شادی کرے گا اور یہ تو آپ بھی جانتے ہیں ضد کا کتنا پکا ہے۔ میں نے اسے ہر طرح سے سمجھا کر دیکھ لیا ہے پر وہ مان نہیں رہا۔ اس کا کہنا ہے اگر آپ آرام سے مان جاتے ہیں تو ٹھیک ورنہ وہ زبردستی بھی یہ کام کر سکتا ہے۔"

سعید صاحب جو سر جھکائے ان کی باتیں سن رہے تھے جھٹکے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"بھابی مجھے بتائیں، میرے بھائی میں کس بات کی کمی ہے جو آپ یوں ٹال مٹول کر رہے ہیں۔ اپنا گھر ہے۔ گاڑی ہے۔ چلتا کاروبار ہے اور سب سے بڑھ کر انابیہ کو چاہتا ہے۔"

"تمہارا بھائی کیسا ہے بھو! تم خود بھی جانتی ہو۔ جو کام وہ کرتا ہے جس طریقے سے کماتا ہے۔ تم بھی جانتی ہو اور جو اس کی عادتیں ہیں، وہ بھی تمہیں پتا ہیں۔ خود دو بیٹیوں کی ماں ہو اپنے ایمان سے بتانا کیا ایسا داماد تمہاری پسند ہوتا؟"

سعید صاحب کا کہنا ہی تھا کہ فوزیہ جو بڑی مشکل سے مہذب طریقے سے بات کر رہی تھیں انہیں پتنگے لگ گئے۔

"میری بیٹیوں کو بیچ میں مت لائیں۔" وہ انگلی اٹھا کر جیسے انہیں تنبیہ کرتی ہوئی بولیں۔

"میری بیٹیوں کا اس آوارہ ماں کی بیٹی سے کیا مقابلہ۔ آپ جتنا بھی چھپائیں۔ کیا اس کی ماں کے کرتوتوں کا مجھے پتا نہیں بلکہ مجھے کیا ساری دنیا کو پتا ہے جو کہ اس نازک پھولوں کی ڈالی اور پاکدامن بی بی جس کا مقابلہ آپ میری بیٹیوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اس کے تو باپ کا بھی پتا نہیں جبکہ میری بیٹیوں کے ساتھ ان کے باپ کا نام اور حوالہ دونوں موجود ہیں۔"

فوزیہ کا غصے کے مارے بُرا حال تھا جبکہ سعید صاحب کا غصے کے مارے چہرہ لال ہو چکا تھا۔

"اور الحمدللہ میرے بھائی کے ماں باپ کا بھی پتا ہے اور مرد کی کمائی دیکھی جاتی ہے اور لوگوں کے نزدیک یہ بات اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے پاس کتنی دولت ہے۔ کیسے آئی اس سے کسی کو کیا مطلب؟ میرے بھائی کو لڑکیوں کی کمی نہیں۔ ابھی باہر نکلو تو آپ کی لاڈلی سے زیادہ خوب صورت اور صاحب حیثیت لڑکی یوں منٹوں میں لوگ دینے کو تیار ہو جائیں گے۔ لیکن میرے بھائی کی آنکھوں پر اس کے حسن کی پٹی بندھ چکی ہے وہ اندھا ہو چکا ہے۔ اسے فرق نہیں پڑتا کہ وہ جائز ہے یا ناجائز۔"

"بس بھو!" اس سے پہلے وہ مزید زہر اگلتیں سعید صاحب نے غصے سے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔

"جو بات تم نہیں جانتیں اس کے بارے میں اتنے بڑے بول نہ بولو۔ بھو! اس بچی کے لیے ایسی بے ہودگی برتی ہو واللہ سے۔"

"آپ دوروں ہی میں ہیں، کرتوت ماں بیٹی کے عجیب اور دوروں ہی میں ماں نے پتا نہیں شادی کی بھی کی یا نہیں اور بچی لے کر آ گئی۔ اور بیٹی خوبصورتی کیش کروا رہی ہے۔ محلے کا ہر لڑکا اس کے پیچھے، اتنی ٹیپ ہے تو لڑکے کیسے اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔"

"بس کرو بھو! تمہیں بار بار کہہ رہا ہوں بڑے بول نہ بولو اس کا باپ ہے اور بہت معزز اور امیر آدمی ہے اتنا امیر کہ تمہاری سوچ ہے۔" غصے کے مارے وہ بول پڑے تھے۔

"اچھا!" ان کی بات کو فوزیہ نے ہوا میں اڑایا تھا۔ "تو کہاں ہے اس کا باپ؟ چلو کروڑوں کی جائیداد کو چھوڑو نام ہی دے دیتا کیوں باپ کی جگہ اس کا نام انابیہ گل ہے۔ کوئی احمد، سرفراز، مشتاق کیوں نہیں ہے۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی تھیں۔

"تم سے بات کرنا بے کار ہے۔" سعید صاحب نے غصے سے سر جھٹکا۔

"بات کو رہنے دیں نہیں لاڈلی ہیں اور میرا بھائی

ہیں جو اپنی چاہت سے دستبردار ہو گئے ہیں ورنہ آج کل کی لڑکیاں تو کوئی اپنے گھر کی عزت بھی نہیں رہنے دیتا۔"

"مجھے تمہارے یا تمہارے بھائی کی چاہت کی ضرورت نہیں۔ میری بیٹی چاہے جانے کے قابل ہے اور اس کے وارث اس کے محرم اسے پوری چاہت سے لے کر جائیں گے۔"

وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اتنے یقین سے بولے کہ وہ ساکت کھڑی رہ گئیں۔ ان کے جاتے ہی وہ جیسے ہوش میں آ گئیں۔ انہوں نے تیزی سے موبائل اٹھایا تھا۔

☆☆☆

وہ دونوں ہاتھوں میں سر گرائے پارکنگ کے فٹ پاتھ پر بیٹھے تھے انہیں ایک ماہ سے زیادہ ہو گیا تھا یہاں آتے ہوئے وہ لڑکے بعد سے انہیں دوبارہ اندر جانے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ اب تو انہیں دیکھ کر گارڈ بھی ماتھے پر بل ڈال لیتا تھا۔ ابھی بھی اس کے رویے سے لگے پر وہ مایوس ہو کر پارکنگ میں آ گئے تھے۔ فوزیہ کے سامنے وہ لڑکے بڑے دعوے کر آئے تھے لیکن اب آگے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ تب ہی مردانہ آواز پر انہوں نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا انہیں لگا جیسے کسی نے ان میں روح پھونک دی ہو۔ وہ تیزی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھے وہ جو اپنے سیکرٹری اور ڈرائیور کے ساتھ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سامنے سے آتے شخص کو دیکھ کر نہ صرف ٹھٹکا بلکہ رک گیا۔ اس کے رکتے ہی اس کے ساتھ چلتے دونوں افراد بھی رک گئے تھے۔

"آپ دونوں گاڑی میں میرا ویٹ کریں میں آتا ہوں۔" اس شخص کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اس نے تیزی سے کہا تو وہ دونوں اس شخص کو دیکھ کر آگے بڑھ گئے۔

"آپ دوبارہ آ گئے۔" دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں ڈالتے اس نے سعید صاحب کو دیکھا۔

"بیٹا میں روز آتا ہوں لیکن یہ لوگ مجھے آپ سے ملنے نہیں دیتے۔" وہ بڑی عاجزی سے بولے۔

"کیا کام ہے آپ کو مجھ سے؟" اس کا لہجہ بہت روکھا تھا۔

"وہ میں بار بار جیلانی۔"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں" حذیفہ ان کی بات کاٹ کر بولا۔

"بیٹا کسی ایک انسان سے جو ان کے گھر کا ہی مجھے بتا دیں۔"

"دیکھیں میں آخری بار آپ کو بتا رہا ہوں جن لوگوں کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ وہ اس دنیا میں نہیں اگر آپ کو کچھ مالی مدد چاہیے تو وہ آپ مجھے بتا سکتے ہیں۔"

سعید صاحب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"بیٹا مجھے کچھ نہیں چاہیے بس ان کی امانت ان تک پہنچانی ہے۔"

"میں آپ کا پیغام آل ریڈی ان تک پہنچا چکا ہوں کیا نام ہے؟" وہ سوچنے لگا "عفت گل وہ اس نام کی عورت اور اس کی بیٹی کو نہیں جانتے اور اگر جانتے بھی ہیں تو وہ اس رشتے کو اون نہیں کرنا چاہتے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ سو آپ آزاد ہیں جیسے چاہیں جو چاہیں اس لڑکی کے لیے کر سکتے ہیں۔"

وہ کندھے اچکا کر لاپرواہی سے بولا تو سعید صاحب کتنی دیر بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔

"انہوں نے ایسا کہا کہ وہ آزاد کرتے ہیں اسے وہ نہیں جانتے۔" انہوں نے خود کلامی کی لیکن حذیفہ نے سن لی تھی۔

"جی ایسا ہی ہے۔ امید ہے آپ کی تسلی ہو گئی ہوگی اب آپ دوبارہ یہاں آ کر مجھے پریشان نہیں کریں گے۔"

اس کے کہنے پر انہوں نے سر جھکا لیا کیونکہ وہ اس کے سامنے رونا نہیں چاہتے تھے لیکن ان کی آنکھوں سے وہ قطرے گر رہے تھے جو اس کی نظروں سے چھپ نہیں رہے تھے۔ اس نے بے ساختہ پہلو بدلا اور بنا رکے تیزی سے چلتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"سر کون اٹھا یہ شخص؟"

اس کے بیٹھتے ہی تو ہر اس کے سیکریٹری نے سرسری انداز میں پوچھا لیکن اس کا انداز جس پر حذیفہ نے تیزی سے اور تفصیلی نظر اس پر ڈالی تو وہ بھی کچھ کر سیدھا ہو گیا۔

جب ان کی گاڑی پارکنگ سے نکلی، سعید صاحب وہیں کھڑے تھے۔ انہیں دوپہر سے شام تک کبھی وہ ویسی سڑکوں پر خوار ہوتے رہے تھے لیکن اب بھی وہ اس حقیقت سے نظریں چرا رہے تھے۔ انہیں ڈر بیٹھا تھا ابا جی کو حقیقت بتانی تھی لیکن وہ خود میں حوصلہ نہیں پا رہے تھے لیکن آخر کب تک وہ تھک ہار کر گھر کی طرف چل پڑے تھے۔

لیکن شاید ابھی ان کا امتحان ختم نہیں ہوا تھا۔

جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہوئے تو انہیں غفران اور فوزیہ کی شکل نظر آئی۔ جانے کیوں ان کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"السلام علیکم چاچا جی!" انہیں دیکھ کر غفران کھڑا ہوا اور ہاتھ کے اشارے سے اپنے سامنے رکھے صوفے کی طرف اشارہ کیا وہ مجبور دونوں کو دیکھتے ہوئے بیٹھ گئے۔

"چاچا جی! بات کو گھما پھرا کر نہیں کروں گا میں [illegible] سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور پچھلے دو سالوں سے میں مسلسل آپ سے [illegible] گزارش کر رہا ہوں اور آپ ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں جو بھی ہوں جیسا ہوں آپ کے سامنے ہوں۔ انکار کی وجہ تو نہیں تھی اور آج آیا تو آپ نے صاف انکار کر دیا یہ کہہ کر وہ [illegible] عزت دار [illegible] ختم کرانے نے تعلق [illegible] ہے اگر [illegible] تعلق ختم کرانے سے [illegible] تو میں بھی [illegible] گئی۔"

اب کے وہ واقعی [illegible] کر بولا جیسے بڑے ضبط سے بات کر رہا ہو۔

"بہرحال" اس نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر خود کو ریلیکس کیا۔

"آپ مجھے اس کے سوا دوسرا خاندان کا بتا [illegible]

ویسے جس کو پچھلے دس سالوں سے ہم نہیں پال رہا ابھی تک بیاہ نہیں سکے تو وہ ان سے جا کر اب بیاہ کا ہاتھ مانگ رہا ہوں تو پھر آپ کو اعتراض نہیں ہوگا؟"

وہ قدرے آگے کو جھک کر ان کے سامنے ہوئے بیٹھ کر [illegible] چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ [illegible] پچھلے کا منظر [illegible] آنکھوں کے آگے چلنے لگا۔ امید ہی تو سب کچھ ہوتی تھی وہ اسے اپنا نہیں کرنا چاہتے تھے جہاں بھی نہیں کر پا رہے تھے۔ انہوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو ان کے جواب کا منتظر تھا۔

"بیٹا، اس کی ماں اسے میرے پاس امانت کے طور پر چھوڑ کر گئی تھی کہ اسے اس کے ورثا کے حوالے کر دوں۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔

"وہی تو پوچھ رہا ہوں آپ سے مجھے بتا دیں اس کے خاندان والوں کا پتہ" "اب کہ وہ [illegible] میں بولا۔ "میں نہیں جانتا انہیں۔" وہ نظریں اور سر جھکا کر بولے تو غفران گہرا سانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ جبکہ خاموش بیٹھی فوزیہ نے استہزائیہ انداز میں ہونہہ کہا۔

"جب آپ جانتے ہی نہیں تو انہیں کیا [illegible] کہاں اور جہاں تک اس کی ماں کی بات ہے تو وہ عورت" وہ طنزیہ بولیں "مرنے والے [illegible] مرے ہوئے لوگوں کے ساتھ ان کی باتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔"

سعید صاحب بے بسی سے [illegible] سر کے ساتھ چپ ہو گئے تھے۔

"اب آپ اس کے سرپرست ہیں فیصلہ آپ کا ہو گا جو کچھ بھی [illegible] خوشی سے آپ کو میرے حق میں کرنا ہوگا اور ابا جی کو آپ کیسے میرے حق میں راضی کرتے ہیں وہ بھی خوشی سے یہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں اور جمعہ شام تک آپ کے پاس [illegible] دن ٹھیک [illegible] دن بعد جمعہ والے دن میرا نکاح ہوگا یہ بات آپ اچھی طرح سمجھ لیں اگر آپ ابا جی کو راضی نہ کر سکے یا کوئی اور چکر چلانے کی کوشش کی تو نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔" وہ اپنی بات مکمل کرتا ہوا کھڑا ہو گیا اس کے اٹھتے ہی فوزیہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چل گئی۔ جبکہ وہ [illegible] ویسے ہی ساکت بیٹھے رہے۔

☆☆☆

بستر پر کروٹ بدل بدل کر اب اس کا جسم دکھنے لگا تھا تنگ آ کر وہ اٹھ بیٹھا اس نے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا سوئیاں اشارہ کر رہی تھیں رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے اس نے گہرا سانس لے کر تکیے سے ٹیک لگا لی اور کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا اور پھر شرٹ پہنتا ہوا باہر نکل آیا۔

پورے گھر میں خاموشی پھیلی تھی۔ یقیناً سب سو رہے تھے۔ وہ ٹی وی لاؤنج سے ہوتا ہوا باہر لان میں آ گیا۔ گہرے سانس لیتے ہوئے اس نے تازہ ہوا اندر اتارتے ہوئے اپنی گھٹن کم کرنے کی کوشش کی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا اور شمسہ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوا۔

"پھوپھو آپ جاگ رہی ہیں؟"

"نہیں ابھی آنکھ کھلی تھی۔ تم پر نظر پڑی تو باہر آ گئی۔"

وہ اب اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔

"بس نیند نہیں آ رہی تھی۔" وہ بوجھل ہوتی آواز میں بولا۔

"کیوں۔"

"پتا نہیں۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سنوارا۔

"میں دیکھ رہی ہوں جب سے اسلام آباد سے آئے ہو، پریشان لگ رہے ہو اب بہت کچھ نہیں ہو، صاف نظر آ رہا ہے۔" انہوں نے غور سے دیکھ کر انہوں نے فوراً ٹوک دیا تھا۔

"مجھے آفس میں کوئی سید مرزا ملنے آئے تھے۔" کہنے کے ساتھ اس نے ان کا چہرہ دیکھا جو بدل گیا تھا۔

"آپ جانتی ہیں اس نام کے کسی شخص کو؟"

"نہیں۔" شمسہ نے حیرت سے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"میں تو پہلی بار یہ نام سن رہی ہوں۔"

"لیکن وہ ساری کہانی جانتا تھا۔"

"اچھا!" وہ حیران ہوئیں۔ "وہ عفت گل کی بات کر رہے تھے۔" اب کی بار شمسہ نہ صرف چونکیں بلکہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"عفت گل کی کیا بات؟"

"انہوں نے کہا اس کے پاس عفت گل کی بیٹی ہے جو اس کے پاس امانت ہے وہ ہمیں لوٹانا چاہتا ہے۔"

شمسہ بیگم کو لگا جیسے ان کا سارا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا وہ بے ساختہ پیچھے بیٹھ گئی تھیں۔

"پھوپھو! آپ ٹھیک ہیں۔" ان کے پیچھے پر حذیفہ پریشان ہو کر دوزانوں ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"عفت گل اس کے ساتھ تھی۔" ان کی آواز بہت بوجھل تھی۔

"نہیں؟"

"اور اس کی بیٹی۔"

"نہیں۔"

اس نے پھر وہی الفاظ دہرایا۔

"تم نے کیا جواب دیا؟"

وہ بے چینی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"میں نے اسے کہا میں کسی کو نہیں جانتا۔"

شمسہ نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔

کچھ دیر بعد حواس بحال ہوئے انہوں نے غور سے سامنے بیٹھے حذیفہ کو دیکھا۔

"بات سنو حذیفہ! اس بات کا ذکر تم کبھی گھر میں نہیں کرو گے یہ آج آخری بار تمہارے اور میرے درمیان بات ہو رہی ہے۔ مجھے نہیں پتا عفت گل زندہ ہے یا نہیں۔ لیکن ہمارا اس سے یا اس کی بیٹی سے کوئی لینا دینا نہیں۔"

"پھوپھو! آپ کیسی بات کر رہی ہیں لینا دینا کیوں نہیں ہے یہ آپ بھی جانتی ہیں۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"تم چپ ہو جاؤ اور سنو حذیفہ!" شمسہ اب کی بار سختی سے بولیں۔

"عفت گل وہ گناہ ہے جو ہماری خوشیاں

CamScanner

بہت گل گئی تھی اور وہ جو بچی ہے وہ ہماری امانت ہے۔ ہماری ہے پتا نہیں کس کا گناہ ہے جو وہ ہمارے سر منڈھا جا رہی ہے۔" وہ حقارت سے بولیں۔ "ہماری بچی نہیں تھی وہ۔"

"پھوپھو! اس کا ایک اور رشتہ بھی ہے اس گھر کے گھر والوں کے ساتھ۔"

حذیفہ کے جتاتے ہوئے انداز پر وہ ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھنے لگیں۔

"جس سے رشتہ جڑا ہے وہ مر جائے گا؟"

ان کا انداز جتاتا ہوا تھا۔ "اس گھر میں دوبارہ وہ دن آ جائے۔ جس رشتے کی تم بات کر رہے ہو وہ رشتے کا نہیں ملک کی زمینوں کو بھی کر دے گا اور سب سے زیادہ واویلا تمہاری ماں مچائے گی۔ اس گھر کی اولاد کو نفرت ہے حفصت گل سے اور اس کی بیٹی سے اور اگر اس کی بیٹی یہاں آ گئی تو۔" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی جبکہ حذیفہ کا سر بھی جھکا تھا۔

"پھوپھو! اس بچی کا کیس نہیں کر رہا۔ میرے اختیار میں ہوتا تو اس بوڑھے شخص کے چہرے پر اتری بے بسی میری نظر میں مجھے مجرم بنا رہی ہے۔ اور برسوں بعد جب میں ان سے روبرو ہوا تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں سوچ بھی نہیں پا رہا کہ وہ واقعی مجبور ہوں۔ حفصت گل یا اس کی بیٹی کسی مشکل میں ہوں۔" وہ واقعی مضطرب لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بے چینی شدت کو بیان کر رہی تھیں۔

"حذیفہ! جذبات میں آ کر کوئی غلط قدم مت اٹھا لینا۔ تم سب چیزوں کے گواہ ہو جو ہم نے برداشت کی ہیں۔ ساری عمر کی محرومی، یہ بیٹی تم نے دیکھی ہے یہ اس عورت کی وجہ سے ہے وہ قابل رحم نہیں ہے۔ سو بہتر خود کو کنٹرول رکھو۔ بہت مشکل سے سب نارمل ہوا ہے۔ گھر میں خوشیاں آ رہی ہیں۔ سمیر میرے بچے اپنے دماغ سے یہ بوجھ اتار دو کہ تم کسی کے مجرم ہو۔ مجرم ہماری حفصت گل ہے۔ ہماری زندگی کا سیاہ باب ہے۔ جسے اب کوئی یاد کرنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا بھول جاؤ اور مطمئن ہو جاؤ۔" انہوں نے کچھ تلخ

نہیں کیا۔"

وہ اس کا چہرہ تھپتھپا کر پلٹیں تو وہ سر ہلا کر مسکرا دیا جب کہ کمرے میں آتے ہی ان کی نیند اور اطمینان دونوں رخصت ہو گئے تھے۔ برسوں پہلے جو راز دفن ہو گئے تھے انہیں دفن ہی رہنا چاہیے تھا۔

☆☆☆

کئی دن سے ان کے سینے میں ہلکا ہلکا درد تھا لیکن پرسوں سے درد کچھ زیادہ ہو رہا تھا لیکن پھر بھی وہ اسے نظر انداز کر رہے تھے۔ ابھی بھی درد کی ایک شدید لہر ان کے سینے میں اٹھی جسے انہوں نے ہونٹ بھینچ کر برداشت کرنے کی کوشش کی تھی اور کچھ دیر بعد درد خود بخود کم ہو گیا تھا۔ انہوں نے بے جان ہوتے ہاتھوں کے ساتھ پانی کا گلاس پکڑ کر ہونٹوں سے لگایا۔ جب ہی ابیہ سبزی کی ٹوکری لے کر ان کے سامنے آ کر بیٹھی وہ غور سے دیکھ رہے تھے جو جانے کون سا قصہ انہیں سنا رہی تھی۔ مسلسل خاموشی پر اس نے سامنے دیکھا جو زیر لب مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔

"بابا! میں آپ کو کوئی لطیفہ سنا رہی ہوں؟" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"نہیں میں کچھ سوچ رہا تھا۔"

"کیا؟"

وہ ہاتھ روک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"جب تم چھوٹی تھیں تو کتنی کے چار پانچ جملے بولتی تھیں اب تو مشکل چپ ہوتی ہو۔" ان کا انداز شرارتی تھا۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ آپ کو کیا پتا سارا دن میں خاموش ہی ہوتی ہوں میں ہوتی ہوں اور یہ دیواریں۔ آپ آتے ہیں تو کوئی بات کرنے والا ملتا ہے۔"

اس نے جس انداز میں بات کی تھی پر انہیں بہت محسوس ہوئی تھی۔

"میں جانتا ہوں بیٹا مذاق کر رہا تھا۔ تم تو میری پوتی جیسا ہو جس کی وجہ سے میرے گھر میں اور میری

CamScanner

زندگی میں رونق ہے۔" انابیہ نے پیار سے ان کی طرف دیکھا۔

"مجھے پتا ہے بابا! جب میں بولتی ہوں تو آپ خوش ہوتے ہیں۔ اسی لیے میں زیادہ باتیں کرتی ہوں۔" وہ خوشی خوشی بتانے لگی۔

"میری بیٹی باتیں اتنی پیاری کرتی ہے کیسے خوش نہیں ہوں گا۔"

ان کی بات پر اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

"بولنا تو میں نے آپ کے پاس آکر سیکھا ہے۔ بابا! میری باتیں تو میری ماں کو بھی اچھی نہیں لگتی تھیں۔ پہلے ان کے پاس میرے لیے ٹائم نہیں ہوتا تھا جب بھی وہ گھر میں ہوتیں تو انہیں میری موجودگی اچھی نہیں لگتی تھی۔ باتیں تو دور کی بات ہے۔ جب وہ بیمار ہو گئیں تو میرے پاس ان سے کہنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں تھا۔"

"اچھا چھوڑو پرانی باتیں یہ بتاؤ آج کیا تیاری ہے۔" انہوں نے بات بدل دی وہ میری کاٹ کر کھڑی ہوئی تو وہ بھی کھڑے ہو گئے۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔" انہیں جوتے پہنتے دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"واجد کی طرف جا رہا ہوں۔" انہوں نے اپنے دوست کا نام لیا۔

"اچھا جلدی آئیے گا مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے۔" وہ ان سے کہنے لگی تھی۔ پیچھے چلی جایا کرتی تھیں ان کا رویہ یاد آتے ہی وہ رک گئے۔ اور سر ہلا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

چائے کی پیالی سامنے میز پر رکھتے ہوئے انہوں نے بغور سر جھکائے سعید صاحب کو دیکھا۔

"پریشان لگ رہے ہو۔" ان کے سامنے بیٹھے واجد صاحب نے سوال کیا۔

"ہاں۔" انہوں نے انکار نہیں کیا تھا۔

"خیریت ہے؟" واجد صاحب کے پوچھنے پر انہوں نے مختصراً انہیں جیلانی فیملی کے بارے میں بتایا تھا۔

"پھر تم نے اب کیا سوچا ہے۔"

"سوچنے کے لیے اب بچا ہی کیا ہے۔"

وہ مایوسی سے بولے۔ "پہلے انابیہ کو لے کر پریشان تھا کیا بتاؤں اس کو اور اب فوزیہ اور اس کے بھائی نے نیا شوشا چھوڑ دیا ہے۔ میں کیسے انہیں سب بتاؤں وہ میری بات کا یقین نہیں کریں گے۔ غفران مجھ سے اس کے اپنوں کا ثبوت مانگ رہا ہے تو کیا کہوں وہ تو جیسے کہیں غائب ہی ہو گئے ہیں اور جو امید تھی وہ بھی ختم ہو گئی اس لڑکے نے کہا انابیہ آزاد ہے مطلب ان لوگوں نے اسے اپنا سمجھا ہی نہیں ہو گا۔ میں خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا ہوں۔"

واجد اب چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھنے لگے۔

"غفران انابیہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تم؟؟ میں کیسے جانتے بوجھتے اس بچی کو اس کے نکاح میں دے دوں وہ تو اس کے سامنے سے بھی خوف کھاتی ہے اور میں جو اسے اس کے اپنوں کی کہانی سناتا تو جس کے انتظار میں وہ کتنے سالوں سے بے چین ہے اسے کیسے کہوں وہ حقیقت نہیں فریب تھا بھول جاؤ سب۔ کیا بھولنا اتنا آسان ہے۔" کہہ کر وہ خاموش ہو گئے تھے۔

کچھ دیر کے بعد کچھ یاد آنے پر انہوں نے چونک کر واجد صاحب کو دیکھا تھا۔

"واجد کچھ عرصہ پہلے تم نے بھی انابیہ کے لیے خواہش کا اظہار کیا تھا؟"

"ہاں لیکن تم نے ہی منع کر دیا تھا۔"

"ہاں" تب بات اور تھی کیا تمہارا بیٹا اب بھی انابیہ سے شادی کرنا چاہتا ہے؟" وہ بڑی امید سے واجد صاحب کا چہرہ دیکھ رہے تھے جن کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

"تم اس سے بات کرو میں نکاح کے لیے تیار ہوں۔"

"وہ اب نہیں مانے گا کیونکہ اس کی ماں اس کا رشتہ طے کر چکی ہے۔" وہ ان سے نظریں نہیں ملا سکے۔

CamScanner

ہے اور سعید صاحب جانتے تھے وہ جھوٹ بول رہے ہیں، وہ خاموش ہو گئے تھے۔

"سعید! میری بات تو انابیہ کی شادی غفران سے کر دو کیونکہ جتنا فوزیہ انابیہ اور اس کی ماں کو بدنام کر چکی ہے کوئی بھی انابیہ کو اپنانے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔"

"فوزیہ جھوٹ بولتی ہے واجد! عفت گل نے کوئی غلطی یا گناہ کیا ہے تو وہ اس کا عمل تھا اس میں میری معصوم بچی کا کیا واسطہ وہ معصوم تو آج تک بھی گھر سے اکیلی کہیں باہر نہیں نکلی نہیں کسی غیر آدمی کے سامنے کہیں جاتی۔ وہ تو پاکیزہ ہے تو کوئی کیسے اسے اپنانے سے انکار کرے گا۔"

"بات اس کے علاوہ بھی ہے سعید!" وہ نظریں چراتے ہوئے بولے۔

"مجھے پتا ہے تمہیں برا لگے گا لیکن دوست ہونے کے ناطے میرا فرض ہے کہ میں تمہیں آگاہ کروں کہ لوگ پیٹھ پیچھے کیا باتیں کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ رکے جیسے آگے کی بات کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہے ہوں۔

"لوگ کہتے ہیں کہ تم انابیہ کی شادی ہی نہیں کرنا چاہتے کیونکہ"

انہوں نے کہتے سے پہلے نگاہ جھکا لی کیونکہ سعید صاحب انہیں دیکھ رہے تھے "کیونکہ تمہاری خود کی نظر ہے اس پر۔"

واجد صاحب کی بات پر پہلے تو وہ ساکت رہ گئے اور پھر ایک دم ان کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں اور چہرے کا رنگ خطرناک حد تک سرخ پڑ گیا تھا۔

"واجد" وہ چیخ پڑے تھے۔ "ہوش میں ہو تم کیا کہہ رہے ہو۔ وہ بچی میری بچی، میری تو اسی کی عمر کی ہے اس کی ماں میری بہن کی طرح تھی۔ اتنی گندی بات تمہارے دماغ میں آئی بھی کیسے؟"

ان کا بس نہیں چل رہا تھا سامنے بیٹھے اپنے دوست کا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دیں۔

"سعید! میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا میں تمہیں صرف وہی بتا رہا ہوں جو لوگ کہہ رہے ہیں۔ اس محلے سے ہی پانچ چھ رشتے انابیہ کے لیے آئے تھے۔ لیکن تم نے سب کو انکار کر دیا۔ وہی لوگ اب ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ کچھ ان باتوں کو رنگ دینے والی تمہاری اپنی بیوی ہے۔ اسی لیے تم سے کہہ رہا ہوں جتنی جلدی ہو سکے انابیہ کی شادی کر دو اور اس وقت غفران سے زیادہ موزوں کوئی رشتہ نہیں۔"

وہ تو جیسے سن ہو کر رہ گئے تھے۔ دماغ میں جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔ ان کی ساری عمر کی نیک نامی تنکوں کی طرح ہوا میں اڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ اگر ایسی بات انابیہ نے سن لی تو وہ پریشان ہو اٹھے۔

"سعید! میرے بھائی!"

سعید صاحب نے انہیں صرف ہاتھ اٹھا کر بات کرنے سے روک دیا۔ ان کے قدم گھر کی طرف اٹھے تھے۔ صرف ایک محرم رشتہ نہ ہونے کی وجہ سے اتنا گھٹیا الزام لگنے کے بعد دوسرا احساس بے بسی کا تھا جو ان کی آنکھوں میں آنسو لے آیا تھا۔ اور جو فیصلہ وہ کتنے عرصے سے نہیں کر پا رہے تھے وہ اس ایک پل میں ہو گیا تھا۔ انہیں اپنی انابیہ کو ایک ایسا رشتہ دینا تھا جو محرم ہو جس کے لیے اسے معاشرے کو جواب دہ نہ ہونا پڑے۔

☆☆☆

"آپ نے اچانک آ کر مجھے سرپرائز کر دیا۔" حذیفہ نے طالب کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم جانتے ہو مجھے سرپرائز کرنا اچھا لگتا ہے۔" وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"جانتا ہوں لیکن اس بار لگتا ہے سرپرائز بڑا ہے۔" اس نے شرارتی انداز میں اسے دیکھا۔

"مطلب؟" طالب نے ابرو اچکائے۔

"مطلب تو آپ ہی بتائیں گے۔" وہ جواب بھی مسکرا کر بولا۔

"او بھائی میرے دماغ میں پہلے ہی دس چیزیں چل رہی ہوتی ہیں تم بتاؤ تم کس کی بات

کر رہے ہو۔"
"وہ جسے آپ ساتھ لائے ہیں۔"
حذیفہ نے اس کے پیچھے اشارہ کیا جہاں اہم
اپنے لیے شاپنگ کر رہی تھی۔
"اچھا۔" وہ مسکرا کر بولا تب ہی ویٹر کافی اور
اسنیکس لے کر آیا تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔
"یہ کوئی سرپرائز نہیں کزن ہے بس پاکستان
دیکھنا چاہتی تھی تو ساتھ لے آیا۔" وہ کندھے اچکا کر
بولا۔
"یعنی گھر والے تو کچھ اور ہی سوچ رہے
ہیں۔"
حذیفہ نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے اسے اطلاع
دی۔
"جانتا ہوں۔" اب کی بار وہ سنجیدگی سے بولا۔
"پھر؟"
"پھر کیا؟" حذیفہ کے پوچھنے پر طالب نے
سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"اچھی لڑکی ہے، آپ کو سوچنا چاہیے کیونکہ
بڑی اما آپ کو لے کر پریشان ہیں۔"
"اما کی تو عادت ہوگئی ہے۔" وہ سر جھٹک کر
بولا۔ "تم جانتے ہو میرے نزدیک عورت نامی مخلوق
سب سے زیادہ ناقابل اعتبار ہے اور شادی کا مطلب
پیار اور اعتبار کا رشتہ یعنی سب سے مضبوط رشتہ اور
میرے نزدیک سب سے کمزور اور ناقابل اعتبار
رشتہ۔" وہ تلخی سے بولا تو کچھ دیر کے لیے حذیفہ بول
ہی نہیں سکا۔
"بھائی سب عورتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ کیا
ہماری مائیں اس بات کا ثبوت نہیں۔ آپ سب وہم
دل سے نکال کر تو دیکھیں۔"
طالب نے گہرا سانس لے کر کرسی کی پشت
سے ٹیک لگائی۔
"مجھے خوب صورت چہروں سے خوف
آتا ہے۔ ان چہروں کے کئی روپ ہیں۔ معصوم،
شوخ، دلربا لیکن ہر روپ میں ناگن جو پہلے اپنی
اداؤں سے پھانستی ہیں۔ اپنے شکنجے میں کستی ہیں اور
آخر اپنے زہر سے جان لے لیتی ہیں۔" اس کے
چہرے پر کچھ اذیت تھی۔ حذیفہ نے وہ اذیت فوراً ہی
محسوس کی تھی۔
"بھائی میں نے کہا نا سب ایک جیسی نہیں
ہوتیں۔"
"نہیں ہوتی ہوں گی لیکن میں کسی لڑکی سے
محبت نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے اس لفظ پر اس جذبے پر
یقین نہیں۔" حذیفہ جیسے ریلیکس ہو کر مسکرایا۔
"جب آپ کو محبت ہوگی ناں پھر آپ سب
بھول جائیں گے اور اعتبار بھی آجائے گا۔"
اس کے شرارتی انداز پر طالب ایسے مسکرایا جیسے
کوئی بچے کی بچکانہ بات پر مسکراتا ہے۔
"مجھے بھی کسی لڑکی سے محبت نہیں ہو سکتی۔" وہ
پورے یقین سے بولا تھا۔ "چاہے مجھے کہ آپ کے
دل کی جگہ پتھر فٹ ہے لیکن آپ محبت نہ کریں بس
شادی کرلیں۔" اس کے کہنے پر وہ سر جھٹک کر رہ
گیا۔
"میری چھوڑو، تم اپنی کہو۔" اب کے طالب
نے بغور اسے دیکھا۔
"میرا کیا ہے سادہ سا بندہ ہوں کھلی کتاب جیسا
جسے ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ آپ کی طرح مسٹری مین
نہیں ہوں۔" وہ اب اپنا سینڈوچ اٹھاتے ہوئے
شرارت سے اسے دیکھ کر بولا۔ "مسٹر سیدھی سادی
کتاب! مجھے مشورے دینے کے بجائے خود شادی
کرلو گھر کی خواتین کو شادی سے مطلب ہے اب
چاہے وہ میری ہو یا تمہاری۔"
"کتنے کے آپ ہیں۔"
"صرف تین سال"
"جو بھی ہے پہلے آپ کی ہوگی۔" اس سے
پہلے طالب مزید کچھ کہتا اہم اپنی شاپنگ کر کے آگئی
تھی اس کے آتے ہی دونوں نے اپنا موضوع بدل دیا
تھا۔

☆☆☆

CS CamScanner

وہ کب سے بیٹھی منتظر نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی جنہوں نے اسے خاص بات کے لیے بلایا تھا اور اب سر جھکائے نجانے کن سوچوں میں گم تھے۔

"بابا!" اسے اس خاموشی سے خوف آ رہا تھا۔ اس لیے بے ساختہ انہیں پکار بیٹھی انہوں نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر کچھ دیر یونہی دیکھتے رہے ان کے انداز سے ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر گھٹنوں کے بل ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"بابا کیا ہوا بتائیں مجھے۔"

"انابیہ! تم مجھ پر کتنا یقین کرتی ہو۔"

"میں خود سے زیادہ آپ پر یقین کرتی ہوں۔" وہ ایک لمحہ بھی سوچے بغیر تیزی سے بولی تھی۔

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے لیے کچھ برا کروں گا یا سوچوں گا۔"

"آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ اب نم لہجے میں بولی تھی۔

"میرے سوال کا جواب نہیں بیٹا۔"

"بابا! نہ مجھے اپنے بابا یاد ہیں نہ میری ماں کے ساتھ میری کوئی خاص یادیں ہیں۔ آپ نے مجھے ماں باپ دونوں بن کر پالا ہے میں کیسے آپ کی کسی بات سے انکار کر سکتی ہوں۔"

"اگر میں تمہارے لیے کوئی فیصلہ کروں تو کیا تم اسے قبول کرو گی؟"

"آپ حکم کریں بابا!" وہ مسکرا کر پریقین لہجے میں بولی۔ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر سعید صاحب نے ایک پل کے لیے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"میں نے تمہاری اور غفران کی بات طے کر دی ہے بلکہ کل نکاح ہے تمہارا۔"

وہ کتنی دیر ان کا چہرہ دیکھتی رہی جیسے امید ہو کہ ابھی وہ مسکرا کر کہہ دیں گے کہ وہ مذاق کر رہے تھے لیکن ان کا جھکا سر اس کے خیال کی نفی کر گیا تھا۔

"بابا!"

"انابیہ! میری گڑیا! اپنے بابا سے کوئی سوال نہ کرنا تمہارے کسی سوال کا جواب میرے پاس نہیں۔ میں جانتا ہوں میری غلطی ہے میں نے تمہیں غلط آس دلائی تھی تم نے سچ کہا تھا ڈھونڈا انہیں جاتا ہے جو گم ہو جاتے ہیں جو ملنا ہی نہ چاہیں جو کوئی رشتہ نہ رکھنا چاہیں۔ انہیں ڈھونڈ کر بھی کیا فائدہ.... تمہارا بابا تمہاری ماں سے کیا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔

میری امید ختم ہو گئی ہے۔ اب ان کی تلاش بے کار ہے۔ میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں آج ہوں کل نہیں ہوں میں تمہیں یوں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اسی لیے تمہارے لیے کوئی مضبوط رشتہ چاہتا ہوں جس پر دنیا کوئی سوال نہ اٹھا سکے۔ غفران تمہیں پسند کرتا ہے وہ تم سے کوئی دل لگی نہیں کر رہا وہ تمہیں اپنانا چاہتا ہے تب ہی تو بار بار انکار کے باوجود پیچھے نہیں ہٹا۔ پہلے مجھے امید تھی لیکن اب کچھ ایسا نہیں رہا جس کی وجہ سے میں تمہیں مزید انتظار کرواؤں۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ جبکہ وہ سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔

یوں ہی اسے یونہی خاموش دیکھ کر سعید صاحب نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔

"انابیہ! میں جانتا ہوں میں غلط کر رہا ہوں لیکن میں مجبور ہوں۔ مجھے پروا نہیں لوگ مجھے کیا کہتے ہیں۔ مجھے پروا ہے کہ میری پاک دامن بچی کے آنچل پر بدنامی کا ذرا سا بھی دھبہ نہ لگے۔" ان کا لہجہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ انابیہ نے زور سے گہرا سانس لیا اور سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"بابا! مجھے آپ پر پورا یقین ہے آپ نے جو بھی فیصلہ کیا ہے مجھے منظور ہے۔" اس نے اپنے سر سے ان کا ہاتھ بڑی عقیدت سے اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما تھا۔ وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ مسکرائے تو انابیہ بھی مسکرا دی یہ الگ بات تھی کہ دونوں کی مسکراہٹ میں کرب نمایاں تھا۔

☆☆☆

سعید صاحب ابھی ابھی وہاں سے اٹھ کر گئے تھے۔ جبکہ پیچھے بیٹھے ماموں کی باتوں پر بے یقین سے تھے

جیسے ہر ایک کی بے تکلفی کا الگ عالم تھا۔

"کیا ابا جی اتنی جلدی مان گئے۔" فوزیہ سب سے پہلے بولی تھیں۔

"دادا جی کی تو خیر ہے میں تو اناہیہ کے بارے میں سوچ رہی تھی وہ کیسے مان گئی۔" غفران جو خوش گوار حیرت میں مبتلا اناہیہ کے تصور میں گم تھا۔ شائستہ کی بات پر ناگواری سے اسے دیکھا۔

"کیوں اس میں حیرت کیا ہے؟" اس کے انداز پر شائستہ نے گڑبڑا کر ماں کو دیکھا جو آنکھیں نکال کر اسے کچھ الٹا سیدھا بولنے سے روک رہی تھیں۔

"نہیں ماموں! میرا مطلب تھا، وہ آپ سے اتنا ڈرتی ہے تو اس لیے۔" وہ بمشکل بات سنبھالتے ہوئے بولی۔ "ارے ڈرتی ورتی نہیں بس ذرا سے کتراتی ہے بھولے پن کے، ورنہ میرے بھائی جیسا خدا ترس اور شفقت والوں کو ملتا ہے۔ ایسے رشتوں کے لیے لوگ جوتیاں گھسا دیتے ہیں اور اسے گھر بیٹھے بغیر محنت کے مل گیا ہے۔"

"پھر آپا! ڈرانے تو نہیں کرتی میری اناہیہ تو بڑی بھولی ہے۔"

غفران نے بڑے دلار کے ساتھ میری اناہیہ کہا تھا۔ یعنی ابھی سے اسے اپنی ملکیت تصور کر لیا تھا۔ فوزیہ اور اس کی بیٹیوں کو یہ بات کافی ناگوار گزری تھی۔

"بھائی جان! آپ بھی کچھ بولیں۔" کب سے خاموش بیٹھے شکیل صاحب نے چونک کر غفران کو دیکھا۔

"میں کیا کہوں، تم لوگوں کی باتیں سن رہا ہوں۔ ابا جی نے اگر ہاں کی ہے تو ضرور اناہیہ کی مرضی سے کی ہوگی ایک بچی اپنے گھر کی ہو جائے گی۔ اس سے اچھا اور کیا ہوگا اور ابا جی بھی اپنی ذمہ داری ادا کر کے اپنے فرض سے آزاد ہو جائیں گے۔" ان کے کہنے پر جہاں غفران نے خوشی سے سر ہلایا وہیں فوزیہ نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"آپا! کل میں آپ کو کچھ پیسے دوں گا اناہیہ کے لیے اچھی سی شاپنگ کر کے لے آئیں نکاح کا جوڑا میں خود پسند کروں گا۔" وہ خوشی خوشی اپنی پلاننگ بتانے لگا۔

"تمہیں پتا ہے غفران! آج کل مہنگائی ہے اور پھر اچھی چیزیں مہنگی بھی ہوتی ہیں۔"

"آپا! دس لاکھ دوں گا۔ کافی نہیں ہوا اور بھی دوں۔" فوزیہ کے ساتھ شائستہ اور عنا کا منہ بھی کھل گیا تھا۔

"ماموں! ہمیں شاپنگ نہیں کروائیں گے۔" عنا خوشامدی انداز میں بولی۔

"کیوں نہیں جو تمہیں پسند آئے لے لینا۔" وہ واقعی کافی خوش لگ رہا تھا جبکہ فوزیہ دل ہی دل میں حساب لگانے لگیں وہ کیسے دس لاکھ کا صحیح استعمال کر سکتی ہیں۔

"ذرا جاؤ چائے بناؤ اور ماموں کا منہ میٹھا کرواؤ۔" شکیل صاحب کے کہنے پر عنا کھڑی ہوئی، جب غفران نے روک دیا۔

"آپ رہنے دیں بھائی جان! میں ذرا اوپر چکر لگا آؤں۔ چائے بھی وہیں پیوں گا۔" وہ مسکرا کر کھڑا ہو گیا جبکہ فوزیہ تپتی وہیں تلملائی ہوئی سیڑھیوں کی طرف دیکھتی رہیں۔

☆☆☆

وہ کچن میں ہاتھ میں پکڑی چھری کو بے خیالی میں گھما رہی تھی آہٹ پر اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا اور سامنے کھڑے شخص پر نظر پڑتے ہی چھری پر اس کی گرفت سخت ہوئی وہ چونک کر کھڑی ہوئی۔ وہ دل چسپی سے اسے دیکھتا ہوا سیدھا اس کے مقابل آ کر کھڑا ہو گیا۔

اناہیہ نے نظروں کا زاویہ بدل کر سعید صاحب کے کمرے کی طرف دیکھا۔

"کیسی ہو؟"

"ٹھیک۔" کہنے کے ساتھ اس نے چھری واپس

ری والی ٹوکری میں رکھ دی۔
"بیٹھنے کو نہیں کہو گی؟"
"بیٹھیں میں بابا کو بلاتی ہوں۔"
"نہیں میں تم سے ملنے آیا ہوں۔ بیٹھو۔" اس کو
ری کھڑا دیکھ کر اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "ابھی
تھوڑی دیر پہلے چاچا جی ہمارے نکاح کی رضامندی
دے کر گئے ہیں میں تم سے پوچھنے آیا ہوں۔ تمہاری
رضامندی شامل ہے یا نہیں۔"
وہ تو ایسے پوچھ رہا تھا جیسے وہ انکار کرے گی اور
وہ پیچھے ہٹ جائے گا۔ اس کو مسلسل خاموش دیکھ کر
غفران کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔
انابیہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور
بے ساختہ سر اثبات میں ہلا دیا۔ اس کے سر ہلاتے ہی
اس کے تاثرات یکسر بدل گئے تھے۔
"انابیہ! میں بتا نہیں سکتا میں کتنا خوش ہوں
تمہاری رضامندی میرے لیے بہت اہمیت رکھتی
ہے۔ میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا۔ جب تمہیں اس
دوسرے کے گھر میں کام کرتا دیکھتا ہوں مجھے بہت برا
لگتا ہے اب جب تم میری ہو گی۔ تو کوئی کام کرنے
نہیں دوں گا۔"
وہ بڑے جوش سے اپنے خیالات اسے سنا رہا
تھا اور وہ بڑے ضبط سے اس کے سامنے بیٹھی سن رہی
تھی۔
"میں نے آپا کو پیسے دیے ہیں نکاح کی
شاپنگ کے لیے لیکن نکاح کا جوڑا میں خود تمہارے
لیے لوں گا بالکل تمہارے شایانِ شان۔"
وہ کہنے کے بعد مشتاق نظروں سے اسے دیکھنے
لگا جو سر جھکائے گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی
تھی۔
اس نے بغور اس کے حلیے پر نظر ڈالی وہ ہمیشہ کی
طرح عام سے گھسے ہوئے کپڑوں میں بھی خاص لگ
رہی تھی۔
"ویسے تو میں چاہتا تھا پوری رقم تمہارے ہاتھ
پر رکھتا لیکن آپا کو تو جانتی ہو وہ ناراض ہو جاتیں۔ اس
لیے ساری رقم انہیں دے کر آیا ہوں تا کہ کوئی بدمزگی
نہ ہو۔ لیکن تم پریشان نہ ہونا۔ سب تمہاری پسند کے
مطابق ہو گا۔" وہ اس سے ایسے بات کر رہا تھا جیسے ان
کے درمیان بہت بے تکلفی ہو۔
"تم بھی کچھ بولو؟"
اب اسے اس کی مسلسل خاموشی محسوس ہوئی
تھی۔
"میں کیا کہوں۔" وہ بے چارگی سے بولی۔
غفران نے ماتھے پر بل ڈال کر اس کا پریشان حال
چہرہ دیکھا جہاں کوئی خوشی نہیں تھی۔ اس سے پہلے وہ
مزید بات کرتا اس کا موبائل بجا تھا اس نے ناگواری
سے موبائل نکالا اور نمبر پر نظر پڑتے ہی اس کے
تاثرات بدلے تھے۔
اس نے بے ساختہ سامنے دیکھا لیکن وہ ویسے
ہی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ بغیر کوئی بات کیے تیزی
سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ اس کے جاتے ہی
انابیہ جھکا سر اٹھا کر گہرے سانس لینے لگی کب سے
رکے آنسو تیزی سے بہنے لگے تھے۔
وہ دروازے سے باہر نکلتے ہی اس نے تیزی سے
فون آن کیا۔
"ہیلو!" دوسری طرف سے پتا نہیں کیا کہا گیا
تھا کہ وہ ماتھے پر بل ڈال کر ہونٹ بھینچ گیا۔
"کیا ہر چیز کا حساب دینا ضروری ہے۔ مجھے
کوئی ضرورت نہیں ہو سکتی۔"
"مطلب" وہ چونک کر بولا۔ "دو دن پہلے تک
تو سب ٹھیک تھا اچانک کیا ایمرجنسی ہو گئی ہے۔"
دوسری طرف کی بات سنتے ہوئے اس کا غصہ بڑھتا
جا رہا تھا۔
"اچھا ٹھیک ہے میں منٹ تک پہنچ جاؤں
گا۔" وہ خود پر کنٹرول کرتے ہوئے بولا۔
"کل کیسے آؤں میرے باپ کا جہاز نہیں
ہے۔" اب وہ غصے سے بولا۔
"کیا تم نے میری سیٹ بک کروا دی ہے۔" وہ
پھر بگڑ کر رہ گیا۔

CamScanner

"سیٹ کینسل کروا دو میں وعدہ کرتا ہوں میں
سنڈے سے پہلے آ جاؤں گا۔"
اب کے وہ خوشامدی انداز میں بولا۔ جواباً کچھ
نہیں کہا گیا تھا وہ دوبارہ ہونٹ بھینچ گیا اور فون
کان سے ہٹایا اور غصے سے موبائل گاڑی کی سیٹ
پہ دے مارا۔ تھوڑی دیر وہیں کھڑے رہ کر اس نے خود
کو ریلیکس کیا تھا اور دوبارہ گھر کے اندر داخل ہوا۔
"ارے غفران! تم گئے نہیں ابھی۔" فوزیہ نے
حیرت سے اسے دیکھا۔
"آپا! آپ ابھی میرے ساتھ شاپنگ پہ چلیں
نکاح کی رسم آج رات کو ہی ہوگی۔"
فوزیہ کے ساتھ شانزے اور عمارہ نے بھی حیرت سے
اسے دیکھا۔
"غفران! ایسا کیا ہو گیا ہے۔ اکلوتے تم
میرے بھائی ہو میرے بھی کچھ ارمان ہیں۔ کیسے
یوں روکھا پھیکا تمہارا بیاہ کر دوں۔ پہلے ہی تمہارے
ماں باپ نہیں اب بہن کے ہوتے یوں یتیموں کی
طرح شادی کرو گے۔" فوزیہ نے بروقت اپنے لہجے کو
رقت آمیز بنایا۔
"لیکن آپا! میرے پاس ٹائم نہیں۔ مجھے کل
واپس آسٹریلیا جانا ہے۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔
"ہاں تو میرے بھائی تم سے جاؤ۔ یہ شادی
ہے مذاق تو نہیں۔ تم اپنا سوچ رہے ہو۔ انابیہ کا بھی تو
سوچو۔ لڑکی ہے اس کے بھی اپنی شادی کے کچھ
ارمان ہوں گے۔ پہلے ہی بے چاری کے ماں باپ
نہیں۔ اب بے چاری منہ سے کچھ نہیں کہتی اس کا
مطلب یہ تو نہیں کہ اس کے کوئی ارمان نہیں ہوں گے
اور پھر تم یوں کرو گے تو اسے لگے گا کہ تمہیں بھی اس کی
خوشی کا احساس نہیں۔ نکاح کر کے اس پہ احسان
کر رہے ہو اور دوسرا آج نکاح کرو گے کل چلے جاؤ
گے تو وہ بے چاری پھر بیچ میں لٹکی رہے گی۔"
غفران کے تنے ہوئے تاثرات ڈھیلے پڑے
تھے اور فوزیہ نے بھی سکون کا سانس لیا۔
"لیکن آپا! میں یوں نہیں جا سکتا۔ پتا نہیں مجھے
آنے میں کتنی دیر لگتی ہے اور اگر اس دوران چاچی یا
انابیہ کی نیت بدل گئی تو۔ میں رسک نہیں لے سکتا۔"
وہ ایک بار پھر تیزی سے اترنے لگا۔ فوزیہ نے دانت
پیستے ہوئے اس عاشق کو دیکھا۔
"تو کون کہتا ہے تم کوئی رسم کیے بغیر چلے جاؤ۔
ابھی منگنی کر لیتے ہیں جب تم آؤ گے تو دھوم دھام
سے شادی کریں گے۔"
"منگنی!" اس نے پرسوچ انداز میں دہرایا۔
"ہاں منگنی اس کے ہاتھ میں تمہارے نام کی
انگوٹھی کا مطلب ہے وہ تمہاری ہے۔" فوزیہ نے جیسے
اسے یقین دلایا تھا۔
"وہ میری ہے۔" اس دوران وہ پھر ہار گیا
تھا۔

☆☆☆

اس نے چھراتی نظروں سے سامنے رکھے
جھلملاتے جوڑے کو دیکھنے کے بعد پاس کھڑی شانزے
کو دیکھا۔
"جلدی سے تیار ہو جاؤ ورنہ پھر سب انکار کر دے
گی۔" کہہ کر وہ باہر نکل گئی جبکہ اس کا اپنی آنکھوں پہ
اعتبار کرنا مشکل ہو گیا تھا۔
تب ہی دستک دے کر سعید صاحب اندر
آئے۔ "بابا!" وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔
"آپ نے تو کہا تھا ہفتے کو پھر آج کیوں۔"
وہ خوف زدہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔
"یہ تو ہونا ہی تھا۔ کیا فرق پڑتا ہے اگر آج
ہو رہا ہے۔" انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے
لاپروائی سے کہا تو وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی۔
"غفران کو واپس جانا ہے اس لیے نکاح نہیں
ہو رہا صرف منگنی ہے۔
اس کی واپسی پہ اب نکاح کے ساتھ رخصتی بھی
ہوگی۔" ان کا انداز سپاٹ تھا۔
انابیہ نے نظریں جھکا لیں ان کا انداز اسے
بتا رہا تھا وہ بھی اب اس سے جان چھڑانا چاہتے تھے
وہ مزید کوئی بات کیے بغیر پاس پڑا جوڑا اٹھا کر واش روم

میں بند ہو گئی۔ ان کے جاتے ہی سعید صاحب نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی تھی۔ آنسو بار بار آنکھوں کی سطح گیلی کر رہے تھے۔ وہ ایک نظر بیٹی پر ڈال کر باہر نکل گئے۔

انہوں نے مسکراتے ہوئے نظر سامنے کی تو جہاں ان کی نظریں ساکت ہوئیں وہیں مسکراہٹ بھی سمٹ گئی تھی۔ عدا اور شائستہ کے درمیان وہ تھی۔ نظریں جھکائے ذرا سی ہوئی لیکن انتہا کی خوب صورت دکھ رہی تھی۔ انہوں نے دوبارہ سر تا پیر اس کا جائزہ لیا۔ انہوں نے اس کے لیے معمولی سا لباس لیا تھا جو کہ اس کے لیے چھوٹی بازار والی تک نے سلائی کی۔ وہ جانتی تھیں وہ عام سی لگے گی لیکن اتنی احتیاط کے باوجود وہ سب سے نمایاں لگ رہی تھی جبکہ ان کی بیٹیاں انہوں نے دائیں بائیں نظریں گھمائیں۔ ان کا لباس انہوں نے خوب صورت اور قیمتی لیا تھا۔ وہ دونوں مہنگے ترین پارلر سے تیار ہوئی تھیں لیکن اس کے سامنے ان کی حالت ایسی تھی جیسے چراغ کے آگے اندھیرا۔ انہوں نے ہونٹ بھینچ کر اپنے بھائی کو دیکھا جس کی نظریں اس پر سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔ وہاں کھڑے باقی لوگوں کی نظریں بھی اس پر رکی تھیں۔

سعید صاحب نے محلے میں سے کچھ لوگوں کو بلایا تھا کیونکہ وہ ان کو بتانا چاہتے تھے کہ اناہیہ کس سے منسوب ہے تاکہ جو غلط باتیں لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ مٹ جائیں۔ ان کے پاس بیٹھتے ہی فوزیہ نے ایک انگوٹھی اناہیہ کی طرف جبکہ دوسری غفران کی طرف بڑھائی۔ اس کے انگوٹھی تھامتے ہی غفران نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ اناہیہ کی نظر اس کے ہاتھ پر ایک پل کے لیے رکی اور کپکپاتے ہاتھ سے اس نے انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال دی تھی۔

غفران نے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا لیکن وہ نظر جھکائے گود میں رکھے اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔ سعید صاحب نے چونک کر اسے دیکھا وہ انہیں حواسوں میں نہیں لگی تھی۔

"اناہیہ!" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"بیٹا ہاتھ بڑھاؤ۔" ان کے کہنے پر اس نے غفران کی طرف دیکھے بغیر اپنا ہاتھ بڑھایا تھا جسے اس نے تھام لیا تھا۔ اس کی گرفت سخت ہوئی تو اس نے گھبرا کر دیکھا اس کے دیکھنے پر وہ مسکرایا اور انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال دی۔

"منگنی مبارک ہو۔" اس کا ہاتھ چھوڑ کر وہ اس کے قریب جھک کر سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"اتنی خوب صورت لگ رہی ہو کہ دل نہیں مان رہا کہ تمہیں ایسے چھوڑ جاؤں لیکن مجبوری بہت بڑی ہے پر کوئی نہیں اب تو تم میری ہو گئی ہو۔ بس کچھ دن پھر یہ دوریاں ختم ہو جائیں گی اور تم ہمیشہ کے لیے میری ہو جاؤ گی۔"

پریشان بیٹھی اناہیہ کی یہ سن کر سانس ہی جیسے رک گئی تھی کہ وہ اس کی ہو جائے گی۔

☆☆☆

"میں کیا کوہ قاف میں رہتا ہوں جہاں فون نہیں ہو سکتا یا وہاں جانے کا راستہ گوگل میپ سے غائب ہو گیا تھا۔" عمیر نے اپنے سامنے بیٹھے طالب اور حذیفہ کو گھور کر دیکھا اس کے گھورنے پر حذیفہ کے ساتھ قاسم اور طالب کی بھی ہنسی نکل گئی تھی۔

"میں نے کیا تم لوگوں کو لطیفہ سنایا ہے جو اپنی ہنسی کی نمائش کر رہے ہو۔"

"بھائی آپ جیسے خود بہت بڑا لطیفہ ہیں سنانے کی کیا ضرورت ہے۔" قاسم کی زبان میں کھجلی ہوئی تھی۔

"شرم نہیں آ رہی نا تم لوگوں کو۔" عمیر دانت کچکچا کر بولا۔

"عمیر! اتنی اوور ایکٹنگ کیوں کر رہے ہو۔" طالب کے کہنے پر اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ ہفتہ ہو گیا ہے تمہیں آئے اور تم نے ملنا ضروری نہیں سمجھا۔"

"ایک منٹ اپنی فضول ایکٹنگ کو لگام دے کر بتاؤ تم تو آبشار تمہیں بتائے بغیر کی چھٹیوں کے لیے باہر جاتا ہوں پہلے تو تم نے بھی اس طرح کے جھوٹے نخرے نہیں کیے۔"

"پہلے تم ایسی چیز بھی ساتھ نہیں لائے۔" اس نے آنکھوں سے ارحم کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے اشارے پر سب ارحم کی طرف دیکھا۔

"کون ہے۔" طالب نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ آپی نے تو کچھ اور بتایا ہے۔" وہ آنکھیں مٹکا کر بولا۔

"کیا کہا ہے آپی نے؟" طالب کو اب غصہ آ رہا تھا جو محفل پر موجود سب لوگوں کو محسوس ہوا تھا۔ حذیفہ نے طالب سے نظر ہٹا کر ارحم کو دیکھا جو سب کو دیکھ رہی تھی۔

"خیر تم یہ سب چھوڑو یہ بتاؤ تمہیں کیسے پتا چلا ہم یہاں ہیں۔"

"فون کیا تو آپی نے بتایا تم لوگ ڈنر کے لیے گئے ہو تو میں بس یہیں پہنچ گیا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں جب ملنے لگے وہاں آپ سب سے پہلے پہنچتے ہیں۔" قاسم نے کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی تھی۔

طیبہ نے اسے گھور کر دیکھا جبکہ وہ کندھے اچکا کر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

جانے کیسے پلیٹ پر اس کے ہاتھ کی گرفت ایک پل کے لیے ڈھیلی پڑی تھی کانچ کی پلیٹ سلپ سے ہو کر زمین پر گری اور کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنے ہونٹوں تک گیا۔ دل کی دھڑکن بے تحاشا بڑھ گئی تھی۔ تیز قدموں کی آواز پر اس نے تیزی سے جھک کر ٹکڑے سمیٹنے چاہے تب ہی کونے میں رکھا گلاس بھی لڑھک کر نیچے آیا اور مزید کرچیوں کی آواز پھیل گئی۔

"یہ کیا کر رہی ہو مرادو؟" قدموں اس کے قریب آ کر رکے اور تیز چنگھاڑتی آواز بالکل اس کے قریب سے آئی تھی۔

جلدی جلدی سمیٹنے کے چکر میں کئی ٹکڑے ہاتھ پر لگ گئے تھے۔

فوزیہ نے غصے سے اسے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور تھپڑ اس کے گال پر دے مارا اور وہ جو بالوں کے کھنچنے پر سسکی تھی۔ تھپڑ لگتے ہی جیسے ساکت ہوئی۔

"تمہیں کب سے دیکھ رہی ہوں تمہیں کیا ہوا ہے تمہارے پر نکل آئے ہیں۔ مہارانی کی طرح ہر وقت بیٹھی رہتی ہو کام کے لیے تمہیں دس آوازیں دینی پڑتی ہیں اور کام کرتی ہو تو یہ نقصان کرتی ہو۔ میرا اتنا قیمتی ڈنر سیٹ تھا جس کی پلیٹ توڑ دی ہے اب یہ نقصان تمہارا باپ پورا کرے گا۔"

کہنے کے ساتھ انہوں نے اس کے زخمی ہاتھ کو بری طرح مروڑا کہ وہ بلبلا کر رہ گئی۔

"جس نقصان پر تم ہاں کر کے اتنا کر رہی ہو وہ تمہارا جہیز بعد میں میرا بھائی چپکے ہے۔ آئی بھی اب دفع ہو جاؤ۔" انہوں نے اسے بازو سے کھینچ کر دروازے کی طرف دھکا دیا۔ وہ روتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

نماز پڑھ کر وہ باہر آئے تو اقصیٰ انہیں نظر نہیں آئی۔ وہ اسے دیکھنے کے لیے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔

تب ہی وہ روتے ہوئے اوپر آتی دکھائی دی چہرے سے ان کی نظر ہاتھوں تک گئی جہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ بے ساختہ اس کی طرف بڑھے۔

"ارے بیٹا میری بچی یہ کیا ہوا۔" انہوں نے بڑے احتیاط سے اس کے ہاتھ تھامے، جہاں کانچ کے ٹکڑے نظر آ رہے تھے۔ وہ اسے ساتھ لگائے اندر لے آئے صوفے پر بٹھا کر انہوں نے بغور اس کے ہاتھ کا جائزہ لیا۔

"میری بچی بہت بہادر ہے۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ کانپتے ہاتھوں سے اس کی ہتھیلی اور انگلیوں سے چھوٹے چھوٹے کانچ نکالے۔ تکلیف کے مارے اس کے ہونٹوں سے سسکی نکلی تھی۔

"بس ہو گیا میرے بچے۔" سعید صاحب کے پاس رکھی ٹشو رومال پر لگا کر اس کا زخم صاف کیا اور دوسرا رومال اس کے ہاتھ پر باندھ دیا اور ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کیے۔ تب ہی ان کی نظر اس کے بائیں گال پر پڑی تو وہ چونک کر پوچھنے لگے۔

"یہ کیسے ہوا؟" وہ بھی اس کے گال کو دیکھ کر بولے۔ "مجھے بھی بتاؤ۔"

"پلیٹ ٹوٹ گئی تھی اس کو اٹھاتے ہوئے۔" کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

"اور یہ نشان۔" انہوں نے اس کے گال کی طرف اشارہ کیا لیکن وہ خاموش رہی تھی۔

"چلو اٹھو جا کر آرام کرو میں تمہارے لیے دودھ گرم کر کے لاتا ہوں۔"

"نہیں بابا مجھے ضرورت نہیں۔"

"مجھے پتا ہے تمہارے لیے کیا ضروری ہے کیا نہیں چلو جاؤ اندر آتا ہوں میں۔" وہ سختی سے کہہ کر اٹھے وہ کچن میں آئے تو فوزیہ ابھی تک بڑبڑا رہی تھیں انہیں دیکھ کر وہ حیران ہو کر چپ ہو گئی تھیں۔

انہوں نے فریج سے دودھ نکالا اور کپ میں ڈال کر مائیکرو میں رکھا۔ فوزیہ چور نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں مائیکرو کی آواز پر انہوں نے کپ نکالا اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔

فوزیہ جو ان کے لیکچر کا انتظار کر رہی تھیں اتنی خاموشی پر ایک پل کو حیران ہوئیں اور پھر کندھے اچکاتے ہوئے باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

دودھ پیتے ہوئے ان کی نظریں اس پر تھیں جو آنکھیں بند کیے لیٹی تھی کچھ دیر بعد جب انہیں لگا وہ سو چکی ہے تو انہوں نے قدرے جھک کر اسے دیکھا۔ اور واقعی سو چکی تھی وہ اس پر پھونک مار کر کمرے سے باہر نکل آئے۔

اپنے کمرے میں آ کر انہوں نے گھڑی کی طرف دیکھا اور موبائل سے ایک نمبر ڈائل کیا۔ کچھ دیر بعد فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"ہیلو چاچا جی! سب خیریت ہے؟" دوسری طرف سے غفران کی حیران آواز سنائی دی تھی۔

"ہاں بیٹا خیریت ہے معذرت چاہتا ہوں تمہیں اتنی رات کو زحمت دی۔"

"نہیں چاچا جی زحمت کی بات نہیں، یہاں بات نہیں ہوئی ابھی۔ آپ بتائیں مجھے، ادیبہ ٹھیک ہے؟" سعید صاحب نے گہرا سانس لیا۔

"چاچا جی آپ چپ کیوں ہیں، ادیبہ ٹھیک ہے؟" ان کی خاموشی پر وہ پریشانی سے بولا۔

"بیٹا آج میں جس مشکل میں ہوں میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ادیبہ کی خوشی تمہارے ساتھ کر کے میں نے ٹھیک کیا یا غلط۔"

"آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں کچھ ہوا ہے کسی نے آپ کو میرے بارے میں کچھ بتایا ہے۔" وہ بے حد پریشانی سے بولا۔

"غفران فوزیہ کا رویہ کبھی بھی ادیبہ کے ساتھ اچھا نہیں رہا اسی وجہ سے میں اتنے سالوں سے تمہارا رشتہ لینے سے ہچکچا رہا تھا۔ میں ابھی بھی ادیبہ کی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن" انہوں نے گہرا سانس لیا۔ "تمہاری چاہ دیکھ کر لگا تم میری بچی کو خوش رکھو گے۔ اس کی عزت کرواؤ گے تو میں نے تمہاری عمر کی پروا کی نہ مزاج کی لیکن اس کے باوجود سب الٹا ہو رہا ہے فوزیہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ نوکروں کی طرح کام کرواتی ہے۔

آج تو اسے مارا بھی ہے۔ اس کے ہاتھوں پر بھی زخم تھے میں نہیں جانتا کیسے کیونکہ میری بچی تو شکایت کرنا تو آتا نہیں لیکن مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ غفران اگر تم اس کی عزت نہیں کروا سکتے تو ابھی بتا دو کہ میری بچی کوئی امید نہ لگائے اور ایک بات تم نے جو چیزیں دی، کپڑے وغیرہ ادیبہ کے لیے لیا تھا تمہاری بہن واپس لے چکی ہے۔ یہ میں تمہیں اس لیے بتا رہا ہوں کل کو وہ اس پر چوری کا الزام بھی لگا سکتی ہے۔"

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

NOVELS LAND

CamScanner

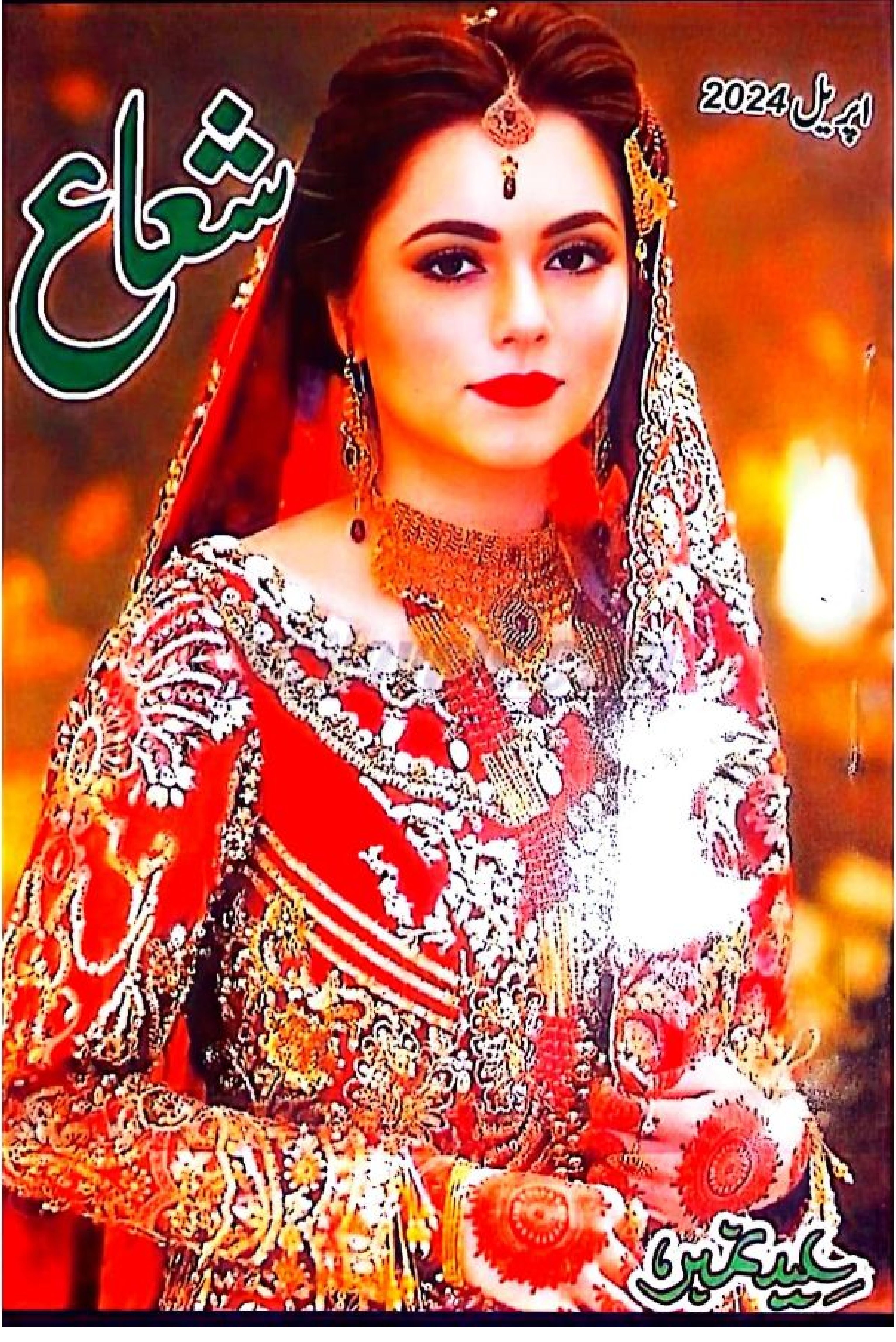

CS CamScanner

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

شعاع

واٹس اپ
03172266944

بانی محمود ریاض
مدیرِ اعلیٰ — آمنہ ریاض
مدیرہ — رضیہ جمیل
مدیرِ خصوصی — امت الصبور
[illegible] — شاہین رشید
قانونی مشیر — نورالدین سرکی اینڈ کمپنی
ایڈووکیٹس اینڈ لیگل ایڈوائزرز

اپریل 2024
جلد 37 شمارہ 08
قیمت 150 روپے

پہلی شعاع — مدیرہ — 6
حمد — سرور انبالوی — 7
نعت — سراج المنیر تبسم — 7
نبی ﷺ کی باتیں — ادارہ — 8

عید سروے

عید آج اور کل — ادارہ — 20

انٹرویو

ایڈیلسن اور ادریس مسیح سے ملاقات — شاہین رشید — 17
دستک — شاہین رشید — 15
جب تجھ سے ناتا — س۔الف — 13

ناول

والعصر — امت العزیز شہزاد — 34

مکمل ناول

ماء الملوک — نگہت سیما — 172
دستورِ وفا — مریم عزیز — 132
محبت میراث میری — سمیعہ عمیر — 94

ناولٹ

تم ہو میت میرے — قرۃ العین سکندر — 64
انا کی ڈور — عنبرین اہداد — 158

انتباہ: ماہنامہ شعاع ڈائجسٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول، یا سلسلے کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔

CamScanner

مریم عزیز

دستورِ وفا

مکمل ناول

NOVELS KA JAHAN

دوسری جانب گہری خاموشی تھی۔

"غفران!" اتنی خاموشی پر سعید صاحب کو اسے پکارنا پڑا تھا۔

"چاچا جی! آپ فون رکھیں، میں کل کرتا ہوں آپ کو فون۔" وہ جب بولا تو اس کی آواز بے حد سنجیدہ تھی۔

"غفران!" ان کے پکارنے پر وہ رکا تھا۔

"مجھے نہیں پتا بیٹا! تم فوزیہ سے کیسے بات کرتے ہو لیکن اس سے کہو میری انابیہ سے دور رہے۔"

"ہوں۔" غفران نے مختصر ہنکارا بھر کر فون بند کر دیا تھا۔

☆☆☆

ان کی بیٹیاں سامنے ڈھیر سارا سامان پھیلائے اس پر تبصرہ کر رہی تھیں جبکہ فوزیہ تسلی سے بریانی اور کوک سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ موبائل فون کی گھنٹی پر شائنہ نے تیزی سے فون اٹھایا۔

"غفران ماموں کا ہے۔" اس نے چہکتے ہوئے فون آن کیا تھا۔

"ہیلو ماموں کیسے ہیں؟"

"آپا کو فون دو۔" وہ بڑے سخت انداز میں بولا تھا۔ شائنہ نے گھبرا کر جلدی سے فون ماں کو دیا انہوں نے اشارے سے پوچھا لیکن شائنہ نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

"ہیلو غفران! کیسے ہو آج اس وقت فون کیا سب ٹھیک ہے؟"

"آپا! تم نے انابیہ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔" اس کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ ایک پل کے لیے وہ خاموش ہی رہ گئیں لیکن اگلے ہی پل سنبھل کر بولیں۔

"پاگل ہو گئے ہو میں کیوں ہاتھ اٹھاؤں گی اس پر اللہ ایسی چھوٹی آفت لڑکی سے بچائے۔ ابھی گھر بسا نہیں اور بہن بھائی میں پھوٹ ڈلوانی شروع کر دی۔" انہوں نے طیش سے بات کرتے لہجہ رقت آمیز کر لیا۔

"غفران! میں تو تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے اس کی شکایت نہیں کی۔ تمہارے سامنے اتنی بھولی بھالی بنی رہتی ہے ورنہ پوچھو شائنہ اور ندا سے مجھ سے اتنی بدتمیزی کرتی ہے میں نے تو کبھی تم سے شکایت نہیں کی۔" غفران نے گہرا سانس لے کر خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔

"آپا! انابیہ کیسی ہے اور تم کیسی ہو میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ مجھ سے نارمل بات نہیں کرتی شکایت کیا لگائے گی۔"

"پھر تمہیں الہام ہوا ہے۔" فوزیہ چمک کر بولیں۔

"الہام ہی سمجھو اور میری بات کان کھول کر سن لو۔ آپا! اپنی زبان اور ہاتھ کنٹرول میں رکھو اگر تمہاری یا تمہاری اولاد کی وجہ سے میرا انابیہ کے ساتھ رشتہ خراب ہوا تو یاد رکھنا میں بہت برا پیش آؤں گا۔" اس کے سخت اور دھمکی آمیز انداز پر فوزیہ دنگ رہ گئی تھیں۔

"غفران! تم کیسے بات کر رہے ہو۔ میں تمہاری سگی بہن ہوں اور تم اس غیر لڑکی کے لیے مجھے دھمکا رہے ہو۔"

"میں دھمکا نہیں رہا بتا رہا ہوں اور وہ غیر لڑکی نہیں میری منگیتر اور ہونے والی بیوی ہے جس کی

عزت فرض ہے آپ پر۔"
"غفران تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے بیٹے! مجھے
تو خود انابیہ بڑی پیاری ہے میرے لیے وہ بالکل
شائنہ اور عنا کی طرح ہے۔" ان کے کہنے پر ان کی
بیٹیوں نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔
"میں اسے اس کے بھلے کے لیے سمجھا رہی تھی

دوسری قسط

NOVELS KA JAHAN

اب اگر اسے میرا کچھ کہنا بے عزتی لگا ہے تو آئندہ میں کچھ نہیں کہوں گی۔" ان کا افسردہ لہجہ سن کر دوسری طرف جیسے غفران چپ کر گیا تھا۔

"میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں آپا! مزید پریشانی نہیں چاہتا۔ آپ جانتی ہیں کتنی مشکل سے انابیہ سے میرے منگنی ہوئی ہے۔ میں کوئی مسئلہ نہیں چاہتا۔" "ہاں میرے بھائی سمجھ گئی تم پریشان نہ ہو۔" وہ لگاوٹ سے بولیں۔ "تم آ کب رہے ہو؟"

"ابھی تو پھنسا ہوا ہوں جلد آنے کی کوشش کروں گا آپ کو یا ندا شائنہ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے میسج کر دیجیے گا۔" وہ اب شاید اپنے سخت رویے کی تلافی کر رہا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں بچیوں نے تو لسٹ بنا رکھی ہے آخر تمہاری شادی کو لے کر سب کے بڑے ارمان ہیں۔" "اور ہاں آپا! میں نے منگنی پر انابیہ کے لیے جو چیزیں لی تھیں گولڈ اور کپڑے وہ سب اسے دے دیں اور مزید اچھے کپڑے اسے دلوا دیں، میں نہیں چاہتا جب میں آؤں، وہ ویسے پرانے کپڑوں میں گھوم رہی ہو۔" اب کی بار غفران نے سخت کے بجائے مصالحانہ رویہ اختیار کیا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" فوزیہ بڑی وقت سے مسکرا کر بولیں۔ "چلو اپنا خیال رکھنا۔" کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا امی! ماموں غصہ کیوں کر رہے تھے۔" ندا نے ان کے قریب آ کے پوچھا۔

"کیا ہماری چیزیں اب نہیں آئیں گی؟" شائنہ کو اپنی فکر تھی جبکہ فوزیہ ماتھے پر بل ڈالے کچھ سوچنے میں مصروف تھیں۔

"امی بولیں نا!" ندا نے ان کا کندھا ہلایا۔

"دماغ مت خراب کرو میرا۔ روٹیاں ڈال لو تمہارے پاپا آتے ہوں گے۔"

"میں کیوں ڈالوں روٹیاں، انابیہ کو بلائیں۔" ندا منہ بناتی پیچھے ہٹی تھی۔

"اپنے کام خود کرو۔ آئندہ کسی کام کے لیے انابیہ کو بلانے کی ضرورت نہیں۔" کہہ کر وہ اٹھ گئی تھیں جبکہ ان دونوں نے حیرت سے جاتی ماں کو دیکھا تھا۔

☆☆☆

اس کے سامنے لیٹی عورت زندہ تھی کیونکہ اس کی آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہہ رہے تھے لیکن پھر بھی اس پر کسی مردے کا گمان ہو رہا تھا انہوں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا جو کانپ رہا تھا۔ اس کی اپنی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں جس کی وجہ سے بار بار سامنے کا منظر دھندلا رہا تھا۔

"وعدہ کرو مجھ سے۔" اس نے روتے ہوئے ان کا کانپتا ہاتھ دیکھا۔

"وعدہ کرو انابیہ! تم ہمیشہ اس کے ساتھ رہو گی۔ ہر حال میں یہ رشتہ نبھاؤں گی چاہے تمہیں کتنا ہی انتظار کرنا پڑے وعدہ کرو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں ماما۔" اس نے ان کا کانپتا ہاتھ تھام لیا تھا جو بے حد ٹھنڈا تھا۔ اس کے ہاتھ پر ان کی گرفت قدرے سخت ہوئی تھی۔

"اپنی ماں جیسا تم نے بالکل نہیں بننا۔ تم اچھی بیٹی، اچھی بیوی، اچھی ماں بنو گی۔ تم عفت کل نہیں انابیہ گل ہو۔ بہت پاکیزہ، بہت معصوم، تمہیں بس ایک بردکی بن کر رہنا ہے اور تمہیں اس کا انتظار کرنا ہے جس سے تمہارا نام جڑا ہے۔" دیکھتے ہی دیکھتے ان کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ اس کے ہاتھ پر ان کا لمس کم ہوتے ہوتے ختم ہو گیا تھا وہ ساکت نظروں سے ان کا ساکت جود دیکھ رہی تھی ایک دم اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔

"انابیہ!" اپنے نام کی پکار سن کر اس نے تیزی سے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹائے۔

"ماما!" انہیں زندہ دیکھ کر وہ خوش ہوئی تھی لیکن ان کا چہرہ سنجیدہ اور آنکھوں میں غصہ تھا۔

"ماما!" اس نے انہیں پکارنے کے ساتھ بے ساختہ ان کا ہاتھ تھاما تھا۔

"انابیہ تم نے وعدہ توڑ دیا تم نے انتظار نہیں کیا

سو تم بھی عفت گل بن گئی ہو تمہیں سزا ملے گی۔"

وہ تیزی سے سرنفی میں ہلا رہی تھی۔ پھر اس نے چونک کر اپنی ہتھیلی دیکھی اس پر جلتا کوئلہ تھا اسے اپنی ہتھیلی پر شدید جلن کا احساس ہوا تھا وہ بے ساختہ چیخی اور پھر چیختی چلی گئی۔ ☆☆☆

نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اس لیے وہ نماز پڑھنے کے بعد کتاب لے کر بیٹھ گئے پھر جیسے کسی خیال کے آتے ہی وہ چونکے تھے۔ کتاب بیڈ پر رکھ صندوق نکالا جس پر چھوٹا سا تالا جھول رہا تھا۔ سائیڈ پر لٹکے کوٹ کی اندرونی جیب سے چابی نکال کر انہوں نے وہ تالا کھولا اندر چند پرانی تصویریں اور کاغذات تھے۔

سب کاغذات کے پیچھے سے انہوں نے ایک کاغذ نکالا۔ کاغذ کھول کر انہوں نے ایک بار پھر اس پرچے کو پڑھا۔

"مجھے معاف کرنا عفت! میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔ میں مجبور ہوں۔" وہ بڑبڑا رہے تھے۔

مجھے اب اس کی ضرورت نہیں۔" انہوں نے اس کاغذ کو مضبوطی سے پکڑا اور اس کے دو ٹکڑے کرنے چاہے اس سے پہلے کہ وہ ایسا کرتے، انہیں انابیہ کے چیخنے کی آواز آئی تھی۔ کاغذ ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

وہ یونہی سب کچھ چھوڑ کر حواس باختہ سے انابیہ کے کمرے کی طرف بھاگے تھے۔ وہ شاید نیند میں چیخی تھی وہ اتنی بے چین تھی کہ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔

"انابیہ! میری بچی اٹھو کیا ہوا ہے؟" وہ اس کا گال تھپتھپا کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد اس کی چیخیں رک گئی تھیں لیکن وہ اب بھی سسک رہی تھی۔

"انابیہ!" انہوں نے اب زور سے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

"امی" اس نے ایک دم چونک کر آنکھیں کھولیں کچھ دیر وہ خالی خالی نظروں سے ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"انابیہ بچے! کیا ہوا ہے۔" انہوں نے پیار سے اس کا سر سہلایا۔

"بابا! امی ناراض ہیں۔ وہ بہت ناراض ہیں وہ کہہ رہی ہیں میں عفت گل بن گئی ہوں۔ میں وعدہ خلاف ہوں۔ انہوں نے میرا ہاتھ جلا دیا۔"

اس نے بچوں کی طرح روتے ہوئے اپنا ہاتھ ان کے سامنے کیا جہاں کانچ لگنے کی وجہ سے زخم تھے۔ شاید اس نے خواب دیکھا تھا انہوں نے اس کا کانپتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اسے تسلی دی تھی۔

"بیٹا! کچھ نہیں ہوا سب ٹھیک ہے تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔" ان کے کہنے پر وہ چپ ہو گئی تھی۔ لیکن ابھی بھی شاید وہ اسی خواب کے زیر اثر تھی۔ "لیکن بابا! وہ ناراض ہیں میں نے انتظار نہیں کیا۔" وہ بہت دھیما بول رہی تھی۔ سعید صاحب کتنی دیر تک بول ہی نہیں سکے۔

"تمہاری غلطی نہیں بیٹا! تم وعدہ خلاف نہیں۔ جو بھی فیصلہ تھا میرا تھا۔ قصوروار میں ہوں تم نہیں بس اس بارے میں مت سوچو۔" وہ اس کا سر سہلانے لگے انہوں نے نظر گھما کر گھڑی کی طرف دیکھا صبح کے نو بجنے والے تھے۔

انابیہ کا ہاتھ پکڑتے ہی انہوں نے اندازہ ہو گیا تھا اسے تیز بخار ہے شاید اسی لیے وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی۔

"انابیہ بیٹا ہمت کرو۔" منہ دھو کر آؤ ہاسپٹل چلتے ہیں تمہارا بخار بہت تیز ہے۔"

"نہیں بابا! مجھے نہیں جانا۔" وہ بمشکل اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے بولی۔

"بیٹا! ضد نہیں کرتے پتا ہے نا اگر دوائی نہ لی تو تمہارا بخار بگڑ جائے گا۔"

"اچھا ہے بابا میں مر جاؤں میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ ایک بار پھر رو پڑی تھی۔

"انابیہ! آئندہ کوئی فضول بات مت کرنا پانچ منٹ میں تیار ہو کر باہر آؤ میں ناشتا بناتا ہوں۔"

وہ اسے کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر باہر نکل گئے۔

وہ ٹرے لے کر باہر آئے تو فوزیہ کمرے کے درمیان میں بڑا سا تھیلا لیے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔

ان پر نظر پڑتے ہی وہ مسکرا دیں جبکہ وہ انہیں نظر انداز کر کے ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔

"خیریت اتنی صبح یہاں اگر انابیہ کو بلانے آئی ہو تو وہ نہیں آسکتی طبیعت ٹھیک نہیں اس کی۔" وہ قدرے رکھائی سے بولے۔

"کیا بات کر رہے ہیں۔ ابا جی! میں کیوں اس سے کام کرواؤں گی میں تو یہ جیولری اور کپڑے دینے آئی تھی،" وہ تھیلا فوزیہ نے صوفے پر رکھ دیا۔

سعید صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تب ہی انابیہ دھیرے دھیرے چلتی اندر آئی تھی۔ اس کی آنکھیں اور گال سرخ ہو رہے تھے۔ فوزیہ کو صبح دیکھ کر وہ پریشان ہوئی تھی۔

"انابیہ تمہاری طبیعت تو کافی خراب لگ رہی ہے۔" فوزیہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا تو وہ سعید صاحب کی طرف دیکھنے لگی۔

"آکر ناشتا کرو، پھر ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔" "انابیہ!" اسے منع کرنے کے لیے منہ کھولتا دیکھ کر انہوں نے غصے سے اس کا نام لیا۔ تو وہ اسی طرح چلتی ہوئی صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ "مجھے پتا نہیں تھا تمہاری اتنی طبیعت خراب ہے ورنہ میں خود چلتی تمہارے ساتھ ڈاکٹر کے پاس پر آج شائنہ کے ساتھ اس کی کیلی کی طرف جانا تھا۔" ان کی بات پر جب ان دونوں نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ منہ بنا کر رہ گئیں۔

☆☆☆

ٹیب کی اسکرین کو وہ انہماک سے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی انگلی بھی اسکرین پر اوپر نیچے حرکت کر رہی تھی۔ تب ہی گاڑی ایک جھٹکے سے رکی اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھا نوید تیزی سے باہر نکلا تو اس نے تھوڑا سا کھسک کر کھڑکی سے باہر دیکھا جہاں کوئی گرا ہوا تھا یقیناً وہ ان کی گاڑی سے ٹکرانے کی وجہ سے گرا تھا

حذیفہ نے افسوس سے سر جھٹک کر دوبارہ ٹیب پر نظریں ڈالیں لیکن کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھایا اس کے ماتھے پر بل تھے کیونکہ وہاں اب لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا وہ گہرا سانس لے کر باہر نکلا۔

"عجیب بدتمیز لوگ ہو تم گاڑی میں بیٹھ کر کیا بالکل اندھے ہو جاتے ہو۔ باپ کی روڈ سمجھی تھی۔"

"تمیز سے بات کرو۔" نوید کی آواز پر ہجوم چیرتا ہوا آگے بڑھا۔

"میں تمیز سے بات کروں ایک تو بزرگ آدمی کو گرا دیا اوپر سے بدتمیزی کر رہے ہو۔" دوسرے آدمی نے نوید کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ!"

حذیفہ نے آگے بڑھ کر آدمی کے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹکا دیا جس نے نوید کا گریبان پکڑا تھا اس آدمی نے غصے سے حذیفہ کی طرف دیکھا۔ لیکن اس کی پرسنالٹی اور چہرے کا رعب دیکھ کر وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

"سر! غلطی ان بابا جی کی ہے۔ یہ سگنل گرین ہونے کے باوجود روڈ کراس کر رہے تھے۔"

نوید، حذیفہ کو دیکھ کر تیزی سے بولا تو اس نے ایک نظر نیچے گرے آدمی پر ڈالی اور پھر چونک کر انہیں دیکھا۔ ان کے بازو اور گھٹنوں پر شاید چوٹ آئی تھی۔ ہجوم میں کھڑے لوگ بڑے زور و شور سے تبصرے کر رہے تھے۔ لیکن کسی نے اتنی زحمت نہیں کی تھی کہ گرے ہوئے بزرگ کو اٹھا کر اسپتال ہی لے جائیں۔

"بیٹا! چھوڑ دو یہ صحیح کہہ رہے ہیں میری غلطی ہے میں نے جلدی میں اپنی طرف آتی گاڑی کو نہیں دیکھا۔"

سعید صاحب نے بمشکل درد کو نظر انداز کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی تو حذیفہ نے جھک کر انہیں کھڑا ہونے میں مدد دی۔

"شکریہ بیٹا! تکلیف کے لیے معذرت چاہتا ہوں میں پریشانی کی وجہ سے دیکھ نہیں سکا۔"

انہوں نے ابھی تک حذیفہ کی طرف نہیں دیکھا

تھا بلکہ وہ زمین پر گرے انجکشن اور دوائیوں کو دیکھ رہے تھے جو گر کر ٹوٹ چکے تھے۔ جہاں افسوس سے ان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں وہی ان کا سر چکرا رہا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں۔" انہیں چکراتے دیکھ کر حذیفہ نے مضبوطی سے انہیں تھاما۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ بمشکل بولے تو حذیفہ اور نوید انہیں پکڑ کر سائیڈ پر لے آئے وہ ہسپتال کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر گہرے سانس لینے لگے۔

"نوید! انہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ انہیں چوٹ آئی ہے۔" حذیفہ نے اپنے سیکریٹری سے کہا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" وہ دوبارہ گھبرا کر بولے۔

"بابا جی! کوئی بات نہیں یہ سامنے تو ہاسپٹل ہے زیادہ دیر نہیں لگے گی۔" نوید ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

"بیٹا! مجھے پہلے ہی دیر ہو گئی ہے۔ اندر میری بیٹی ہے وہ گھبرا رہی ہو گی۔ پہلے ہی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔"

حذیفہ جو جانے کے لیے مڑ رہا تھا بے ساختہ پلٹا تب ہی سعید صاحب کی نظر اس پر پڑی تھی اور اب کی بار وہ بھی چونکے تھے لیکن کچھ بولے نہیں۔ بس نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

وہ آہستہ آہستہ اب سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ حذیفہ خود کو ان کے پیچھے جانے سے روک نہیں سکا تھا۔ نوید نے حیرت سے حذیفہ کو دیکھا اور خود بھی اس کے پیچھے چلنے لگا۔

"لائے آپ انجکشن؟" ایک نرس سعید صاحب کے پاس آ کر رکی تو ان کے پیچھے آتا حذیفہ بھی رک گیا۔

"معافی چاہتا ہوں بیٹا! میں لا رہا تھا لیکن انجکشن میرے ہاتھ سے گر کے ٹوٹ گئے۔" وہ بے چارگی سے بولے تو نرس نے غصے سے انہیں دیکھا۔

"بزرگو آپ بھی کمال کرتے ہیں پہلے آپ نے اتنی ایمرجنسی لگائی ہوئی تھی پہلے آپ کی بیٹی کو دیکھا جائے۔ ایمرجنسی نمبر لے کرائے ڈاکٹر کو دکھایا آپ کو خود پتا ہے لڑکی کو کتنا تیز بخار ہے لیکن حد ہے لاپرائی کی۔"

حذیفہ تیزی سے آگے بڑھا۔ "مجھے دیں پرچی" نرس نے پہلے حذیفہ اور پھر سعید صاحب کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا جو خود بھی حیرت سے حذیفہ کو دیکھ رہے تھے۔

"لائیں۔" اس نے دوبارہ کہا تو نرس نے جلدی سے اپنی قمیص کی جیب سے پین اور رائٹنگ پیڈ پر انجکشن لکھ کر پرچہ حذیفہ کی طرف بڑھایا۔

"تھینکس، نوید یہ جلدی سے لے کر آؤ۔"

نوید جو سب ناسمجھی سے دیکھ رہا تھا۔ حذیفہ کے گھورنے پر جلدی سے سر ہلاتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ نے خوامخواہ تکلیف کی۔" سعید صاحب اس کی طرف دیکھ نہیں رہے تھے۔

"میری غلطی کی وجہ سے آپ کا نقصان ہوا تھا تو میری ذمہ داری ہے کہ اس کا ازالہ بھی کروں۔"

اس کی بات کا سعید صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے بنچ کے کنارے بیٹھ گئے جبکہ حذیفہ وہی کھڑا اضطرابی انداز میں اپنا دایاں پاؤں ہلا رہا تھا۔

"انکل جی آپ کی بیٹی آپ کو بلا رہی ہے۔" نرس کی اطلاع پر سعید صاحب تیزی سے کھڑے ہوئے ان کے کمرے میں جاتے ہی حذیفہ بھی دروازے کی طرف بڑھا۔

"بابا! اب گھر چلیں میرا یہاں دل گھبرا رہا ہے۔" حذیفہ نے دروازے کی اوٹ سے اندر جھانکا۔

"چلتے ہیں بیٹا بس انجکشن لگوا لیں۔" سعید صاحب نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ وہ جو سعید صاحب کی پشت کو گھور رہا تھا۔ ان کے پیچھے ہوتے ہی ساکت ہو گیا کالی چادر میں لپٹا وہ چہرہ چاند کی طرح دمک رہا تھا۔

"نہیں بابا! انجکشن نہیں پلیز۔" ایک دم اس کی

آنکھوں میں آنسو آئے تھے اور ان آنکھوں کی نمی دیکھ کر حذیفہ کے ہاتھ بے ساختہ مٹھی کی صورت اختیار کر گئے۔

"سر انجکشن!" نوید کی آواز پر وہ جیسے ہوش میں آیا جلدی سے باہر نکلا نوید نے حیرت سے ضرورت سے زیادہ سنجیدہ حذیفہ کو دیکھا۔ انجکشن کمرے کی طرف جاتی نرس کو دے کر وہ نوید کی طرف مڑا۔

"گاڑی کی چابی مجھے دو اور تم عرفان کے ساتھ کیب سے چلے جاؤ۔ مجھے کسی پرسنل کام سے جانا ہے۔"

"سر میں بھی چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔"

نوید کے کہنے پر حذیفہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو۔"

"جی!" نوید منہ بسور کر مڑ گیا۔

سعید صاحب انابیہ کو لے کر باہر نکلے تو ٹھٹھک کر رک گئے۔ "آپ گئے نہیں۔" انہوں نے حیرت سے بینچ پر بیٹھے حذیفہ سے کہا جو انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایک گہری لیکن بظاہر سرسری نظر اس نے ساتھ کھڑے وجود پر ڈالی جس کا چہرہ اب ڈھکا تھا۔ بس آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

"آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ کو چوٹ لگی تھی تو میں نے سوچا آپ کو چھوڑ آؤں۔"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتے نرس ان کے پیچھے آئی تھی۔

"بڑے صاحب ڈاکٹر کی فیس تو آپ نے دی نہیں۔" اس کے کہنے پر سعید صاحب نے چور نظروں سے اپنی طرف دیکھتے حذیفہ کو دیکھا۔ "بیٹا میں کل آ کر آپ کا بل ادا کر دوں گا۔ میں باہر دوائی لینے گیا تھا۔ میرا بٹوہ بھی شاید وہیں گر گیا ہے۔" وہ شرمندگی سے نظر جھکا کر بولے نرس نے گہرا سانس لیا۔

"انکل یہاں ایسا نہیں ہوتا۔ یہ پرائیویٹ ہاسپٹل ہے پہلے پرچی بنتی ہے جو آپ نے بنوائی نہیں۔ آپ کی عمر کا لحاظ کر کے آپ کو نمبر بھی پہلے دے دیا۔ اب آپ پیسے نہ دینے کے بہانے بنا رہے ہیں۔ یہ کیا خیراتی ہسپتال لگ رہا ہے آپ کو۔"

"کتنا بل ہے ان کا؟" حذیفہ جو ہونٹ بھینچ کر کنٹرول کر رہا تھا بمشکل ضبط سے بولا۔

"دو ہزار" حذیفہ نے والٹ نکال کر دو ہزار اس کی طرف بڑھائے پھر ایک ہزار اور نکالا اور نرس کی طرف بڑھایا۔ جبکہ اس کے سامنے تینوں افراد نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ نے اچھا ٹریٹمنٹ کیا اس کے لیے لیکن ایک بات یاد رکھیں بے شک یہ خیراتی ہاسپٹل نہیں لیکن مجبوری اور حادثہ کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ سو اپنا لہجہ ٹھیک رکھ کر بات کیا کریں۔"

نرس کے ہاتھ میں اضافی پیسے تھے وہ کیا کہتی دانت نکال کر سر ہلایا۔

"چلیں انکل!" حذیفہ نے ہاتھ سے سعید صاحب کو چلنے کا اشارہ کیا اور ان سے پہلے باہر نکل گیا۔ جب وہ گیٹ سے باہر آئے وہ سیڑھیوں کے سامنے کار میں ان کا انتظار کر رہا تھا۔

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ سعید صاحب آگے بیٹھے تھے۔ راستہ بتانے کے علاوہ انہوں نے کئی بار چور نظروں سے دیکھا جو مکمل خاموشی اور سنجیدگی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"بس بیٹا یہیں گاڑی روک دیں آگے گلی تنگ ہے گاڑی نہیں جائے گی۔"

"جی!" اس نے کار ایک سائیڈ پر روک دی۔

"بیٹا آپ تھوڑی دیر رکو گے میں آپ کے پیسے گھر سے لے آؤں۔"

"انکل پلیز، آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"نہیں میں کیوں آپ کو شرمندہ کروں گا میں تو آپ کا احسان مند ہوں کہ آپ نے مجھے شرمندہ ہونے سے بچایا لیکن ڈاکٹر کی فیس دینا آپ کی ذمہ داری نہیں تھی۔ اگر آپ نہیں لیں گے تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

حذیفہ ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا ان کے کہنے پر اس نے گاڑی سے باہر نظر ڈالی جہاں کے کالے

CS CamScanner

نقاب میں چھپی آنکھیں اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ اس کے دیکھنے پر اس نے نظریں فوراً جھکا لی تھیں اس نے نظریں واپس سعید صاحب پر لگائیں۔

"انکل! ابھی مجھے جلدی ہے لیکن میں آپ کو شرمندہ نہیں ہونے دوں گا اور آپ سے اپنی چیز ضرور واپس لوں گا۔"

اس نے باہر دیکھ کر کہا تو وہ سر ہلا کر اتر گئے ان کے اترتے ہی اس نے سنجیدگی سے ان دونوں کو جاتے دیکھا۔

☆☆☆

صوفے پر بیٹھ کر اس نے چادر سر اور چہرے سے اتار کر گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر کے سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔ سعید صاحب نے بغور اس کا زرد چہرہ دیکھا۔

"چندا! کچھ کھانے کو لاؤں۔" انابیہ نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ انہیں یوں اپنی خاطر مدارت کرتے دیکھ کر اسے بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔

"بابا پلیز! میں اب ٹھیک ہوں، آپ بیٹھیں میں خود لے لوں گی۔"

"نہیں کچھ بنانے کی ضرورت نہیں۔ فوزیہ نے بریانی بنا کر بھیجی ہے، تجھے، اس نے بھی کہنے کے لیے روکا تھا۔" وہ مسکرائے تو اس مہربانی پر وہ بھی مسکرا دی۔

"جانتی ہو نا یہ سب کیوں کر رہی ہے۔"

ان کا اشارہ وہ بہت اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ اس لیے مسکرانے کے بجائے سنجیدگی سے سر ہلا دیا۔

"بابا یہ جو ہاسپٹل میں ملے تھے یہ کون تھے۔"

"وہ" سعید صاحب یک دم چپ ہوئے اب وہ اسے کیا بتاتے۔

"وہ میرا جاننے والا تھا۔" اس سے پہلے ان میں مزید کوئی بات ہوتی سعید صاحب کا فون بجا تھا۔ اسکرین پر نظر ڈال کر انہوں نے اٹھا لیا۔

"ہاں بیٹا میں ٹھیک ہوں اور انابیہ بھی ٹھیک ہے" کہہ کر وہ دوسری طرف کی بات سننے لگے جبکہ انابیہ خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ "میں سمجھ سکتا ہوں بیٹا تمہارا بہت شکریہ۔"

دوسری طرف سے پتا نہیں کیا کہا گیا تھا وہ مسکرا دیے۔

"یہ لو بات کرو۔" انہوں نے فون انابیہ کی طرف بڑھایا جسے اس نے سعید صاحب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے تھام لیا۔

"غفران ہے۔" ان کے بتانے پر اس نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے انہیں فون واپس کرنا چاہا تو انہوں نے آنکھیں نکال کر اسے فون پر بات کرنے کا اشارہ کیا۔

"السلام علیکم" اس نے دھیمی آواز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" دوسری طرف سے اس کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کیسی ہو۔"

"ٹھیک ہوں۔" اس نے جواب دیتے ہوئے ناراضی سے سعید صاحب کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر اسے آنے کا اشارہ کر کے باہر نکل گئے۔

"بخار کیوں ہو گیا ہے تمہیں۔" "پتا نہیں۔" اس نے اپنا زخمی ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں مجھے مس تو نہیں کر رہیں۔" اس کی آواز میں شوخی محسوس کر کے وہ خاموش ہو گئی تھی۔

اس کی خاموشی پر وہ خود ہی بول پڑا تھا۔

"اتنی خاموشی" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔

"ویسے خاموشی بھی اقرار ہوتی ہے اور مجھے پتا ہے جتنی تم شرمیلی ہو خود سے تو کبھی نہیں کہوں گی کہ تم مجھے مس کر رہی ہو۔" وہ اب بھی خاموش تھی۔

"مجھے چچا جی نے بتایا آپا نے کیا کہا اور کیا کیا۔ پر میں نے انہیں اچھی طرح سمجھا دیا ہے وہ ایسا نہیں کریں گی۔ تم بس میرے آنے تک اپنا خیال رکھنا اور جب تم میرے پاس آ جاؤ گی۔ تو میں خود تمہارا خیال رکھوں گا۔ ٹھیک ہے انابیہ؟"

اب کے اس نے سنجیدگی سے سخت لہجے میں اس کا نام لیا تو اسے بولنا پڑا۔

"جی!"

"بتاؤ تمہارے لیے کیا لاؤں۔"

"کچھ نہیں۔"

"یار! کیسی لڑکی ہو، لڑکیاں تو اتنی فرمائیں کرتی ہیں۔ ابھی ندا اور شائنہ نے اتنی لمبی لسٹ بھیجی ہے تم بھی بتاؤ میں چاہتا ہوں تم مجھ سے فرمائش کرو۔"

اناہیہ نے بے چارگی سے سعید صاحب کے کمرے کی طرف دیکھا جو باہر ہی نہیں آرہے تھے اور کمزوری کی وجہ سے اب اسے چکر آرہے تھے۔

"جو آپ کو اچھا لگے۔" آخر کار اسے بولنا پڑا۔

"اپنی زندگی میں، میں نے بہت خوب صورت عورتوں کو دیکھا ہے ملا بھی ہوں لیکن تم جیسی کوئی نہیں تم بہت خوب صورت ہو اناہیہ لیکن بات صرف خوبصورتی کی نہیں تم میں جو سب سے خالص ہے وہ تمہاری حیا ہے تم ایک چھپی ہوئی بند کتاب، خوب صورت راز، جس کو کوئی قسمت والا جان سکتا ہے اور وہ خوش نصیب میں بننا چاہتا تھا اور دیکھو میں بن گیا۔ تم جلدی میری بن جاؤ گی۔" اس سے زیادہ سننے کی اس کی میں ہمت نہیں تھی اس نے فون بند کر کے آف کر دیا۔

☆☆☆

دروازے کے آگے کتنی دیر تک وہ کھڑا رہا وہ نہیں جانتا تھا وہ یہاں اپنے آنے کا کیا جواز دے گا۔ لیکن وہ اتنا جانتا تھا کہ اس کو دیکھنے کے بعد وہ بے چین تھا اور ساری رات سو نہیں سکا تھا۔ اس نے گہرا سانس لے کر دائیں ہاتھ میں پکڑے شاپرز کو بائیں ہاتھ میں منتقل کیا جس میں پہلے سے ایک شاپر تھا۔

گھنٹی بجانے کے بعد وہ گہرا سانس لے کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ دروازہ کھلنے پر اجنبی چہرہ سامنے آنے پر اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ شکیل نے حیرت سے اس شاندار شخص کو دیکھا۔

"جی فرمائیں!" اسے خاموش دیکھ کر شکیل صاحب نے سوال کیا۔

"کیا سعید صاحب یہیں رہتے ہیں۔" وہ آتو گیا تھا لیکن اب جگہ کو لے کر کنفیوز ہو گیا تھا۔ کیونکہ جہاں تقریباً سب ہی گھر اور دروازے ایک سے لگ رہے تھے۔

"جی ان ہی کا گھر ہے۔" شکیل نے اب مزید حیرت سے اجنبی کو سر سے پیر تک دیکھا۔

"میں ان کی عیادت کے لیے آیا تھا۔"

"عیادت" شکیل نے حیرت سے دہرایا۔

"انہیں کیا ہوا ہے۔" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگے تو اب کی بار حذیفہ نے سامنے کھڑے شخص کو بغور دیکھا۔

"کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟" سب کچھ نظر انداز کرتا وہ کام کی بات پر آیا تھا۔

"ہاں جی آئیں۔ یہاں سے اوپر چلے جائیں۔" اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھے بغیر وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

سیڑھیاں ختم ہوتے ہی بڑا سا کمرہ تھا جہاں فرنیچر کے نام پر چند پرانے صوفے اور کرسیاں تھیں۔ وہ دو قدم آگے بڑھ آیا تب ہی دائیں طرف دروازے پر ہل چل محسوس کر کے وہ مڑا اور دروازے سے نظر آتے چہرے کو دیکھ کر جہاں اس کی اضطرابی کیفیت غائب ہوئی تھی وہیں اس کی آنکھیں بھی چمک اٹھی تھیں وہ جو سعید صاحب کے کپڑے استری کر کے کچن میں جارہی تھی بے ساختہ دروازے میں ہی رک گئی سامنے کھڑا وجود اسے اپنا وہم لگا تھا۔

وہ کتنے ہی پل اسے دیکھتی رہی مقابل بھی ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ اس وہم کو جھٹلانے کے لیے اس نے تیزی سے پلکیں جھپکائیں اس کی اس ادا پر سامنے والے کے چہرے پر پڑی بے ساختہ مسکراہٹ آئی تھی۔ اس کو جھٹکا لگا تھا وہ وہم نہیں تھا حقیقت تھا وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹ کر دروازے کی اوٹ میں ہوئی تھوک نگل کر اس نے اپنی گھبراہٹ کو کم کرنا چاہا۔

"السلام علیکم!" اگلے ہی پل بھاری لیکن مسکراتی آواز اسے اپنے قریب سنائی دی۔ اس نے تیزی سے گلے میں پڑے دوپٹے کو خود پر پھیلا کر اچھی

طرح سر پہ لپیٹا۔

"میں انکل سے ملنے آیا تھا۔" اسے باہر نہ آتا دیکھ کر اسے بتانا پڑا تھا وہ دونوں ہاتھ مسلتی خود کو ہمت دیتی باہر آئی وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا اب کی بار انابیہ نے اس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

"آپ بیٹھیں میں بابا کو بلا کر لاتی ہوں۔" وہ سر جھکائے اسے کہتی دوسرے کمرے کی طرف مڑ گئی جبکہ حذیفہ مسکراتا ہوا۔ سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گیا اور دونوں شاپر سینٹر ٹیبل پر رکھ دیے۔ سعید صاحب نے حیرت سے انابیہ کے گھبرائے ہوئے چہرے کو دیکھا اور پھر پریشانی سے باہر نکلے۔ ان کو دیکھ کر حذیفہ کھڑا ہو گیا۔

"آپ!" سعید صاحب حیرت اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے۔ "آپ کو میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگا؟" بغور ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے حذیفہ نے سوال کیا تو ان کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔ "نہیں بیٹا ایسی کوئی بات نہیں لیکن آپ یوں اچانک ان کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہیں؟" "کل میری گاڑی سے آپ کو چوٹ آئی تھی ساری رات میں پریشان رہا اسی لیے آج سیدھا آپ کی خیریت پوچھنے آ گیا۔ لیکن لگ رہا ہے غلط کیا۔" وہ چہرے پر مایوسی لاتے ہوئے بولا تو سعید صاحب بے چارے بوکھلا کر رہ گئے۔

"بالکل نہیں بیٹا! مجھے بہت اچھا لگا بیٹھو۔" اسے بیٹھنے کا کہہ کر ان کی نظر ٹیبل پر رکھے شاپرز پر پڑی تو چونکے "یہ فروٹس اور کچھ بیکری آئٹم لایا تھا۔ خالی ہاتھ آنا مجھے اچھا نہیں لگا۔" ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے حذیفہ نے جواب دیا۔

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں کل بھی آپ نے اتنا کچھ کیا تھا۔" وہ واقعی شرمندہ ہو رہے تھے۔

"انکل! پرانی باتیں چھوڑیں میں نے کچھ نہیں کیا۔ مزید ایسی بات کر کے مجھے شرمندہ نہ کریں۔"

سعید صاحب اس کا چہرہ دیکھنے لگے وہ اس دن سے کتنا مختلف نظر آ رہا تھا۔ لیکن کیوں؟ اس کا یہاں آنا انہیں حیران کر رہا تھا۔

ان کی کھوجتی نظریں خود پر محسوس کر کے اس نے موبائل نکال لیا۔ تب ہی قدموں کی آواز پر اس نے موبائل سے دھیان ہٹا کر اوپر دیکھا۔ جوس کا گلاس لیے وہ نظریں جھکائے اس کے سائیڈ پر کھڑی تھی اس نے شکریہ کہہ کر گلاس تھام لیا۔ کیونکہ دوبارہ آنے کے لیے اس نے راہ تو ہموار کر لی تھی۔

☆☆☆

کانفرنس روم سے نکل کر وہ اپنے آفس میں آیا تو اس کی پرسنل سیکریٹری عشنا بھی اس کے پیچھے آئی تھی۔

"یس عشنا!" اس نے ابرو اچکا کر پہلے عشنا کو پھر اس کے ہاتھ میں پکڑے بیگز کو دیکھا۔

"سر! آپ نے جو کپڑے آرڈر کرنے کو کہا تھا وہ آ گئے ہیں۔" اس نے برینڈڈ بیگز ٹیبل پر رکھے اور اس میں سے لیڈیز سوٹ نکال کر دکھائے۔ اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا عشنا نے بغور اپنے باس کی اس حرکت دیکھی۔

"تھینک یو عشنا یو مے گو ناؤ۔" اس کے بولنے پر وہ مسکرا کر سر ہلاتی باہر نکل گئی۔ اس نے دوبارہ ان کپڑوں کو دیکھا اور دراز سے اپنا موبائل اور کار کی چابی اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

تب ہی دستک دے کر نوید اندر آیا تھا۔ "آپ کہیں جا رہے ہیں سر۔" نوید نے اس کے ہاتھوں میں پکڑے بیگز کو دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔" اس کے سنجیدگی سے پوچھنے پر وہ گڑبڑا کر رہ گیا۔

"نہیں وہ سکھیا والوں کے ساتھ میٹنگ تھی۔"

"وہ کل نہیں تھی۔" اس نے اپنا موبائل چیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ بورڈ میٹنگ کل ہے لیکن آج ان کے ساتھ لنچ تھا۔"

"نوید! لنچ اور میٹنگ میں فرق ہوتا ہے بہرحال

میں نہیں جارہا تم چلے جاؤ اور میری طرف سے معذرت کر لینا۔"

وہ مزید اسے کہنے کا موقع دیے بغیر باہر نکل گیا جبکہ اس کی نظر ابھی ابھی حذیفہ کے ہاتھ میں پکڑے لیڈیز بیگ پر گئی۔

وہ گنگناتے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا اسے انابیہ سے ملے چار ہفتے ہو گئے تھے اور اس دوران پانچ بار وہ سعید صاحب کی طرف چکر لگا چکا تھا وہ جانتا تھا وہ مروتاً اسے کچھ کہہ نہیں رہے ورنہ اس کی بلاوجہ کی آمد انہیں شاید پسند نہیں آرہی تھی۔ لیکن وہ بھی کیا کرتا جب سے اسے انابیہ کا پتا چلا تھا۔ وہ ماضی بھول گیا تھا اسے بس یاد تھی تو انابیہ وہ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا جب اس کا فون بجا اس نے کان سے لگا ایئر پوڈ دبایا۔

"السلام علیکم ممی کیسی ہیں۔"

"میں ٹھیک ہوں بیٹا! تم کیسے ہو اتنے دن ہو گئے گھر نہیں آئے۔"

کچھ نہیں ممی تھوڑا بزی تھا۔ لیکن جلد چکر لگاؤں گا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"اس ویک اینڈ پر تم گھر آجاؤ۔"

"خیریت ہے۔" ان کے انداز پر وہ چونکا تھا۔

"ہاں بھابھی نے طالب اور انعم کی منگنی ہفتے کو رکھی ہے۔ گھر کے لوگ اور کچھ قریبی دوست ہوں گے۔" حذیفہ کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

"بھائی مان گئے؟" اس کے ماتھے پر بل تھے۔

"تو کیا کرتا، بھابھی نے اس کا جینا حرام کر رکھا تھا۔" وہ جیسے اس کی بے بسی یاد کر کے مسکرائی تھیں۔

"بھائی کب سے اتنے مجبور ہو گئے؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہہ کر سر جھٹکا۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے یہ تو خوشی کی بات ہے ہر کوئی خوش ہے اتنے سالوں بعد کوئی خوشی آرہی ہے اور میں نے تمہاری اور نمین کی بات بھی کر دی ہے۔ اب تم بتاؤ منگنی کرنی ہے یا نکاح؟" ان کی آواز میں شوخی محسوس کر کے اس کے ہونٹ بھینچ گئے۔

"یہ میری منگنی نکاح بیچ میں کہاں سے آگیا۔"

"یہ کیا بات ہوئی حذیفہ! ابھی نہ سہی تو یہ رشتہ ہونا ہے تو پھر حرج کیا ہے ابھی کرنے میں۔"

"ابھی نہ سہی کا مطلب یہ نہیں کہ ابھی کر لوں ابھی میں کسی جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتا۔"

وہ بیزاری سے بولا تو دوسری طرف کلثوم پریشان ہوئی تھیں۔

"میں بھابھی سے بات کر چکی ہوں۔" وہ غصے سے بولیں۔ "منع کر دیں۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولا۔

"ایسے کیسے منع کر دوں۔" "ممی میں کوئی بحث نہیں چاہتا میں ابھی منگنی نکاح کچھ نہیں کر رہا بس۔"

کہہ کر اس نے فون آف کر دیا۔ اچھے بھلے موڈ کا بیڑا غرق ہو گیا تھا۔ اس کے ماتھے پر بل تھے جبکہ چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں واضح تھیں۔

☆☆☆

"بیٹا آپ کیوں اتنی زحمت کرتے ہو پچھلی دفعہ بھی اتنا کچھ لے کر آئے تھے اب پھر یہ" انہوں نے سامنے پڑے ڈھیر سارے ڈبوں کو دیکھ کر تکلفاً کہا اور اتنی مہنگی چیزیں دیکھ کر وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھیں۔

"بس آنٹی خالی ہاتھ آنا اچھا نہیں لگتا۔" وہ بڑی مشکل سے موڈ اچھا رکھ کر بات کر رہا تھا۔ اتنے دن یہاں آتے اسے اندازہ ہو گیا تھا۔ اس گھر میں انٹری کے لیے اس عورت کو رام کرنا ضروری ہے ورنہ پچھلی ملاقات میں اس عورت کی لالچی اور بُری فطرت اسے محسوس ہو گئی تھی اور اوپر سے وہ دو لڑکیاں جو اس کے آنے پر سارا ٹائم اس کے ارد گرد منڈلاتی رہتی تھیں۔ لیکن وہ یہ سب انابیہ کے لیے برداشت کر رہا تھا لیکن جس کی خاطر وہ یہاں آتا تھا۔ وہ بمشکل اس کے سامنے آتی تھی۔ اس کو دیکھنے کے لیے ان سب کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔

"میں ذرا انکل سے مل لوں۔" وہ مسکرا کر کہتا

کھڑا ہو گیا۔

"ہاں چل آؤ لیکن کھانا نیچے کھانا۔" شائستہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

"جی ضرور" وہ جان چھڑانے والے انداز میں بول کر جلدی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا لیکن پہلے صوفے کے ساتھ رکھے شاپر اٹھانا نہیں بھولا تھا اور اس کا یہ عمل فوزیہ نے بغور دیکھا تھا۔ سیڑھیاں ختم ہوتے ہی کھانے کی خوشبو اس کی ناک سے ٹکرائی جسے اس نے لمبا سانس لے کر اندر کھینچا اس نے سامنے نظر ڈالی کوئی نہیں تھا تو اس کے قدم خود بخود کچن کی طرف بڑھے۔ وہ اس کی طرف پشت کیے کڑاہی میں کچھ ڈال رہی تھی۔

آہٹ کے ساتھ مردانہ پرفیوم کی خوشبو اس کے حواسوں کو معطل کر گئی۔ اس نے ڈرتے ہوئے پیچھے دیکھا اور دروازے میں کھڑے حذیفہ کو دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

"بڑی اچھی خوشبو آ رہی ہے۔" اس نے دو قدم اندر آتے کہا۔

"پکوڑے بنا رہی تھی۔" وہ دھیمے سے بولی۔

"انکل کدھر ہیں؟"

"بابا باہر گئے ہیں۔"

"او" اس نے ہونٹ سکوڑے۔

"آپ بیٹھیں وہ آتے ہوں گے۔" وہ سر ہلاتا باہر نکل گیا۔ اسے بیٹھے ابھی کچھ پل گزرے تھے جب سعید صاحب اسے اوپر آتے دکھائی دیے۔ انہیں دیکھ کر جہاں وہ کھڑا ہوا وہیں اسے دیکھ کر پہلے وہ حیران ہوئے اور پھر سر جھکا گئے وہ سمجھ گیا اس کا آنا اچھا نہیں لگا۔ ہاتھ میں پکڑے شاپر لیے وہ کچن میں چلے گئے۔ جب وہ واپس آئے وہ ویسے ہی کھڑا تھا۔

"بیٹھو بیٹا!" انہیں مروتاً اخلاق دکھانا پڑا۔

"کیسے ہیں آپ؟"

"ٹھیک ہوں۔" انہوں نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ پیدل گئے تھے۔"

"یہاں گلی کے نکڑ تک گیا تھا کچن کا سامان لانا تھا۔"

"میں نے اس دن بھی آپ سے کہا تھا کچھ چاہیے ہو تو مجھے ایک فون کر دیا کریں۔ میں لے کر آؤں گا۔"

اس کے کہنے پر سعید صاحب نے بغور اسے دیکھا اس سے پہلے وہ کچھ کہتے انابیہ ٹرے لے کر آئی اور چائے اور پکوڑے سامنے ٹیبل پر رکھے۔

"انابیہ" اس سے پہلے وہ باہر جاتی حذیفہ نے بے ساختہ اس کا نام لیا تھا۔

انابیہ کے ساتھ سعید صاحب نے بھی اسے چونک کر دیکھا۔ کیونکہ اس نے کبھی انابیہ کو یوں مخاطب نہیں کیا تھا۔ اس نے کرسی کے ساتھ رکھے شاپنگ بیگز پکڑ کر انابیہ کی طرف بڑھائے۔

"یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔" انابیہ نے حیرت سے اسے دیکھنے کے بعد پریشانی سے سعید صاحب کو دیکھا۔ جنہوں نے ہونٹ بھینچ رکھے تھے جیسے خود کو کچھ سخت کہنے سے روک رہے ہوں۔

"میں یہ نہیں لے سکتی۔" انابیہ کے لہجے اور چہرے دونوں سے گھبراہٹ چھلک رہی تھی۔

"کیوں میں اپنی خوشی سے لایا ہوں۔" وہ اب کھڑا ہو گیا تھا۔ انابیہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"بیٹا وہ ٹھیک کہہ رہی ہے میں پہلے بھی آپ سے کہنا چاہتا تھا۔ آپ یہ تکلفات مت کیا کریں ہمیں اچھا نہیں لگتا۔"

حذیفہ ان کا چہرہ دیکھ رہا تھا جہاں مروت اب غائب ہو چکی تھی۔

"انابیہ اپنے کمرے میں جاؤ۔" ان کے کہتے ہی وہ باہر چلی گئی۔ جبکہ حذیفہ اب بھی کھڑا تھا۔

"مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔ اس لیے میں آپ کو ٹائم نہیں دے سکوں گا۔" ان مطلب سمجھ کر حذیفہ نے گہرا سانس لیا اور قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھا دیے۔

اس کے جاتے ہی سعید صاحب نے گہرا سانس

لے کر اس کی طرف دیکھا جہاں وہ کھڑا تھا پھر وہ چونک کر رہ گئے شاپنگ بیگز وہیں رکھے تھے۔ وہ تیزی سے بیگز اٹھائے سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ وہ گاڑی تک پہنچا تھا جب پیچھے آتی آواز پر مڑا جہاں سعید صاحب ہانپتے ہوئے اس کے پیچھے آرہے تھے۔

"آپ یہ بیگز بھول گئے تھے۔" انہوں نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہتے ہوئے بیگز اس کی طرف بڑھائے اس نے صرف ایک نظر بیگز کو دیکھا لیکن ہاتھ نہیں بڑھائے۔

"میں ایک دفعہ کوئی چیز تحفتاً دوں تو اسے واپس نہیں لیتا۔ اور ویسے بھی کسی کے خلوص سے دیے گئے تحفے کو واپس کرنا بداخلاقی کے زمرے میں آتا ہے۔"

"میں بداخلاقی کرنا نہیں کرنا چاہتا۔ ابھی تک مروت میں ہی چپ تھا لیکن یوں آپ کا بلاوجہ آنا اور اپنا قیمتی وقت اور روپیہ یوں ہم پر ضائع کرنا بنا مقصد تو نہیں ہو سکتا۔"

"آپ کو کیوں لگا کہ میں بنا مطلب ایسا کر رہا ہوں۔" اس کے مضبوط اور سیدھے انداز پر وہ پریشان ہوئے تھے۔

"ہم سے آپ کو کیا مطلب ہو سکتا ہے۔" انہوں نے شاید اس سے زیادہ خود سے سوال کیا تھا۔

"انابیہ میں انابیہ کے لیے آتا ہوں۔"

انہیں شک تو تھا لیکن مقابل کا یوں بے باک انداز انہیں ساکت کر گیا تھا۔ لیکن اگلا احساس ناگواری اور غصے کا تھا۔

"آپ ہوش میں تو ہیں کیا کہہ رہے ہیں میں غریب ہوں، کمزور ہوں لیکن اتنا لاچار نہیں کہ آپ کی یہ بکواس برداشت کرلوں۔ آئندہ یہاں مت آیے گا۔" انہیں اتنا غصہ آرہا تھا کہ ان کی آواز شدت جذبات سے کانپ رہی تھی۔

"سعید صاحب!" ان کے مڑتے ہی حذیفہ کی سنجیدہ اور غصیلی آواز نے ان کے قدم روکے۔

"جانے سے پہلے یہ جان لیں میں کون ہوں۔ حذیفہ ارباز جیلانی نام ہے میرا۔" وہ نام دھماکے کی صورت میں سعید صاحب کے سر پر پھٹا تھا وہ مڑے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے حذیفہ کو دیکھنے لگے جیسے ان کے سامنے انسان کی جگہ بھوت کھڑا ہو۔

"میرا خیال ہے، یہ کافی، انابیہ سے ملنے کے لیے۔" وہ دونوں ہاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے انہیں دیکھ رہا تھا۔

انہوں نے بے ساختہ قریب کی دیوار کا سہارا لیا۔ حذیفہ گہرا سانس لے کر ان کے پاس آیا۔

"میرا خیال ہے کہیں بیٹھ کر آرام سے بات کرتے ہیں۔"

وہ ان کے سامنے سر جھکائے بالکل خاموش بیٹھے تھے جبکہ وہ بھی خاموشی سے ان کے بولنے کا منتظر تھا۔

"جب میں آپ کے پاس آیا تھا تب آپ نے سرے سے ماننے سے انکار کردیا تھا تو اب یوں آنے کا مقصد؟" سعید صاحب کی سوالیہ نظریں اس پر جمی تھیں۔

"انکار کرنے سے حقیقت بدل تو نہیں جاتی۔" اس کی بات پر سعید صاحب استہزائیہ مسکرائے۔

"ایک وجود کی حقیقت اس رشتے سے انکاری ہونا آپ کو عام بات لگ رہی ہے۔ لیکن میں بھی سمجھ نہیں سکا۔ پہلے انکار اور اب یوں اتنی بے تابی۔"

ان کے کہنے پر حذیفہ نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

"ماضی میں جو ہو چکا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ میں کیا ہر کوئی اس کے وجود سے انکاری ہے، ہم نے عفت گل کی وجہ سے بہت کچھ سہا ہے جب آپ آئے اور عفت گل کی بیٹی کی بات کی تو مجھے اس وقت وہ انکار بہتر لگا تھا لیکن اس دن انابیہ کو وہاں دیکھ کر میں خود کو روک نہیں سکا۔ جو زندگی وہ جی رہی ہے، وہ اس کے شایان شان نہیں۔"

"واہ!" اس کی بات پر سعید صاحب استہزائیہ انداز میں مسکرائے۔ "یہ طرز زندگی بھی آپ لوگوں کی

دین ہے۔ کون اپنے گھر کی عزت کو یوں رلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ گناہ گار اس کی ماں تھی اور اس کی سزا وہ بھگت چکی ہے۔ کینسر تھا اسے تڑپ تڑپ کر اس نے جان دی ہے۔ لیکن انابیہ، وہ تو معصوم تھی بے قصور تھی۔ آپ لوگوں کا خون تھی جسے آپ کے گھر کی عورتوں نے ناجائز بنا دیا۔ اس کا باپ کون تھا۔ آپ جانتے ہیں۔ ایک مرتی ہوئی عورت کم از کم اپنی اولاد کے بارے میں جھوٹ نہیں بولے گی۔ آج آپ دعوے دار بن کر آگئے ہیں پہلے آپ کہاں تھے۔ جب اس کی عزت اور جان ڈاؤ پر لگی تھی۔ عفت گل کہاں کہاں در بدر نہیں ہوئی اس کی جان بچانے کے لیے صرف آپ لوگوں کی بے حسی کی وجہ سے عفت گل نے کتنے فون کیے تھے آپ کے گھر مدد کے لیے لیکن الٹا اسے ذلیل کیا گیا۔

''یہ جھوٹ ہے ایسا نہیں ہوسکتا۔'' اس الزام پر وہ تڑپ کر بولا۔

''یہ سچ ہے اپنے گھر کی عورتوں سے پوچھیے گا۔'' تب آپ بھی چھوٹے تھے آپ کو علم نہیں ہوگا اس بات کا اور آخری کیل تو اس بچی کی قبر پر آپ کے باپ اور تایا نے لگائی اسے اس نام نہاد رشتے میں باندھ کر آج تک وہ بچی انتظار کی سولی پر لٹک رہی ہے۔ کیا قصور ہے اس کا یہی کہ وہ جیلانی خاندان کی ایسی غلطی ہے جسے کوئی ماننے کو تیار نہیں۔ ہر رشتہ ہونے کے باوجود میری بچی نے کتنی محرومیاں دیکھی ہیں مجھ سے پوچھیں۔ وہ کہتے ہوئے رو پڑے تھے۔

''صورت دیکھی ہے اس کی کتنی معصوم ہے۔ شہزادیوں کی آن بان والی میری گڑیا جس کا باپ تو محلوں کا رہنے والا تھا پر بیٹی کو لاوارث چھوڑ گیا۔''

''انکل پلیز۔'' حذیفہ تکلیف سے بولا۔

''بولنے دو بچے! آج اگر دعوے دار بن کر آئے ہو تو سنو بھی۔ وہ تم لوگوں کی عزت تھی ذمہ داری تھی۔ اتنا حسن ہو تو نظروں میں آ ہی جاتا ہے۔ سوچو کیسے کیسے میں نے اسے دنیا کی نظروں سے بچانے کی کوشش کی ہے لیکن میں اس کا سرپرست تھا سگا خون کا رشتہ نہیں تھا میرا اس سے۔ لوگوں نے کیا کیا باتیں نہیں کیں لیکن میں نے پروا نہیں کی صرف اس آس پر کہ اس کے اپنے ہیں جن کے ملتے ہی وہ محفوظ ہو جائے گی۔ لیکن ہوا کیا۔ اس نے اپنوں نے اس کے وجود سے انکار کر دیا۔''

سعید صاحب کی طنزیہ نظریں خود پر محسوس کر کے حذیفہ ہونٹ بھینچ گیا۔

''مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے اس لیے میں یہاں ہوں۔''

''مجھ سے اب کیا چاہتے ہیں۔''

''میں انابیہ کو ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔'' حذیفہ کے کہنے پر سعید صاحب کتنی دیر اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔

''آپ کے گھر والوں کو انابیہ کا پتا ہے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''بہت فرق پڑتا ہے۔ کیا انہیں پتا ہے آپ انابیہ سے ملے ہیں اور اسے یہاں سے لینے آئے ہیں۔''

حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔ ''ابھی وہ نہیں جانتے اور میں ابھی ان سے بات بھی نہیں کر رہا۔''

اب کی بار سعید صاحب نے گہرا سانس لیا۔

''تو میری طرف سے معذرت میں انابیہ کو مزید کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا کیا گناہ ہے اس کا کہ وہ ساری دنیا سے چھپ کر رہے اسے اپنانے میں شرم آئے گی آپ کے گھر والوں کو۔''

حذیفہ بالکل چپ تھا۔ شاید جس بات کو وہ اتنا آسان سمجھ رہا تھا وہ اتنی بھی آسان نہیں تھی۔

''انابیہ آپ کی امانت ہے پہلے بھی وہ میرے پاس امانت کے طور پر تھی، اب بھی آپ کی امانت ہے لیکن ایسے نہیں اسے پورے رسم و رواج کے ساتھ لے کر جائیں۔ دنیا کو پتا چلے وہ لاوارث نہیں، یوں چھپ چھپا کر اسے میں آپ کے حوالے نہیں کرسکتا۔''

''ٹھیک ہے میں گھر میں بات کر کے انہیں لے کر آتا ہوں۔'' حذیفہ ہار مانتے ہوئے بولا۔

”لیکن میں انابیہ کو بتا سکتا ہوں کہ میں کون ہوں۔“
”نہیں“ سعید صاحب ٹھوس انداز میں بولے۔
”لیکن کیوں؟“ وہ ناراضی سے بولا۔
”پہلے اپنے گھر میں بات کریں۔ اگر آپ کے گھر والے مان جاتے ہیں تو جو آپ کی مرضی ہوگی۔ میں منع نہیں کروں گا۔ لیکن اگر آپ انابیہ کو اپنے بارے میں بتائیں گے اور کل کو آپ کے گھر والے نہیں مانتے تو میری بیٹی ٹوٹ جائے گی۔ پہلے ہی وہ بہت تکلیف میں ہے۔“
ان کی بات وہ سمجھ گیا تھا اس لیے سر ہلا گیا۔
”لیکن تب تک مجھے انابیہ سے بات کرنے کی ملنے کی اجازت ہے نا کیونکہ آپ تو جانتے ہیں نا میرا اس سے کیا رشتہ ہے۔“ وہ بہت امید سے انہیں دیکھ رہا تھا۔
سارے حق ہونے کے باوجود وہ ان کی اجازت کا طلب گار تھا کیونکہ سعید صاحب کا حق تھا انابیہ پر بے شک بقول ان کے کہ ان کا اس سے خون کا رشتہ نہیں لیکن انہوں نے اس کے لیے خون کے رشتے سے زیادہ کیا تھا اس کی امید دیکھ کر سعید صاحب انکار نہیں کر سکے تھے۔

☆☆☆

وہ کب سے اسے دیکھ رہی تھی، جو موبائل کو دیکھتے مسکرا رہا تھا اس کا انہماک اتنا زیادہ تھا کہ پاس لیٹے بچے کی رونے کی آواز بھی اس کا انہماک نہیں توڑ سکی تھی۔
”غفران!“ تنگ آکر اسے آواز دینی پڑی تھی۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا۔
”انو کب سے رو رہا ہے اور تم پتا نہیں فون میں کون سا خزانہ کھوج رہے ہو۔“ غفران نے پہلے گردن گھما کر اپنے دائیں طرف دیکھا اور پھر ناگواری سے سامنے بیٹھی عورت کو دیکھا۔
”تم میری توجہ انو کی طرف کروا رہی ہو اور خود اتنی دیر سے کیا تماشا دیکھ رہی ہو۔ اٹھا لیتا تھا بچے کو۔“ اس نے کہنے کے ساتھ قریب لیٹے بچے کو اٹھا لیا۔
”کیوں یہ صرف میرا ہی بچہ ہے۔ تمہارا کچھ نہیں لگتا۔“ جواباً وہ ماتھے پر بل ڈال کر غصے سے بولی۔
غفران اس کو جواب دیے بغیر دانت پیستے ہوئے دوبارہ موبائل دیکھنے لگا۔
”میری سمجھ میں نہیں آتا موبائل میں ایسا کیا ہے۔ جو تمہاری نظر نہیں ہٹ رہی۔“ اب وہ صوفے سے اٹھ کر اس کی طرف آرہی تھی۔ غفران نے جلدی سے موبائل بند کر کے اپنے ٹراؤزر کی جیب میں رکھا اور بچے کو دوبارہ بیڈ پر لٹایا۔ ”مجھے تمہاری یہ عادت بالکل پسند نہیں ہر وقت روک ٹوک یہ مت کرو۔ وہاں مت جاؤ یہ مت دیکھو میں کیا سکون سے موبائل بھی نہیں دیکھ سکتا۔“ اس نے کھڑے ہوئے بمشکل خود کو چیخنے سے روکا تھا۔
”تمہیں تو کافی عرصے سے ہر بات ہی روک ٹوک لگ رہی ہے۔ شاید میں ہی زہر لگ رہی ہوں۔“
اس کے کہنے پر غفران نے سرسری سی نظر اس کے چہرے پر ڈال کر فوراً سے منہ موڑ لیا اور اس کا ایسا کرنا شہلا کو آگ لگا گیا تھا۔
”چل کیا رہا ہے تمہارے دماغ میں؟“ وہ ایک دم اس کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اور غور سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگی۔ غفران نے بے ساختہ گہرا سانس لے کر خود کو ریلیکس کیا۔
”شہلا! کیا ہوگیا ہے تمہیں، کیوں ہر وقت مجھ پر شک کرتی ہو۔“ اب کے اسے کندھوں سے تھام کر وہ بڑے پیار سے بولا۔
”شک نہ کروں تو کیا کروں۔ ہفتوں تو ملک سے باہر رہتے ہو گھر آجاؤ تو سارا دھیان موبائل پر، مجھ پر اور انو پر توجہ دینا ہی چھوڑ دی ہے تم نے۔“
”یار کیسی باتیں کرتی ہو تم میری بیوی ہو اور میں کیسے اپنی بیوی اور بیٹے کو اگنور کر سکتا ہوں۔ بس کام کی ٹینشن ہے تمہیں تو پتا ہے۔ میرا کام کیا ہے۔“

"کام کی بات مت کرو۔ غفران! پانچ سال پہلے بھی تمہارا ایسا ہی کام تھا۔ تب تو تم سب کچھ چھوڑ کر میرے ارد گرد ہی گھومتے تھے اور بھائی سے بھی میں پوچھتی رہتی ہوں۔ وہ بھی ہر وقت تمہاری شکایت کرتے ہیں کام میں تم کچھ دھیان نہیں دیتے ہاں البتہ پیسہ خوب اڑا رہے ہو۔" اب کے وہ ابرو اچکا کر بولی۔

"غفران نے زیر لب اپنے سالے کو گندی گالی دی تھی۔"

"کچھ کہا تم نے؟" "شہلا نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

"کچھ نہیں تمہارے بھائی کو تو میں شروع سے میں پسند نہیں اس لیے۔ میرے خلاف تمہارے کان بھرتے رہتے ہیں جہاں تک پیسے اڑانے کی بات ہے تو میں پاکستان تمہارے لیے گھر بنوا رہا ہوں سوچا تھا تمہیں سرپرائز دوں گا لیکن تمہارے بھائی کو کہاں میری خوشی برداشت ہوتی ہے۔" اب کے وہ منہ بنا کر افسردگی سے طاری کرتے ہوئے بولا۔

"واقعی" "شہلا خوش ہو کر اس کی طرف بڑھی۔

"ہاں!" وہ بمشکل مسکرایا۔ "تو اس دفعہ میں بھی تمہارے ساتھ پاکستان جاؤں گی۔" اس نے خوشی خوشی اپنا پلان بنایا جس میں غفران کو اپنا پلان ڈوبتا نظر آنے لگا۔

"نہیں بے بی! اس دفعہ تو میں اکیلا جاؤں گا۔ گھر بننے میں تو ابھی وقت ہے جب تیار ہو گا تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

وہ کسی صورت اس کو ساتھ لے کر نہیں جا سکتا تھا۔

"اب چھوڑ یہ باتیں چلو تمہیں شاپنگ کرلاؤں میں نے ایک ڈریس دیکھا تھا اور اسے دیکھ کر مجھے لگا اس میں میری بے بی کمال لگے گی۔"

"میں ویٹ کر رہا ہوں تم تیار ہو کر آجاؤ۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

جب اس نے اس سے شادی کی تھی نا تو اسے اس سے محبت تھی اور نہ ہی وہ اسے پسند تھی۔ یہ رشتہ صرف بزنس پوائنٹ آف ویو تھا۔

سات سال پہلے اس نے ایک ٹرانسپورٹ کمپنی جوائن کی تھی۔ جو ٹرانسپورٹ کی آڑ میں سارے غیر قانونی دھندے کام کرتے تھے وہ ان کا ساتھ دیتے دیتے ان کا وفادار بن گیا۔ گھر میں آنا جانا تھا۔ تب ہی حامد جو اس کا مالک تھا۔ اپنی بہن کی وجہ سے پریشان تھا جو شادی کے ایک سال بعد طلاق لے کر آ گئی تھی۔

غفران جانتا تھا حامد کو اپنی بہن سے کتنا پیار ہے۔ وہ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت شہلا کی طرف بڑھا تھا۔ شہلا کی صورت میں وہ وفادار ملازم کے بجائے اس کے بزنس کا آدھا مالک بن سکتا تھا۔

شہلا کو اپنے جال میں پھانسنے کے لیے زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی وہ بہت معمولی شکل کی مالک تھی۔ بے حد چھوٹی آنکھیں، چپٹی ناک موٹے ہونٹ اور گہرا سانولا رنگ اور عمر میں غفران سے بڑی تھی۔

ایسی صورت میں جب غفران اپنی پسندیدگی کا اظہار کرنے کے ساتھ اس کا رشتہ بھی مانگ رہا تھا تو شہلا اور اس کے بھائیوں کو اور کیا چاہیے تھا۔ فوراً رشتہ ہو گیا اور غفران جو چاہتا تھا وہ مل گیا۔ کھلا پیسہ۔ اور طاقت کا نشہ جب سر پر چڑھتا ہے تو انسان کو فرعون بنا بیٹھتا ہے۔ وہ ہر کام کرتا تھا جو وہ چاہتا تھا۔ وہ فطرتاً عیاش اور حسن پرست تھا۔ شہلا تو صرف کامیابی کی سیڑھی تھی۔

لیکن یہ سب وہ شہلا اور اس کے بھائیوں سے چھپ کر کرتا تھا کیونکہ پتا لگنے کی صورت میں وہ جانتا تھا کہ اس سے یہ عیاشی کی زندگی چھن جائے گی۔

سب کچھ ایسے ہی چلتا رہتا اگر انابیہ اس کی نظروں میں نہ آتی۔

وہ پہلی لڑکی تھی جسے دیکھ کر حاصل کرنے سے زیادہ اسے پانے کی آرزو دل میں آئی تھی۔ وہ اسے زور زبردستی سے حاصل کر سکتا تھا لیکن پتا نہیں کیوں وہ اسے اپنا اصل روپ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ پچھلے دو سال سے بڑے صبر کے ساتھ اس کی ہاں کا انتظار کر رہا تھا یہ الگ بات ہے کہ اس سے ہاں کہلوانے کے لیے اسے اس کی راہ میں کتنے کانٹے بچھانے پڑے تھے۔ لیکن جو بھی تھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا اس نے مسکرا کر پیار سے انابیہ کی تصویر کو دیکھا جو منگنی والے دن ندا نے کھینچ کر بھیجی تھی۔

"یہ کون ہے؟" پیچھے سے آتی آواز پر نا صرف اس کی مسکراہٹ سکڑی تھی بلکہ دل کی دھڑکن بھی مدھم ہو گئی تھی۔ وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر شک دیکھ کر وہ بمشکل مسکرایا۔

"یہ ندا اور شائنہ کی کزن ہے آپا کے گھر رہتی ہے۔ بے چاری یتیم اور مسکین ہے اس کی منگنی کی تصویر ہے۔ گھر میں فنکشن تھا اور شائنہ نے مجھے بھی بھیج دی۔"

وہ بولا تو شہلا نے ہاتھ بڑھا کر موبائل لیا وہ اب بڑے غور سے تصویر کو دیکھ رہی تھی۔

غفران نے شکر کیا کہ اس تصویر میں وہ انابیہ کے ساتھ نہیں تھا۔

"بڑی خوب صورت لڑکی ہے۔" شہلا تعریف کر رہی تھی لیکن منہ کے زاویے بگڑے تھے جو ہر خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر بگڑتے تھے۔

"تمہارا کیا کام غیر لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔" اس نے ناگواری سے غفران کو دیکھنے کے بعد تصویر ڈیلیٹ کر دی تھی اور غفران بے بسی کے مارے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

نیچے سے آتی فوزیہ کی تیز آواز پر پہلے وہ حیران ہوئی اور پھر پریشان ہو کر کھڑی ہو گئی۔ سعید صاحب کی آواز سے اسے اندازہ ہوا کہ فوزیہ سعید صاحب کے ساتھ اونچی آواز میں بات کر رہی تھیں۔ اسے تو پہلے ہی فوزیہ سے خوف آتا تھا۔ اس لیے نیچے جانے کے بجائے وہ ہاتھ مسلتی وہیں سعید صاحب کا انتظار کرنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سعید صاحب اوپر آ گئے لیکن فوزیہ کے چلانے کی آواز ابھی تک آ رہی تھی۔

"بابا! کیا ہوا آنٹی کیوں غصہ کر رہی تھیں۔"

"کچھ نہیں بالکل پاگل عورت ہے دورے پڑتے رہتے ہیں۔"

سعید صاحب پہلی دفعہ کافی غصے سے بولے تھے ان کو غصے میں دیکھ کر انابیہ خاموش ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔ تب ہی انہوں نے ہاتھ میں پکڑے شاپر انابیہ کی طرف بڑھائے۔

"یہ رکھ لو۔" انابیہ نے حیرت سے ان شاپرز کو دیکھا۔

"بچہ اتنے خلوص سے لایا تھا۔ انکار کرنا اچھا نہیں لگا ویسے بھی مجھے وہ بہت پسند ہے بڑا نیک شریف بچہ ہے۔"

سعید صاحب اگر اس کی تعریف کر رہے تھے تو وہ واقعی تعریف کے قابل ہو گا ایسا انابیہ کو لگتا تھا۔

"اور وہ فوزیہ کے رشتے کی بات کروں۔ اب بتاؤ میں کیسے اس لڑکے کو کہوں۔ اسے دیکھ کر ہی لگتا ہے وہ بہت پڑھا لکھا اور امیر گھرانے سے ہے اور دوسرا اس نے مجھے بتایا اس کا رشتہ نہیں طے ہے پر یہ عورت سمجھتی نہیں۔ کہتی ہے میں نہیں چاہتا۔ اس کی بیٹیوں کا اچھا رشتہ ہو مجھے تو بس تمہاری فکر ہے اس لیے میں۔"

وہ اپنے دھیان میں بولتے بولتے رکے پھر اسے دیکھا۔

"تم ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ دیکھو میں اب آرام کروں گا۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئے۔ لیکن بیڈ پر لیٹ کر بھی نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

آج جو حقیقت سامنے آئی تھی۔ اس نے انہیں پریشان کر دیا تھا۔ وارث تو پھر زندہ ہو گئے تھے مری ہوئی امید پھر زندہ ہو گئی تھی۔ لیکن وہ غفران کا کیا کرتے جسے وہ آس دلا چکے تھے۔ وہ جانتے تھے وہ جتنا ظالم آدمی تھا وہ تو یہ سن کر پاگل ہو جائے گا اور پتا نہیں انابیہ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا اور پھر انابیہ جس کی امید کو انہوں نے خود ختم کیا تھا۔ وہ یہ بھی

جانتے تھے وہ غفران کو کبھی قبول نہیں کر سکے گی بس ان کی خاطر خاموش تھی وہ اب جلد بازی میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتے تھے فیصلہ تب ہی ہوتا جب حذیفہ اپنے گھر والوں کو لے کر آتا۔

☆☆☆

وہ بار بار اپنا دھیان پریزینٹیشن کے پوائنٹس کی طرف کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن دماغ اتنا پریشان تھا کہ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اس نے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے اپنی پیشانی کو مسلا تھا۔

دو ہفتے ہو گئے تھے اس کے گھر والے اس سے ناراض تھے وجہ اس کا منگنی سے انکار کرنا اور دوسری بڑی وجہ اس کے انکار پر طالب نے بھی اپنی منگنی منسوخ کر دی تھی۔ اب اس کے کھاتے میں دو دو غلطیاں تھیں۔ اس کا گھر جانا ضروری تھا لیکن ایسے حالات میں جب گھر والے اس سے ناراض تھے تو وہ کیسے انابیہ کی بات کرتا اور جب بات نہیں ہو گی تو کیسے وہ سعید صاحب کے پاس جا سکتا تھا۔ وہ بہت پریشان تھا کوئی ایسا نہیں تھا جس کو وہ اس راز میں شریک کر سکتا۔

گاڑی سگنل پر رکی تو وہ باہر دیکھتے ہوئے بے توجہی سے نوید کی بات سن رہا تھا تب ہی چونک کر باہر دیکھنے لگا۔

''نوید گاڑی رکو۔'' نوید حیرت سے اسے دیکھا اور سڑک کے سائیڈ پر کار روک دی۔

حذیفہ تیزی سے اترا اور سڑک کے پار کر کے دوسری طرف چلا گیا۔ نوید نے کچھ حیرت سے سامنے دیکھا اور پھر آنکھیں چھوٹی کر کے پہچاننے کی کوشش کی وہاں ایک بزرگ آدمی اور ایک لڑکی کھڑے تھے اور وہ وہی تھے۔ جن کے گھر آج کل سر کا بڑا آنا جانا تھا۔ وہ انہیں دیکھتے ہوئے عجیب کشمکش کا شکار ہوا۔

''السلام علیکم!'' کی آواز پر سعید صاحب کے ساتھ انابیہ بے ساختہ مڑی تھی۔

''وعلیکم السلام کیسے ہو بیٹا؟'' سعید صاحب اسے دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔ جبکہ انابیہ کو بھی اسے دیکھ کر اچھا لگا تھا اور اس کی مسکراہٹ کو حذیفہ کے علاوہ سعید صاحب نے بھی بغور دیکھا تھا۔

''آپ یہاں؟'' حذیفہ نے انابیہ سے نظریں ہٹا کر سعید صاحب سے سوال کیا جو ایک شاپنگ مارکیٹ کے آگے کھڑے تھے۔

''آپ یہاں؟'' سعید صاحب کے پوچھنے پر وہ چونکا جیسے کچھ یاد آیا ہو۔

''یہاں سے گزر رہا تھا آپ پر نظر پڑی تو رک گیا۔'' وہ مسکرایا تو سعید صاحب نے سر ہلایا۔

''گھر جا رہے ہیں؟'' انہیں خاموش دیکھ کر حذیفہ نے پوچھا۔

''ہاں کسی ٹیکسی یا رکشے کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''انکل کیسی غیروں جیسی باتیں کر رہے ہیں۔ چلیں میں آپ کو چھوڑ دوں۔''

''نہیں بیٹا ابھی کوئی سواری مل جائے گی۔''

''وہ مجھے بھی پتا ہے لیکن میں اس وقت فری ہوں۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ میں کوئی انکار نہیں سن رہا آپ میرے ساتھ چل رہے ہیں۔''

قطعیت سے کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا تو سعید صاحب گہرا سانس لیتے انابیہ کا ہاتھ تھام کر اس کے پیچھے چل دیے۔

نوید نے گہرا سانس لے کر گاڑی کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ تب ہی اس کا موبائل بجا تھا۔ نوید نے آنکھیں کھول کر اسکرین پر نظر ڈالی اسکرین پر نظر آتے نام کو دیکھ کر نہ صرف وہ سیدھا ہوا بلکہ چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔

''السلام علیکم سر۔'' وہ گلا کھنکھارتے ہوئے بولا۔

''وعلیکم السلام نوید کیسے ہو۔'' دوسری طرف سے آتی گھمبیر آواز پر اس نے تھوک نگل کر گلا تر کیا۔

''میٹنگ ختم ہو گئی۔''

''پتا نہیں سر۔'' وہ بے ساختہ بولا۔

''کیا مطلب پتا نہیں۔'' دوسری طرف سے

طالب چونکا تو نوید نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی اس کی خاموشی پر طالب کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"حذیفہ کہاں ہے؟" اس کے سوال پر نوید پریشانی سے اس تنگ گلی کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں حذیفہ گیا تھا۔

"نوید میں کچھ پوچھ رہا ہوں اور مجھے کوئی آئیں بائیں شائیں میں جواب نہیں چاہیے مجھے سچ سننا ہے۔"

"سر پلیز آپ حذیفہ سر کو نہیں بتائیں گے کہ میں نے آپ کو کچھ کہا ہے میری نوکری کا سوال ہے۔" اس کی بات پر طالب نے بمشکل اپنے غصے کو کنٹرول کیا تھا۔

"اوکے بولو۔"

"سر کافی عرصے سے حذیفہ سر کا ایک گھر میں بہت آنا جانا ہے اور وجہ مجھے وہ لڑکی لگ رہی ہے۔ جس کے لیے سر نے ابھی بھی میٹنگ کینسل کر دی ہے اور اس سے پہلے بھی وہ ایسا کئی بار کر چکے ہیں ہر دو تین دن بعد وہ شام میں جلدی میں چلے جاتے ہیں اور مجھے لگتا ہے وہیں جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کافی چیزیں بھی لے کر جاتے ہیں برینڈڈ کپڑے مہنگے تحفے اور تو اور ہاسپٹل کے بل بھی وہی پے کرتے ہیں۔"

نوید اب کچھ بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا تھا۔ گھر میں پہلے ہی اس کی منگنی سے انکار کی وجہ سے سب پریشان اور ناراض تھے لیکن طالب کو اب سمجھ میں آ رہا تھا کہ اس نے کیوں کوئی وضاحت نہیں دی، کیوں گھر والوں کی ناراضی کی پروا نہیں کی۔ وہ لڑکی اس کے لیے اتنی اہم ہو گئی تھی کہ وہ گھر والوں کے ساتھ کام کو بھی نظر انداز کر رہا تھا۔

"کب سے مل رہا ہے اس سے۔" جب بولا تو اس کی آواز بہت سخت تھی۔

"یہی کوئی دو تین ماہ سے۔"

"لڑکی رہتی کہاں ہے اور کیا کرتی ہے۔"

"سر حذیفہ سر ابھی بھی ان کے گھر میں ہیں۔ یہ علاقہ کافی پسماندہ ہے لڑکی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا لیکن لڑکی بے حد خوب صورت ہے۔"

طالب نے آنکھیں بند کیں۔

"میں کل اسلام آباد آ رہا ہوں۔ حذیفہ کو مت بتانا۔"

"سر! میری ریکوئسٹ ہے حذیفہ سر کو پتا نہ چلے کہ میں نے آپ کو کچھ بتایا ہے۔" وہ بہت ڈر رہا تھا۔

"مجھے پتا ہے مجھے کیا کرنا ہے کیا نہیں آگے بھی کچھ ہوتا ہے۔ مجھے انفارم کرتے رہنا۔" کہنے کے بعد اس نے فون آف کر دیا لیکن وہ کتنی دیر غصے سے اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت میں وہیں بیٹھا رہا۔

☆☆☆

بیل دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ دروازہ پہلے سے کھلا تھا۔ اس وقت سامنے صحن میں رکھے صوفوں پر سب موجود تھے۔ ایک شخص جو حذیفہ کے لیے اجنبی تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اس نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا تو حذیفہ نے سوالیہ نظروں سے سعید صاحب دیکھا تو چونکا اور دوسری بے ساختہ نظر انابیہ پر ڈالی جو سہم کر سعید صاحب کے ساتھ لگی تھی۔

"بڑی سیریس ہو رہی ہیں، میں نے سوچا اچانک جا کر سرپرائز دوں گا لیکن یہاں تو پہلے سے سرپرائز تیار ہے۔"

سعید صاحب سے کہہ کر اس نے ایک چبھتی نظر حذیفہ پر ڈالی تو حذیفہ نے ناسمجھی سے اس کے انداز کو دیکھا۔

"چچا جی! آپ تو وہیں جم گئے ہیں لگتا ہے میرے آنے کی خوشی نہیں ہوئی۔" وہ کہنے کے ساتھ خود بھی چلتا ہوا آ کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا تو سعید صاحب لگنے والے جھٹکے سے تھوڑا سنبھلے تھے۔

"کیسے ہو؟"

"آپ کے سامنے میں ٹھیک ٹھاک تعارف نہیں کروائیں گے۔ ان حضرت کے ساتھ جن کے ساتھ نا صرف آپ بلکہ آپ کی باردہ بیٹی بھی کھلے عام گھوم پھر رہی ہے۔" غفران کے کہنے پر حذیفہ نے ماتھے پر بل ڈال کر ناگواری سے اس آدمی کو دیکھا۔

CamScanner

"یہ میرے عزیز دوست کا بیٹا ہے۔ مجھ سے ملنے آیا ہے۔" سعید صاحب نے مجھ پر زور دے کر کہا۔

"اچھا!" وہ اچھا کو لمبا کھینچ کر بولا۔

"آپ لگ رہا ہے چچا جی میرا تعارف تو نہیں کروائیں گے تو میں خود ہی اپنا تعارف کروا دیتا ہوں میں غفران! انابیہ کا ہونے والا شوہر۔"

اس نے کہنے کے ساتھ ہاتھ بڑھایا لیکن حذیفہ کے سر پر تو جیسے دھماکا ہوا تھا۔ اس نے بے یقین نظروں سے سعید صاحب کی طرف دیکھا اور اس کا مطلب سمجھ کر انہوں نے بے ساختہ انداز میں نا صرف نظریں چرائی تھیں بلکہ سر بھی جھکا لیا تھا۔

اس نے دوسری نظر انابیہ پر ڈالی جہاں صرف ڈر تھا کوئی اور تاثر نہیں تھا۔ حذیفہ نے دوبارہ غفران کو دیکھا جو آنکھیں چھوٹی کیے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے دیکھنے پر مسکرایا۔

"لگتا ہے شدید جھٹکا لگا ہے آپ کو، یقیناً نہیں بتایا ہوگا اور آپ نے بھی لگتا ہے بڑا کچھ سوچ لیا ہوگا۔ تب ہی آپا بتا رہی تھیں بڑا آنا جانا ہے یہاں پر بڑے تحفوں کا تبادلہ ہو رہا ہے جبکہ میں پچھلے دو سال سے خوار ہو رہا ہوں۔ لیکن مجھے تو کبھی گھاس نہیں ڈالی لیکن آپ کو دیکھ کر پتا چلتا ہے امیر آسامی ہیں اور اوپر سے جوان ہونے کے ساتھ خوب صورت بھی ہیں۔"

حذیفہ نے دانت پر دانت جما کر خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا تھا۔

"لیکن پتا ہے قصور اس بے چاری کا بھی نہیں فطرت نہیں بدلتی بیٹی ماں کا عکس ہوتی ہے۔ یقیناً اس نے آپ کو اپنی ماں کی عیاشیوں کی داستان بھی نہیں سنائی ہوگی کوئی بات نہیں میں بتا دوں گا۔ نہیں تو گلی میں موجود کسی بندے کو روک کر پوچھ لیں اس کی ماں کے بارے میں وہ بتا دے گا۔ گندہ خون گندہ ہی رہتا ہے۔"

اس نے غصے اور نفرت سے انابیہ کو دیکھا تو حذیفہ کا خود پر ضبط ختم ہوا تھا اس نے کھینچ کر تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔

"خون تمہارا گندہ ہے جو اس شریف اور نیک لڑکی پر اتنے گندے الزام لگا رہے ہو۔"

غفران شاید اس تھپڑ کے لیے تیار نہیں تھا تب ہی کچھ پل گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے حذیفہ کو دیکھتا رہا اور اگلے ہی پل اس نے آگے بڑھتے ہی حذیفہ کا گریبان تھام لیا تھا۔

انابیہ ڈر کے مارے رونے لگی تھی۔ سعید صاحب کے ساتھ شکیل بھی تیزی سے آگے بڑھا فوزیہ جو پہلے ہی غفران کو اچھا خاصا بھڑکا چکی تھیں۔ غفران کو یوں بے قابو ہوتے دیکھ کر گھبرا کر آگے بڑھیں۔

جس دن غفران نے انابیہ کی وجہ سے ان سے بدتمیزی کی تھی اس دن سے وہ اس کے خلاف دل میں بغض لے کر بیٹھیں۔ وہ بظاہر خاموش تھیں کسی موقع کی تلاش میں تھیں۔ جس سے فائدہ تھا کہ وہ غفران کے دل میں انابیہ کے لیے نفرت اور بے اعتباری پیدا کر سکیں اور وہ موقع انہیں حذیفہ کی صورت میں مل گیا تھا۔ انابیہ شریف تھی، باکردار تھی وہ یہ بہت اچھے سے جانتی تھیں لیکن اس کی ماں کا حوالہ ایک ایسا ناگ تھا جو اس کی ساری زندگی کی خوشیوں کو نگل سکتا تھا۔ حذیفہ نے ان کی بیٹی کے لیے انکار کیا تھا تو وہ کیسے اسے بھی بخش دیتیں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے جب غفران انابیہ کے کردار کی دھجیاں اڑا رہا تھا تو انابیہ کی لٹھے کی مانند سفید پڑتی رنگت انہیں کتنی خوشی دے رہی تھی۔ لیکن بات ہاتھا پائی تک آ جائے گی یہ انہوں نے سوچا نہیں تھا۔

"بیٹا! تم جاؤ۔" سعید صاحب بمشکل اسے کھینچتے ہوئے لے کر آئے تھے۔ طیش کے مارے حذیفہ کا رنگ بالکل لال ہو گیا تھا۔ جبکہ غفران کی قمیض کے بٹن ٹوٹ چکے تھے اور ہونٹ کا کنارہ پھٹ چکا تھا۔

"حذیفہ نے باہر نکلنے سے پہلے ایک نظر انابیہ پر ڈالی جو روتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ

مٹھیاں بھینچے باہر نکل گیا۔

سعید صاحب نے انابیہ کو اوپر جانے کا اشارہ کیا اور اس کے اوپر جاتے ہی وہ حذیفہ کے پیچھے گئے تھے۔

''رکو حذیفہ!'' وہ غصے میں تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا جب سعید صاحب کی آواز پر رکا۔

''میں پوچھ سکتا ہوں انکل یہ سب کیا تھا وہ آدمی کون ہے جو خود کو انابیہ کا ہونے والا شوہر کہہ رہا ہے۔ اور آپ کے سامنے کہہ رہا تھا مطلب آپ کی مرضی سے کہہ رہا تھا۔''

وہ خود کو بہت کنٹرول کر کے اپنا لہجہ بدتمیز ہونے سے روک پایا تھا۔

''مرضی سے نہیں مجبوری میں کیا یہ۔'' وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

''میں پوچھ سکتا ہوں ایسی کون سی مجبوری تھی جس کی وجہ سے آپ نکاح پر نکاح کروانے جا رہے تھے۔''

وہ دانت پیس کر بولا تو سعید صاحب نے دکھ اور افسوس کے ساتھ اسے دیکھا۔

''میں آیا تھا آپ کے پاس، میں نے مجبوری بھی بتائی تھی آپ کو۔ میں مزید اس کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ بوڑھا ہوں اور بے بس بھی، یہ آدمی بہت عرصے سے انابیہ کے پیچھے تھا۔ میں جانتا ہوں کوئی جوڑ نہیں لیکن وہ اسے اپنانے کو تیار تھا۔ اپنا نام دے رہا تھا جبکہ آپ لوگوں کا تو نام جڑا تھا انابیہ کے ساتھ پر پھر بھی آپ نے اپنانے سے انکار کر دیا، آپ نے ہی مجھے کہا تھا۔ وہ آزاد ہے۔ مجھے بتائیں میں کیا کرتا اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں شادی کے لیے نہ مانا تو وہ دوسری صورت میں بھی انابیہ کو حاصل کر سکتا ہے، میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور یہ سچ ہے میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ میں بہت ڈر گیا تھا۔ ساری عمر اس بچی نے اپنی عزت کی حفاظت کی اپنے محرم کے انتظار میں اور محرم نے جب آزاد کر دیا تو پیچھے کیا بچا۔ میں اس کو مزید انتظار کی سولی پر نہیں لٹکا سکتا تھا۔''

''انکل! اگر میں نے کچھ الٹا سیدھا بول دیا تو اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں میں نے تھوڑا وقت مانگا ہے۔ سب ٹھیک کرنے کے لیے۔ اور میرے آزاد کہنے سے وہ آزاد نہیں ہو گئی۔ یہ آپ بھی جانتے ہیں۔ وہ نکاح اب بھی قائم ہے اور قائم ہی رہے گا مجھے بس تھوڑا وقت چاہیے۔''

''وقت ہی تو نہیں ہے۔'' وہ ہارے ہوئے انداز بولے تو حذیفہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''تو کیا آپ نکاح پر نکاح کریں گے۔ اس آدمی کے ساتھ جو اس کی عزت نہیں کرتا اور محبت تو بالکل نہیں کرتا، دیکھ لیا میں نے اور وہ ہماری فیملی کا حصہ ہے۔ میں ایسا بالکل ہونے نہیں دوں گا۔ میں اسے ابھی یہاں سے لے جاؤں گا۔''

اس نے غصے سے قدم پیچھے کی طرف موڑے تو سعید صاحب اس کے راستے میں آ گئے۔

''آپ جذبات میں غلط قدم اٹھا رہے ہیں آج اگر اسے لے جائیں گے اور وہی بات جو مجھے اس قدم کے لیے روک رہی ہے کہ اگر آپ کے گھر والوں نے قبول نہ کیا تین لفظ اور سب ختم، پھر بتائیں کیا بچے گا انابیہ کا مجھے انابیہ کے لیے سارے رشتے چاہئیں وہ محبت چاہیے جس کی وہ حق دار ہے وہ مقام چاہیے جو اس کا ہے عزت چاہیے جس کے انتظار میں اس نے اتنا کچھ سہا ہے۔''

اب کے ان کا لہجہ مضبوطی لیے ہوئے تھا۔

''ٹھیک ہے لیکن اس آدمی کو انابیہ سے دور رکھیں میں کوئی گندی نظر اس پر برداشت نہیں کر سکتا۔ اب انابیہ آپ کے پاس میری امانت ہے۔ میں جلد آؤں گا۔ سب کو لے کر ان شاء اللہ'' وہ کہہ کر رکا نہیں۔

سعید صاحب جھکے کندھوں کے ساتھ واپس مڑے ابھی جا کر انہوں نے ایک اور محاذ سر کرنا تھا۔ تب ہی انہوں نے چونک کر سامنے دیکھا۔ غفران فون کان سے لگائے تیز تیز قدم اٹھاتا باہر آ رہا تھا۔

ان پر ایک تیز نظر ڈال کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

سعید صاحب نے گہرا سانس لیا کچھ دیر کے لیے خطرہ ٹل گیا تھا۔

انہیں اب حذیفہ کا انتظار تھا وہ ہی اب برسوں کے انتظار کو ختم کر سکتا تھا عفران کے بارے میں انہیں جو غلط فہمی تھی کہ وہ انابیہ کو پسند کرتا ہے اسے خوش رکھے گا وہ غلط فہمی بھی ختم ہو گئی تھی اس کے دل میں کتنا شک تھا انابیہ کو لے کر اس سے شادی کی صورت میں تو انابیہ ہر پل اس گناہ کا بھگتان بھگتے گی۔ جو اس نے کیا بھی نہیں تھا۔

☆☆☆

یہ شاید دسویں کال تھی پہلی تین کالز تک بیل جا رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے جتنی دفعہ کال ملائی فون آف ملا تھا۔ پہلے اسے غصہ تھا لیکن اب اسے پریشانی ہو رہی تھی۔ وہ ہونٹ چباتے کھڑکی سے باہر لان میں لگے درختوں کو دیکھنے لگی۔ جبکہ آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں۔

اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے اس کے پیچھے دیکھا جہاں طالب کھڑا تھا۔ اس نے جلدی سے آنکھیں صاف کیں۔

”بھائی! آپ سوئے نہیں؟“

”اگر یہی سوال میں تم سے کروں تو؟“ وہ اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”نیند نہیں آ رہی تھی۔“ آنکھوں کی نمی چھپانے کے لیے وہ سر جھکا کر موبائل کو دیکھنے لگی۔

”نیند کیوں نہیں آ رہی۔“

”پتا نہیں۔“ چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

”نگین“ وہ جھٹکے سے اٹھا اور جھک کر اس کا چہرہ اونچا کیا۔ وہ روتے ہوئے اس کے ساتھ لگ گئی تھی۔

”بھائی میرا دل بہت گھبرا رہا ہے کب سے حذیفہ کو فون کر رہی ہوں پہلے وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہے تھے۔ اب فون آف جا رہا ہے۔“

”بیٹا! اس میں رونے والی کیا بات ہے ہو سکتا ہے کسی میٹنگ میں ہو اس لیے فون آف کیا ہو۔“

”پہلے تو ایسا کبھی نہیں کیا۔ ہر ویک اینڈ پر گھر ضرور آتے ہیں یہ پہلی بار ہے۔ دو ہفتوں سے وہ گھر نہیں آئے اور میں جانتی ہوں جب سے منگنی کی بات ہوئی ہے تب سے ایسا ہے۔ خود ہی انکار کر کے خود ہی ناراض ہو گئے ہیں۔“

”مما اور چھوٹی مما بھی ناراض تھیں میں تو نہیں تھی مجھ سے تو بات کرتے مجھ سے بھی بات نہیں کر رہے ہیں۔“

طالب اس سے الگ ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”وہ ناراض نہیں نگین بزی ہے۔ تمہیں پتا ہے نا کہ وہ ہر بات کو کتنا سیریس لیتا ہے چاہے کام ہو رشتے۔“

”اگر رشتے اہم ہیں تو ناراض کیوں ہیں۔ منگنی سے منع کیوں کیا۔“

”کیا وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ ہیں۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر سوالیہ انداز میں بولی۔ طالب نے بولنے کے بجائے نفی میں سر ہلایا۔

”اگر ایسا ہوا بھائی تو میں برداشت نہیں کر سکوں گی۔“

”حذیفہ ایسا نہیں کر سکتا اور اگر اس نے ایسا کچھ سوچا تو میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔“

وہ اب ہلکے ہلکے اس کا سر تھپک رہا تھا۔

ابھی ان کے موبائل پر میسج آیا تھا۔ ”نوید“ کا نام دیکھ کر اس نے میسج کھولا۔

”سر گھر پر ہیں۔ موڈ نہیں اس لیے کسی سے بات نہیں کر رہے ہیں۔“

”اکیلا تھا؟“ طالب نے میسج ٹائپ کیا۔

”جی سر۔“

”اوکے۔“ طالب نے گہرا سانس لیا۔ ”نوید کا میسج تھا کہ حذیفہ کی میٹنگ تھی اس لیے فون بند تھا۔

وہ ٹھیک ہے فکر مت کرو۔ میں کل جا کر خود اسے لے آؤں گا۔" "تم بھی جا کر آرام کرو اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر دل برا نہیں کرتے۔" اس نے مسکرا کر اس کا سر زور سے ہلایا تو وہ بھی مسکرا دی۔

☆☆☆

وہ ساری رات بے چین رہا تھا ایک پل کے لیے بھی اس کی آنکھ نہیں لگی تھی۔ اس آدمی کی غلیظ نظریں اور گھٹیا باتیں اسے طیش میں مبتلا کر رہی تھیں وہ کرنے کو بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن وہ وقتی حل تھا۔

اسے مستقل حل چاہیے تھا اور وہ تھا انابیہ کا اپنا گھر، اپنوں کا ساتھ اور اس کے لیے گھر والوں کو انابیہ کے متعلق بتانا ضروری تھی اور اس لیے اسے گھر جانا تھا۔

اس فیصلے پر پہنچ کر وہ تھوڑا پرسکون ہوا تھا۔ ایک گھنٹہ پہلے اس کی آنکھ لگی تھی جب موبائل کی آواز پر اس نے غیر دماغی سے بمشکل دکھتی آنکھوں کو کھولا سمجھ آنے پر اس نے موبائل اٹھایا۔ نوید کی کال تھی۔ اس نے آج کی اور اگلے دن کی میٹنگ کینسل کرنے کو کہا اور فون بند کر کے کتنی دیر کسل مندی سے ہی بیٹھا رہا۔

اسے آج لاہور کے لیے نکلنا تھا۔ لیکن وہ جانے سے پہلے سعید صاحب اور انابیہ کی خیریت بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ارادہ گھر جانے کا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے فون نکالا۔

جتنی بیلز جا رہی تھیں، اتنی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی حتیٰ کہ فون بج بج کر بند ہو گیا۔ اس نے پریشانی سے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا اور دوبارہ ری ڈائل کیا دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی جو یقیناً انابیہ کی تھی۔

"کیسی ہو انابیہ۔ حذیفہ بات کر رہا ہوں۔"

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

"انکل کہاں ہیں؟"

"بابا ابھی نماز پڑھ کر کچھ دیر لیٹے ہیں۔"

"ہنہ" وہ ہنکارا بھر کر چپ کر گیا۔

"میں لاہور جا رہا تھا۔ ایک دو دن لگ جائیں گے تو جانے سے پہلے ملنا چاہ رہا تھا۔" دوسری طرف خاموشی تھی۔

"انابیہ" طویل خاموشی پر اسے پکارنا پڑا تھا۔

"میں آپ کو آنے سے منع نہیں کرنا چاہتی لیکن آپ آئیں گے تو فوزیہ آنٹی بدتمیزی کریں گی۔ اور پھر بابا کو اور مجھے تنگ کریں گی۔" حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"انابیہ، ایک بات پوچھوں سچ بتاؤ گی؟" اس کے انداز پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"جی"

"کیا یہ منگنی تمہاری پسند سے ہوئی ہے۔"

"بابا نے کہا یہ رشتہ مجھے عزت دے گا اور بابا میرے لیے غلط نہیں کر سکتے۔"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں، انابیہ کیا تمہاری خوشی اس میں ہے۔"

"میری خوشی" وہ خود کلامی کے انداز میں بولی: "بابا نے کہا میرا انتظار لا حاصل ہے۔"

اس کی آواز میں درد محسوس کر کے، حذیفہ کو بہت تکلیف ہوئی تھی۔

"اگر رشتہ محرم ہو تو انتظار لا حاصل نہیں ہوتا۔" اس کے کہنے پر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"انکل بے شک تمہارا برا نہیں کر سکتے لیکن انہوں نے جو کیا وہ غلط کیا۔ انابیہ! تم جانتی ہو تم کسی کے نکاح میں ہو تم نکاح پر نکاح کیسے کر سکتی ہو۔"

اب کی بار وہ قدرے غصے سے بولا دوسری طرف انابیہ کو لگا زمین اس کے قدموں تلے سے سرک گئی ہو۔

"آپ جانتے ہیں؟" کافی دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی تو اس کی آواز میں حیرت تھی۔

"میں سب جانتا ہوں، تمہارے پیرنٹس تمہاری فیملی حتیٰ کہ تمہارے ہسبنڈ کے بارے میں

بھی۔" انابیہ نے بے ساختہ دیوار کا سہارا لیا تھا۔
"بابا جانتے ہیں آپ انہیں جانتے ہیں۔"
"ہاں، میں انہیں بتا چکا ہوں۔"
"پھر انہوں نے کیوں کہا کہ......" وہ آدھی بات کہہ کر رک گئی تھی۔
"کیا انہوں نے مجھے ڈرائیورس دے دی ہے۔"
"کس نے کہا تمہیں؟" وہ تڑپ کر بولا۔
"بابا نے کہا انہوں نے مجھے آزاد کر دیا بابا مجھ سے جھوٹ کیوں بولیں گے۔"
"وہ جھوٹ نہیں بول رہے لیکن انہیں بات سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ میری بات سنو انابیہ! تم کسی صورت یہ شادی نہیں کرو گی کیونکہ تم پہلے ہی کسی کے نکاح میں ہو اور تم جانتی ہو ایسا کر کے تم گناہ کرو گی۔ تمہاری فیملی کو تمہاری مدد اور تمہیں لے کر کچھ غلط فہمیاں ہیں جو دور ہوتے ہی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اور میں کوشش کروں گا سب صحیح کرنے کی لیکن تب تک تمہیں مضبوط رہنا ہوگا۔ کسی صورت یہ شادی نہیں کرنی۔"
"میں بھی یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی لیکن مجھے ڈر لگتا ہے۔ وہ مجھے اور بابا کو بھی دھمکی دے کر گئے ہیں کہ اگر ان کی بات نہ مانی تو وہ میرے ساتھ۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر رونے لگی تھی۔
حذیفہ نے مٹھی بھینچ کر غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کی تھی۔
"انابیہ! میری بات سنو، تمہیں ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں تمہاری پوری فیملی تمہارے لیے موجود ہے۔ ان کے ہوتے کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ مجھے دو تین دن کا ٹائم دو، میں تمہاری فیملی کو لے آؤں گا۔"
"آپ "ان" کو لے کر آئیں گے۔" وہ بھیگی آواز میں بولی تو غصے کے باوجود اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔
"ہاں ان کے بغیر تو سب ادھورا ہے نا۔" وہ تھوڑا شرارت سے بولا۔
"میں بابا کو بتا دوں۔" وہ معصومیت سے بولی تو حذیفہ نے زیر لب مسکراتے سر ہلایا۔
"نہیں، ان کو کچھ نہیں بتانا بس اپنا خیال رکھنا اور میرا انتظار کرنا اور کوئی بھی بات ہو تو مجھے فون کر دینا۔" ٹھیک ہے۔"
"جی۔"
"ایک منٹ!" انابیہ کے بولنے پر وہ رکا۔
"کیا وہ آپ کے فرینڈ ہیں؟" اس کے لہجے میں اشتیاق تھا حذیفہ کو اب اندازہ ہوا کہ وہ اپنے شوہر کے لیے خاص فیلنگ رکھتی ہے۔
"فیملی فرینڈ۔"
"ٹھیک ہے ابھی مجھے نکلنا ہے میں آ کر تم سے تفصیل سے بات کروں گا۔" فون رکھ کر اس نے نوید کو کال کی۔
"نوید! دو تین سکیورٹی گارڈ سول ڈریس میں سعید صاحب کے گھر بھیج دو اور دھیان رہے کہ وہ سعید صاحب اور ان کی بیٹی کی سکیورٹی کے لیے جا رہے ہیں ان کی پل پل کی خبر مجھے ملتی رہنی چاہیے۔" کہہ کر اس نے فون بند کیا۔ اور اپنا بیگ اٹھا کر فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

جونہی اس کی کار گیٹ کے اندر داخل ہوئی تھی تب ہی داخلی دروازہ کھول کر طالب باہر آیا تھا اس کو گاڑی سے نکلتا دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔ وہ ساتھ والی سیٹ سے اپنا بیگ نکال کر طالب کی طرف بڑھا۔
"پلیزنٹ سرپرائز میں تمہارے پاس ہی آ رہا تھا۔" طالب اس کے گلے لگتے ہوئے بولا۔
"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری۔" طالب نے بغور اس کی سرخ آنکھیں اور اترا ہوا چہرہ دیکھا۔
"جی بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے زبردستی مسکرا کر اسے مطمئن کرنا چاہا۔ "چلو سب تمہیں دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔" وہ طالب کے ساتھ اندر

داخل ہوا تو گھر والوں کے ساتھ وہاں طالب کے ماموں ممانی اور انجم موجود تھے۔ وہ سلام کر کے سیدھا ماں کے گلے لگا تھا۔

”آ گئی ماں کی یاد اتنے دن بعد“ وہ اسے خود میں بھینچتے ہوئے ناراضی سے بولیں۔

”یاد ان کو کیا جاتا ہے جو بھول جاتے ہیں۔ آپ تو ہر وقت میرے دھیان میں رہتی ہیں۔“

”اچھا مجھے تو لگا آج کل تمہارا دھیان کہیں اور لگا ہے۔“

طالب کے بولنے پر اس نے چونک کر اسے دیکھا جواباً وہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔ حذیفہ نے سر جھٹک کر خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا۔ اس وقت وہ کسی قسم کی تلخی نہیں چاہتا تھا۔

”اچھا ہو گیا تم آ گئے ورنہ ہم خود تمہیں لینے آ جاتے۔“ رخسانہ کے کہنے پر وہ ہنس پڑا تھا۔

”مجھے پتا نہیں تھا میں اتنا لاڈلا ہوں۔“

”لاڈلے تو آپ ہیں لیکن اس بار بات کچھ اور تھی۔“ قاسم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

”ایسی بھی کیا بات تھی؟“ وہ اب بھی کھڑا تھا۔ جبکہ نظریں سب سے ہوتی انجم کے ساتھ بیٹھی نگین پر رک گئیں اس کے دیکھنے پر نگین نے نظریں پھیر لی تھیں۔

”کل انجم اور طالب کی منگنی ہے۔“ رخسانہ نے خوشی سے بتایا تو اس کی نظریں بے ساختہ طالب کی طرف گئی تھیں وہ کتنی دیر کھوجتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا لیکن ڈھونڈنے سے کوئی تاثر نہیں ملا سوائے مسکراہٹ کے اور مسکراہٹ کا مطلب خوشی ہے اس نے گہرا سانس لیا۔

”کیا ہوا مبارک باد نہیں دو گے۔“ طالب نے ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے پوچھا۔

”مبارک ہو بھائی!“ وہ بھی جواباً مسکرا کر بولا۔

”مجھے لگ رہا تھا آج تم آؤ گے اس لیے تمہاری پسند کا کھانا بنوایا ہے۔“ کلثوم نے پیار سے اس کے گال کو چھوا تو ان کی محبت محسوس کر کے وہ مسکرا دیا۔

کھانا کھاتے ہوئے وہ غیر دماغی سے سب کو سن رہا تھا جبکہ دھیان بار بار موبائل کی طرف جا رہا تھا۔ اسے نوید کے میسج کا انتظار تھا طالب کا سارا دھیان اس کی طرف تھا اور وہ جانتا تھا وہ بار بار موبائل کی طرف کیوں دیکھ رہا تھا۔ نوید اسے سیکورٹی والی بات بتا دی تھی۔

ہم نے تو سوچا تھا گھر میں دو دو فنکشن ہوں گے لیکن حذیفہ کے انکار پر سب ادھورا رہ گیا یہ بات طالب کی ممانی آسیہ نے کی تو اس نے چونک کر نگین کو دیکھا۔ اس کا سر جھکا تھا لیکن وہ جانتا تھا وہ اس سے ناراض ہے۔

”آنٹی میں نے انکار تو بالکل نہیں کیا۔ میں نے صرف ڈیلے کیا تھا اور اس کے پیچھے میرے پاس وجہ ہے لیکن وہ میں یہاں ڈسکس نہیں کرنا چاہتا تھا۔“ آخر میں اس کا لہجہ تھوڑا روکھا ہوا گیا تھا۔

ماحول میں ایک دم خاموشی چھا گئی تھی۔ اس خاموشی میں طالب کی سنجیدہ آواز کافی نمایاں ہوئی تھی۔

”تم نے انکار نہیں کیا لیکن ڈیلے کیا۔ سوال یہ ہے ڈیلے کیوں کرنا چاہتے ہو۔ جبکہ تم جانتے ہو، دیر یا سویر تمہاری شادی نگین سے ہونی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں تھا جہاں تک مجھے یاد ہے تم نے کہا تھا میری وجہ سے تم ڈیلے کر رہے ہو اب تو میں بھی منگنی کر رہا ہوں۔ تو اب، “ وہ سوالیہ انداز میں ابرو اچکا کر پوچھنے لگا۔ ”کہیں تمہاری نیت تو نہیں بدل گئی۔“ اس کے سوال پر اس نے ہونٹ بھینچ لیے کیونکہ سب کی شک بھری نظریں اس پر جم گئی تھیں۔

”آپ کو جو سمجھنا ہے سمجھ لیں۔“ کلثوم نے حیرت سے اپنے تابعدار بیٹے کو دیکھا۔

”حذیفہ، تم ہوش میں تو ہو۔“ رخسانہ نے

ناراضی سے اسے دیکھا۔

"بڑی مما اور کیا کہوں میں اب وہ ناراضی بولا۔" حذیفہ! تم اچھی طرح جانتے ہو ہمارے گھر کا اصول ہے جو بات بڑوں کے درمیان طے ہو جاتی ہے۔ وہ ہر حال میں نبھائی جاتی ہے یہ ہماری روایت ہے۔ اسی وجہ سے ہم میں اتفاق ہے ہمارے لیے ہم اپنے جڑے رشتے کیا اہمیت رکھتے ہیں، تم جانتے ہو اور ہماری فیملی میں بیٹیوں کی کیا ویلیو ہے وہ بھی تم جانتے ہو۔ تمکین میری بہن ہے اور میں اس کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

حذیفہ جو ضبط کیے سب سن رہا تھا ایک دم سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

"ابھی ابھی جن روایات کا تذکرہ کیا آپ نے میں سب بچپن سے سن اور دیکھ رہا ہوں۔ مجھے پتا ہے بابا اور تایا ابو کے نزدیک پھوپھو کی کیا ویلیو تھی۔ تمکین کی کیا ویلیو ہے۔ صرف ایک سوال ہے میرا۔ اس گھر کی ایک اور بیٹی بھی ہے وہ کہاں ہے کس حال میں ہے۔ کیا اتنے سالوں سے کسی نے یہ پتا کرنے کی کوشش کی ہے۔"

اس نے سوال کرنے کے بعد باری باری سب کی شکل دیکھی۔ سب اس کا سوال سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جبکہ شمسہ نے بے ساختہ اپنا ہاتھ ماتھے پر مارا۔ انہیں اندازہ ہونا چاہیے تھا وہ کیا ڈھیٹ لڑکا تھا جب کوئی بات اس کے دماغ میں گھس جاتی تھی وہ کر کے رہتا تھا۔ کتنا سمجھایا تھا انہوں نے۔ لیکن پھر بھی وہ اس کا ذکر کرنے سے باز نہیں آیا جس کا نام لینا بھی یہاں پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ وہ تیز دھڑکتے دل کے ساتھ آنے والے حالات کے لیے خود کو تیار کرنے لگیں۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟" طالب کا غصے سے کھڑا ہونا اس بات کا پتا دے رہا تھا کہ وہ سمجھ چکا ہے کس کی بات ہو رہی ہے۔

"آپ بہتر جانتے ہیں۔" وہ بھی اسی انداز میں بولا۔ "میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔"

"ایک منٹ طالب" کلثوم نے انگلی سے طالب کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا تھا اور چلتے ہوئے اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں۔

"کس کی بات کر رہے ہو اس عورت کی جو تمہارے باپ اور تایا کی قاتل ہے یا اس کی بیٹی کی جو پتا نہیں کس کی ناجائز اولاد ہے۔"

"ممی!" وہ چیخ اٹھا تھا اور یہ پہلی بار تھا کہ وہ ماں کے آگے یوں بولا تھا۔ کلثوم کے ساتھ باقی سب بھی حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ کلثوم کتنی دیر بے یقینی سے اس کا ضبط سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھتی رہیں اور پھر اگلے ہی پل پوری قوت سے تھپڑ اس کے گال پر پڑا تھا۔ شمسہ کے ساتھ رخسانہ بے اختیار کھڑی ہو گئیں۔

"اس عورت کی وجہ سے پہلے بھی میرا گھر برباد ہوا تم طالب، قاسم، تمکین سب یتیم ہوئے۔ اس عورت کی وجہ سے اس گھر کا ماحول جہنم بن گیا تھا اور اب ایک بار پھر تم اس کی بیٹی کی بات کر رہے ہو تم اسے تمکین سے ملا رہے ہو وہ تمکین کی جوتی کے برابر بھی نہیں تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے تمکین سے ملانے کی۔"

اب کے انہوں نے طیش کے عالم میں اس کا گریبان تھام لیا تھا۔ "کلثوم ہوش میں آؤ۔" شمسہ نے انہیں کندھے سے تھام کر پیچھے کرنے کی کوشش کی۔

"میں اسے تمکین سے نہیں ملا رہا۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں وہ اس گھر کی بیٹی ہے۔"

"ہم نہیں مانتے۔" اب کے طالب بولا۔

"آپ کے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ جس کی بیٹی تھی وہ خود کہہ کر گئے تھے پھر بھی آپ لوگ اپنے خون کو ناجائز کہہ کر گالی دے رہے ہیں اور دوسرا پاپا اور تایا ابا کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا جسے آپ لوگوں نے اس عورت پر ڈال دیا۔"

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

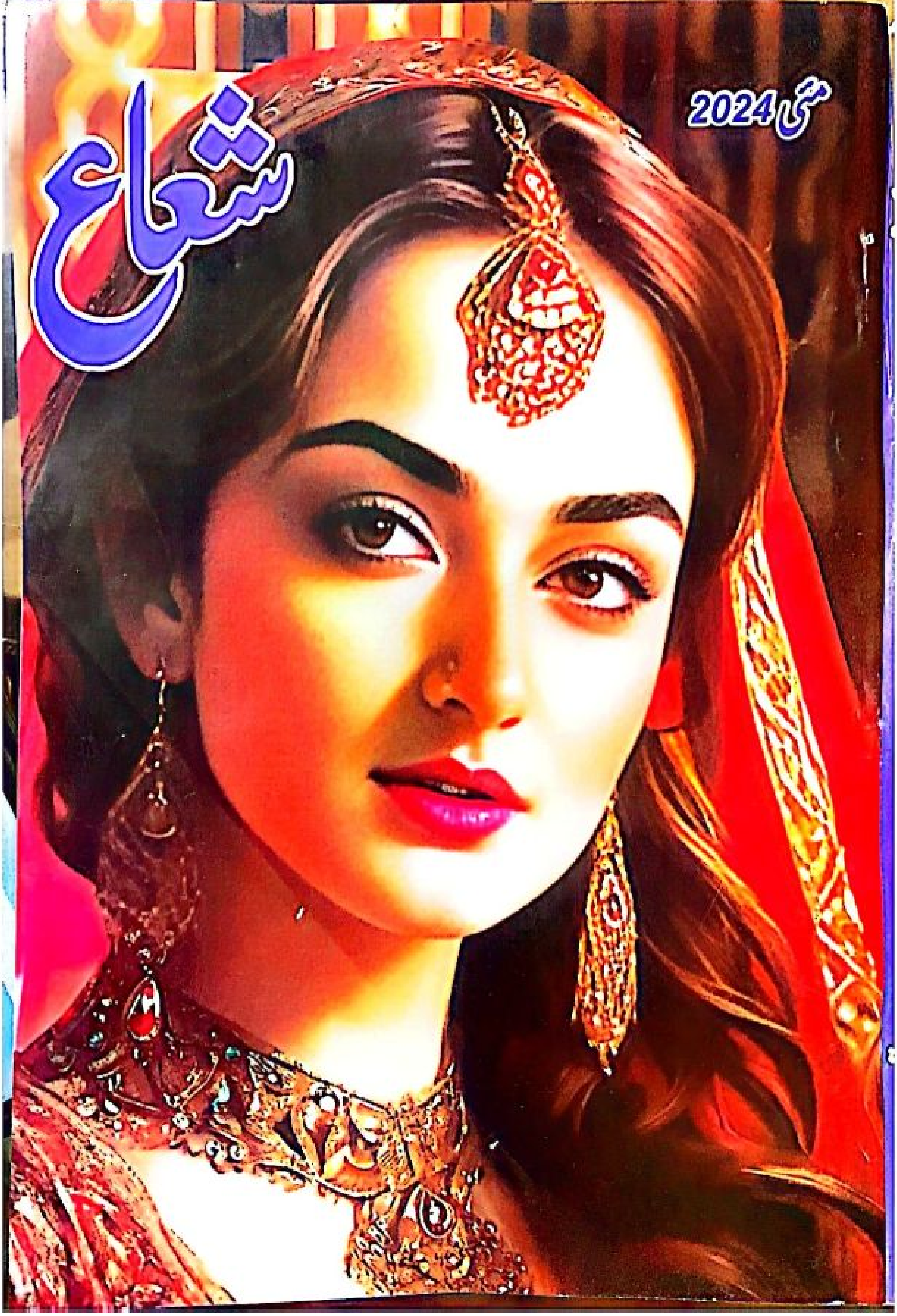

CS CamScanner

بانی — محمود ریاض

مدیر اعلیٰ — آمنہ ریاض

مدیرہ — رضیہ جمیل

مدیر مسئول — امتہ الصبور

پبلشر — شاہین رشید

قانونی مشیر — نورالدین سرکی اینڈ کمپنی

ایڈووکیٹس ہائی کورٹ

مئی 2024

جلد 37 شمارہ 09

قیمت 150 روپے

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

شعاع

واٹس ایپ

03172266944

پہلی شعاع	مدیرہ	6
حمد	خواجہ عابد نظامی	7
نعت	احمد فراز	7
نبی کی باتیں	ادارہ	8
تابان شاہ نواز سے ملاقات	شاہین رشید	28
دستک	شاہین رشید	18
جب تجھ سے ناتا	آف شمع	13
جب تجھ سے ناتا	ر. ش	16

ناول

والعصر	امت العزیز شہزاد	32

مکمل ناول

ماء الملوک	نگہت سیما	150
دستور وفا	مریم عزیز	88
مکتوب	... حسین	120

افسانے

خیر کی تجارت	فروا صدیق ہاشمی	54
مہربان پھپھو	عمارہ فضل شاہ	60
بن ماں کی بچی	سونیا ثنا فاروقی	82
دینے والا ہاتھ	خدیجہ حنیف	118
بوجھ	ام نعمان	147

انتباہ: ماہنامہ شعاع و ادارہ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول، یا سلسلے کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔

NOVELS KA JAHAN

CamScanner

مریم عزیز

دستورِ وفا

NOVELS KA JAHAN

اس کی مسلسل حمایت وہاں سب لوگوں کو بے حد بری لگ رہی تھی۔

"چلیں مان لیا آپ اسے اس گھر کی بیٹی نہیں مانتے تو اس کا دوسرا رشتہ بھی ہے اس گھر سے۔ اس بارے میں کیا خیال ہے آپ کا۔"

اس نے طالب کو دیکھنے کے بعد ماں کو دیکھا تو ایک اور تھپڑ اس کے گال پر پڑا تھا۔ لیکن وہ ویسے ہی سخت چہرہ کیے ان سے جواب کا طالب گار تھا۔

"ہم اس رشتے کو نہیں مانتے، تین لفظوں کی مار ہے وہ رشتہ، حذیفہ اس سے اس گھر کا ہر فرد اتنی نفرت کرتا ہے اور خاص طور پر میں، اگر کبھی غلطی سے وہ میرے سامنے آئی تو زندگی حرام کر دوں گا یا اپنے ہاتھ سے اس کا گلا دبا دوں گا۔"

حذیفہ جو کب سے سب کے سامنے ڈٹا تھا طالب کی بات پر اس نے افسوس سے اسے دیکھا۔ اس کے سامنے بار بار انابیہ کا چہرہ آ رہا تھا وہ ایسے نہیں ہار سکتا تھا۔

"آپ لوگ شاید اللہ کا خوف بھول گئے ہیں۔ لیکن مجھے اللہ بھی یاد ہے اور اپنے بڑوں کا کیا گیا فیصلہ بھی، میں اس کو ڈھونڈ کے لاؤں گا۔ آگے آپ لوگوں کی مرضی۔" وہ کہہ کر اٹھا۔

تب ہی کلثوم اس کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔

"جس دن وہ اس گھر میں آئی۔ حذیفہ اس دن سمجھنا تو مر گیا میرے لیے۔"

"ممی!" اتنے شدید ردعمل پر وہ حق دق رہ گیا۔

"میں ختم کر لوں گی خود کو۔" کہنے کے ساتھ انہوں نے حقارتی نظروں سے ڈائننگ ٹیبل پر دیکھا اور ایک جھٹکے میں آگے بڑھ کر چھری اٹھالی۔ حذیفہ کے ساتھ طالب اور قاسم بھی تیزی سے ان کی طرف بڑھے۔

"چھوڑو مجھے۔" وہ پورا زور لگا کر خود کو چھڑا رہی تھیں ان کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا جبکہ جسم طیش کی زیادتی سے کپکپا رہا تھا۔

"چھوٹی مما کیا کر رہی ہیں چھوڑیں۔" طالب نے ایک ہاتھ سے انہیں قابو کرنے کے بعد دوسرے ہاتھ سے چھری نکال لی۔

"اس سے کہو مجھے ہاتھ نہ لگائے۔"

کلثوم کے کہنے پر طالب نے اسے زور سے دھکا دیا تھا وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تھا۔ سب کی آنکھوں میں اس کے لیے غصہ اور ناراضی تھی۔

اگلے ہی پل کلثوم طالب کی بانہوں میں جھول گئی تھیں۔

"چھوٹی مما!" طالب نے پریشان ہو کر ان کا چہرہ تھپتھپایا شمس اور رخسانہ تیزی سے آگے بڑھے قاسم نے ان کا بازو تھام کر نبض دیکھی جو بہت ہلکی چل رہی تھی۔

"گاڑی نکالو" طالب نے چیخ کر قاسم سے کہا اور خود کلثوم کو بازوؤں میں اٹھا کر باہر کی طرف بھاگا اور ان کے پیچھے سب بھاگے تھے اب باہر سے گاڑیوں کے اسٹارٹ ہونے کی آوازیں آ رہی تھیں جبکہ وہ وہیں ساکت کھڑا لڑکھڑاتے قدم کو

CamScanner

دیکھ رہا تھا جہاں سب کتنی خوشی سے کھانا کھا رہے رشتوں کو جیے۔ کیا غلط کہا اس نے۔ اتنی
تھے اس کی آنکھ میں آنسو جمع ہونے لگے۔ نفرت۔ اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں کو آنکھوں
"کیا اس نے غلط کیا کیا وہ معصوم لڑکی پر رکھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے گھر والے
فیملی کا حصہ نہیں کیا اس کا حق نہیں کہ وہ سب کبھی اتنا بیہ کو قبول نہیں کریں گے۔" کیسی وہ بات تھی

مکمل ناول

NOVELS KA JAHAN

CamScanner

جو سعید صاحب نے اسے سمجھائی جا رہی تھی۔ شاید حفصہ گل کو بھی ایسی نفرت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تب ہی وہ دوبارہ اپنی بیٹی لے کر اس دہلیز پر نہیں آئیں۔ تو کیا سعید صاحب کی بات مان کر اسے پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔

اس نے بھیگتی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا لیا۔

اور جو وہ انابیہ سے کہہ کر آیا تھا۔ وہ اس کا انکار کرے وہ اسے اس کی فیملی سے ملوائے گا اور جب وہ اپنے شوہر کے بارے میں پوچھے گی۔

حذیفہ مرد ہو کر رو پڑا تھا۔ اسے اندازہ ہو رہا تھا وہ ہار گیا ہے۔ وہ وعدہ خلاف بن گیا تھا وہ بھی انابیہ کو اس کا حق نہیں دلوا سکے گا۔ اور نہ ہی اسے اس کے رشتوں سے ملوا سکے گا۔

☆☆☆

نماز پڑھنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار اس کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ لیکن یہ آنسو دکھ کے نہیں تشکر کے تھے۔ اس کے اللہ نے اسے ناامید نہیں کیا تھا۔ حذیفہ کی شکل میں اللہ نے امید کی کرن اسے دکھائی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا شوہر اس کے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ وہ اس رشتے کو مانتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن وہ اپنے محرم کی محبت میں گرفتار تھی۔ اس نے نہ کبھی اسے دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ نہ وہ اس کے بارے میں کچھ جانتی تھی۔ سوائے اس کے کہ وہی اس کا سب کچھ ہے۔

اب اچانک حذیفہ کا ملنا اور بابا کو اسے لے کر آنا اشارہ اور اب حذیفہ کا یہ کہنا کہ وہ اس کی فیملی کو جانتا ہے تو اس کا مطلب تھا کہ بابا بھی جانتے تھے کہ حذیفہ اس کی فیملی کو جانتا ہے تو پھر بابا نے کیوں کہا کہ وہ اسے اپنانا نہیں چاہتے اس کے دل میں بہت سے سوال تھے لیکن وہ کوئی بھی سوال کر کے ان کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی۔ اسے حذیفہ کا انتظار تھا۔

وہ چہرے پہ ہاتھ پھیر کر جائے نماز تہہ کر کے

کھڑی ہوئی۔ تب ہی نیچے سے زور زور سے بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔ پریشانی کے مارے وہ وہیں سہم کر رک گئی کیونکہ سب سے نمایاں اور اونچی آواز غفران کی تھی۔ ابھی وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جب سیڑھیوں پر تیز تیز قدموں کی آواز کی آئی تھی تو اس نے گھبرا کر مڑنا چاہا لیکن تب تک فوزیہ اور غفران اوپر پہنچ چکے تھے۔ ڈر کے مارے وہ وہیں منجمد ہو کر رہ گئی وہ چلتے ہوئے بالکل اس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے جبکہ وہ سہمی نظروں سے ان کے پتھریلے تاثر والے چہرے دیکھ رہی تھی۔ "چلو نیچے۔" فوزیہ کے کہنے پر وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"بابا کہاں ہیں؟" وہ بمشکل بولی۔

"وہ بھی نیچے ہیں تم بھی چلو۔" اب فوزیہ نے اسے بازو سے تھاما اس کی گرفت سخت تھی۔

"یہ اسے اڑھا دو۔" غفران نے ہاتھ پکڑا لال کا مدار دوپٹا فوزیہ کی طرف اچھالا۔ وہ دوپٹا دیکھ کر انابیہ کی چھٹی حس نے خطرے کا اشارہ دیا تھا۔ "مجھے کیوں جانا ہے۔" اس نے پوچھنے کے ساتھ اپنا بازو بھی چھڑوانے کی کوشش کی تھی۔

"نکاح ہے تمہارا غفران کے ساتھ۔" فوزیہ نے کہنے کے ساتھ نماز کے اسٹائل میں لیا دوپٹا اس کے سر سے اتارا تو وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلی اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا لیکن اس سے پہلے غفران نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا تھا۔

"چھوڑیں مجھے۔" وہ اب پورا زور لگا کر خود کو چھڑوا رہی تھی لیکن آگے سے بھی گرفت سخت تھی وہ اب اس کو سیڑھیوں کی طرف گھسیٹ رہا تھا۔

"اللہ کا واسطہ ہے آنٹی اور ایسا نہ کریں۔" اس نے سیڑھیاں اترتے ہوئے تیجی آنی فوزیہ سے التجا کی تھی لیکن اس کی یہ حالت دیکھ کر انہیں سکون مل رہا تھا۔ "پلیز مجھے چھوڑیں میں یہ نکاح نہیں کر سکتی۔" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔

CamScanner

وہ اب کھینچتا ہوا اسے نیچے صحن میں لے آیا تھا۔ جہاں کافی لوگ جمع تھے ندا، ثنا، شائستہ، شکیل صاحب، سعید صاحب ان کے دو دوست اور کچھ لوگ تھے جن کو وہ نہیں جانتی تھی۔

"بابا۔" اس نے سعید صاحب کو پکارا جو سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ کتنے بے بس ہیں۔ ان کے سر سے نکلتا خون اس کا خون منجمد کر گیا تھا۔ اس نے اسے پھینکنے کے انداز میں صوفے پر پھینکا تھا۔

"آصف! مولوی صاحب کو لے کر آؤ۔" اس نے دروازے کے قریب کھڑے آدمی کو کہا اس کے کہتے ہی وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔

"خدا کے لیے رک جائیں بابا پلیز، روکیں انہیں۔" وہ اب اٹھ کر سعید صاحب کی طرف بڑھنا چاہتی تھی لیکن غفران نے ایک بار پھر پکڑ کر اسے صوفے پر دھکا دیا۔

"اب کوئی مجھے نہیں روک سکتا تم نے اور تمہارے باپ نے جتنے ڈرامے کرنے تھے کر لیے اور جتنا مجھے لحاظ کرنا تھا کر لیا اب اور نہیں چپ چاپ مولوی کے سامنے ہاں کر دو ورنہ اب تک میں شرافت کی زبان بول رہا تھا مجھے مجبور نہ کرو کہ تمہاری عزت کی دھجیاں اڑا دوں۔"

اس کی آنکھیں نہیں دھمکی پر وہ بری طرح ڈر گئی تھی اس نے سہمی ہوئی نظروں سے سعید صاحب کی طرف دیکھا جو بے بسی سے اسے دیکھ رہے تھے کیونکہ ان کے پیچھے کھڑے آدمی کے ہاتھ میں گن تھی۔ وہ لڑکا ایک داڑھی والے آدمی کو لے کر اندر آیا تھا ان کے آتے ہی وہ اس کے ساتھ بیٹھا تو وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"میں نہیں کر سکتی یہ نکاح میرا نکاح ہو چکا ہے۔" اس کے چیخنے پر وہاں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔" غفران جیسے آگ بگولا ہو کر اس کے سامنے آیا۔

"یہ اچانک تمہارا شوہر کہاں سے پیدا ہو گیا۔" غفران آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ "جھوٹ بول رہی ہے جان چھڑانے کے لیے اتنے سالوں سے یہاں ہے میں نے کوئی شادی نہیں دیکھی اس کی۔" فوزیہ نے جیسے اس کا مذاق اڑایا تھا "میں جھوٹ نہیں بول رہی پلیز میرا یقین کریں میں شادی شدہ ہوں۔" وہ اب ہاتھ جوڑے غفران سے التجا کر رہی تھی۔ وہ بھی اتنی ہمت نہ کر پاتی اگر حذیفہ اسے امید دلا کر نہ گیا ہوتا۔

"بابا پلیز بولیں نا۔" وہ اب سعید صاحب کی طرف مڑی تھی۔ "یہ سچ کہہ رہی ہے اس کا نکاح بچپن میں ہو گیا تھا۔" سعید صاحب اب بول پڑے تھے ایک بار سب پھر حیران ہوئے تھے۔

"غفران مجھے لگتا ہے وہ لڑکا جو آتا ہے وہی اس کا شوہر ہے۔" فوزیہ نے کچھ سوچ کر حذیفہ کا حوالہ دیا تھا۔ غفران کو لگا اس کا ضبط ختم ہو گیا ہے۔

"گھٹیا عورت اس معصوم چہرے کے پیچھے کتنا مکروہ چہرہ چھپا رکھا ہے۔ آخر خون ماں والی حرکت کی نا۔" اس نے بھی شادی کسی سے کی اور تعلقات کسی اور سے رکھے۔ تم بھی اس کی بیٹی ہو۔ میری غلطی ہے۔ جو تمہاری شرافت کی ایکٹنگ دیکھ کر تمہیں نیک سمجھ بیٹھا تھا۔"

وہ اس وقت بے بسی کی انتہا پر تھی وہ پوری کوشش کر کے خود کو اس سے چھڑوا رہی تھی۔

"غفران! چھوڑو اسے۔" شکیل صاحب نے آگے بڑھ کر اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی تو اس نے غصے سے شکیل کو دھکا دیا اور انابیہ کو کھینچتا ہوا اندر کی طرف لے جانے لگا۔

"بابا۔" وہ چیخی تو سعید صاحب بھاگتے ہوئے غفران کے قدموں سے لپٹ گئے۔ "چھوڑ دو اسے غفران وہ معصوم ہے اس کا کوئی قصور نہیں میرا قصور ہے مجھے تمہیں پہلے بتا دینا چاہیے تھا۔"

لیکن اس نے ان کی ٹانگ چھڑا کر انہیں اسی ٹانگ سے دھکا دیا تھا انابیہ خود کو چھڑانے کے لیے بری طرح چیخ رہی تھی۔ تب ہی دروازے میں

کھڑی عورت اور اس کے پیچھے دو آدمیوں کو دیکھ کر تلاش میں ہجوم کی نظر وہاں ٹھہر گئی۔

"غفران! اس کی پکار پر جانور سے غفران کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور جیسے بت بن گیا اناہیہ کے بالوں پر اس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہوتے ختم ہو گئی تھی۔

"شہلا!" اس کے منہ سے سرگوشی کے انداز میں نکلا۔ خود کو آزاد دیکھ وہ بھاگتی ہوئی زمین پر گرے سعید صاحب سے لپٹ گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" وہ اب ماتھے پر بل ڈالے، لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ فوزیہ کو دیکھ کر وہ پہچان چکی تھی، وہ غفران کی بہن ہے۔ اس نے نیچے بیٹھی لڑکی اور روتے بوڑھے آدمی کو دیکھا اور پھر غفران کو جس کا رنگ مکمل طور پر اڑ چکا تھا۔

"کیا کر رہے تھے تم، کیوں اس لڑکی کو مار رہے تھے۔" وہ غصے سے غفران کی طرف بڑھی۔

"کچھ نہیں بے بی! ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ تھوک نگل کر بولا۔

"کیا ہو رہا تھا یہاں!" اس نے دوسری طرف کھڑے آدمی سے پوچھا۔ جو شاید محلے کا تھا۔ "شادی۔"

"شادی" وہ جیسے اچھل پڑی۔

"کوئی نہیں۔" غفران تیزی سے آگے بڑھا شہلا نے انگلی اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

"کس کی شادی؟"

"غفران بھائی کی اس کے ساتھ۔" اس نے انگلی سے روتی ہوئی اناہیہ کی طرف اشارہ کیا تو اس نے اس لڑکی کو دیکھا وہ وہی تصویر والی لڑکی تھی، جو اس نے موبائل میں دیکھی تھی۔ اس نے قہر آلود نگاہ غفران پر ڈالی۔

"جھوٹ ہے شہلا! یہ لڑکی تو پہلے سے شادی شدہ ہے۔ اس کا شوہر ملک سے باہر ہے جبکہ یہ کسی عاشق کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔ میں تو صرف اس کو اندر بند کرنے لگا تھا۔"

وہ پل میں اتنی بڑی کہانی بنا گیا کہ سب کے ساتھ اناہیہ بھی شاک کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی شہلا اس کا ساکت چہرہ دیکھ کر سمجھ گئی تھی۔ جھوٹ کون بول رہا ہے۔ شہلا نے بغور غفران کو دیکھا اور تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ "تمہاری بیوی میں ہوں تمہارے بچے کی ماں میں ہوں، میرے ہوتے ہوئے تمہاری اتنی ہمت کہ تم دوسری شادی کا سوچو، اپنی اوقات بھول گئے ہو، میرے بھائیوں کے ٹکڑوں پر پلتے ہو، ایک سیکنڈ، ایک سیکنڈ اس نے چٹکی بجائی۔ "لگے گا مجھے تمہیں مزہ چکھانے میں۔"

"شہلا میری بات سنو، تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں سچ بول رہا ہوں میں نے تمہارے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سوچا۔"

وہ روہانسا ہو کر اپنی صفائی دے رہا تھا حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ فرعون بنا تھا۔

"تمہاری بہن بھی اس ڈرامے میں شامل تھی۔"

اب اس نے بھنویں سکیڑ کر فوزیہ کو گھورا تو وہ جو اچانک سچویشن بگڑ جانے پر ساکت تھی حواس باختہ ہو کر شہلا کی طرف بڑھیں۔

"شہلا میری رانی! میں کیوں ایسا کروں گی غفران سچ کہہ رہا ہے یہ لڑکی ہے ہی کریکٹر لیس۔ یہی غفران کے پیچھے پڑی تھی۔

"فوزیہ!" شکیل صاحب اس بہتان پر غصے سے بولے۔

"آپ چپ رہیں۔" وہ بدتمیزی سے انہیں ٹوک گئیں تو وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئے۔

"تمہیں تو میں دیکھ لوں گی۔" شہلا دھمکی دے کر جس طرح آئی تھی اسی طرح نکل گئی جبکہ غفران کتنی دیر ویسے کھڑا رہا۔

"نکلو یہاں سے تماشا لگا ہے کیا؟" فوزیہ کے چیخنے پر سب باری باری بڑبڑاتے ہوئے نکل گئے تھے۔

CamScanner

رہیں جا رہا ہوں لیکن یہ مت سوچنا تمہیں چھوڑ دوں گا۔ ایسا حشر کروں گا۔ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔" جاتے جاتے بھی وہ انابیہ کو دھمکی دینے سے باز نہیں آیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ایسی خاموشی تھی جو کسی طوفان کے گزرنے کے بعد ہوتی ہے۔ سب اپنی اپنی جگہ مختلف باتیں سوچ رہے تھے صرف انابیہ اور سعید صاحب تھے جو ایک دوسرے کو تھامے رو رہے تھے۔

"یہ تمہارا بھائی تھا گھٹیا ذلیل آدمی۔" شکیل صاحب کو آج پہلی بار غصہ آیا تھا۔

"شکیل صاحب! سوچ سمجھ کر بات کریں وہ میرا بھائی ہے۔" شکیل صاحب نے ایک نظر رک کر فوزیہ کو دیکھا جو چہرے پر نفرت لیے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

انہوں نے ایک تھپڑ ان کے منہ پر جڑ دیا تھا۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ وہ لڑکھڑا کر دو قدم دور جا گری تھیں عنا اور شائنہ بھاگ کر ماں کے پاس آئی تھیں۔

فوزیہ نے گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے سامنے پتھریلا چہرہ لیے شکیل صاحب کو دیکھا۔

"گھٹیا بھائی کی گھٹیا بہن! آج تک میں ہمیشہ تمہاری بدتمیزی اور غلط حرکتوں پر چپ رہا صرف اس لیے کہ تم میری بیٹیوں کی ماں ہو لیکن آج تمہارے گھٹیا بھائی نے جو میرے باپ پر ہاتھ اٹھایا ہے تو کر دیا ہے ابھی تمہیں طلاق دے کر اپنی زندگی سے دفع کروں اور میں ایسا ہی کروں گا۔ میں شکیل سعید اپنے پورے ہوش و حواس میں۔"

"بابا پلیز" شائنہ اور عنا زور زور سے رونے لگی تھیں۔

"شکیل! نہیں بیٹا۔" سعید صاحب بمشکل بولے تھے۔

"یہ کیا تماشا لگایا تھا تم نے زبردستی کیسے کر سکتی ہو تم انابیہ کے ساتھ شرم نہیں آئی تمہیں، دو بیٹیوں کی ماں ہو تمہیں ذرا نہیں لگا اللہ کے انصاف سے وہ یتیم بچی میرے باپ کے زیرِ کفالت تھی۔"

"ہاں میں مانتی ہوں میں غلط ہوں اس نے مجبوری میں شادی کی تھی۔ وہ عورت اچھی نہیں غفران اس کے ساتھ خوش نہیں اس نے کہا وہ انابیہ کو پسند کرتا ہے خوش رکھے گا۔ میں تو بس اس کی خوشی چاہتی تھی۔" کہنے کے بعد وہ رونے لگیں۔

"رونے سے تم صحیح ثابت نہیں ہو جاؤ گی، جو غلط ہے وہ غلط ہے۔" شکیل صاحب ان کے آنسو سے بالکل متاثر نہیں ہوئے تھے۔

"اپنے بابا اور انابیہ کے بارے میں کیا کہیں گے جنہوں نے شادی نہ کرنے کے لیے جھوٹ کہا کہ انابیہ کا نکاح ہو چکا ہے۔"

"اگر میرے بابا کہہ رہے ہیں کہ نکاح ہوا ہے تو ہوا ہے اور جہاں تک نہیں بتایا اس کے پیچھے بھی کوئی وجہ ہو گی۔ میں اب دوبارہ تمہارے بھائی کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا یہ تم یاد رکھنا اور اگر تم ملیں تو تم بھی دفع ہو جانا اس کے ساتھ۔"

وہ ابھی بات کر کے مڑے ہی تھے جب انابیہ کے چیخنے کی آواز آئی۔ وہ سب اس کی طرف دیکھنے لگے جو سعید صاحب کا چہرہ تھپتھپا رہی تھی۔

"بابا بابا انکل! دیکھیں۔ بابا بول نہیں رہے۔" شکیل صاحب تیزی سے سعید صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ابا جی!" انہوں نے زور سے انہیں آواز دی لیکن ان کی آنکھیں بند تھیں وہ مدد کے لیے باہر بھاگے تھے۔

☆☆☆

وہ سوپ لیے کلثوم کے کمرے کی طرف بڑھیں لیکن کچھ قدم کے فاصلے پر رک گئیں وہ کمرے کے باہر کاریڈور کے سامنے رکھے صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ گھنٹے پہلے جب وہ کمرے سے نکلی تھیں تب بھی وہ یہیں بیٹھا تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر کمرے میں داخل ہو گئیں۔ کلثوم کو سوپ پینے کی تاکید کر کے وہ باہر نکل آئیں اور

خاموشی سے اس کے قریب جا کر بیٹھ گئیں۔ ان کے بیٹھنے پر اس نے چونک کر سر گھمایا اور انہیں بیٹھا دیکھ کر حیران ہوا۔

"امی ٹھیک ہیں؟" پھر کسی خیال سے گھبرا کر پوچھا تو انہوں نے اس کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے۔" ان کے کہنے پر اس نے گہرا سانس لیا۔

"میں نہیں جانتی حذیفہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اتنے سال بعد گڑے مردے اکھاڑنے کی تمہیں کیوں ضرورت پیش آئی۔ سب نہ سہی لیکن کافی حد تک تم تو اس حقیقت سے آگاہ تھے۔ ہم نے بھی اس عورت کا یا اس کی بیٹی کا ذکر نہیں کیا اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔" وہ قصہ تمہارے باپ اور تایا کے مرنے کے ساتھ ختم ہو گیا تھا۔ تم اس لڑکی کا اس گھر سے تعلق کا دعویٰ کر رہے ہو اسے تمکین کے برابر لا رہے ہو جیسے وہ اس گھر کی بیٹی ہو گی۔"

حذیفہ نے ہونٹ بھینچ کر خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا۔

"تمہارا دوسرا رشتہ ہم نہیں مانتے نہ ہم نے دیکھا اور نہ سنا وہ بھی ایک سنی سنائی بات ہے۔ جو تمہارے تایا نے جذبات میں آ کر کر دی اور بتا دی۔ لیکن اس نکاح کی کوئی حیثیت نہیں اور ہو سکتا ہے اب تک اس کی ماں اس کی شادی کر چکی ہو کیونکہ اپنے مطلب اور پیسے کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔"

عفت گل کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں ان کا لہجہ کڑوا ہو گیا اس کی مسلسل خاموشی پر انہوں نے دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔

"حذیفہ! تم مجھے بہت پیارے ہو طالب اور تمکین سے زیادہ اور تم جانتے ہو ایسا ہی ہے۔ اپنی ماں کی محبت بھی جانتے ہو اس کی جان تم میں ہے۔ تم اپنی ماں کے احساسات نہیں سمجھو گے تو کون سمجھے گا۔ غلط فیصلہ کرنے والے چلے گئے اس دنیا سے۔ اب تم بچوں کو صحیح فیصلے کرنے ہیں۔ جو زندہ ہیں بیٹا ان کی قدر کرو۔ اور میں تم سے گزارش کر رہی ہوں۔"

"بڑی اماں پلیز۔" حذیفہ بے چین ہو کر تیزی سے بولا۔

"بھول جاؤ اس قصے کو اور کبھی آئندہ اس کا ذکر نہ کرنا۔" اس کے ہونٹ اب بھی بھینچے ہوئے تھے جبکہ آنسو ضبط کرنے کے چکر میں چہرہ لال ہو گیا تھا۔

"اب اٹھو وہاں سے ایسے ہی بیٹھے ہو شکل دیکھو کیسی نکل آئی ہے۔" انہوں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور لے کر کلثوم کے کمرے کی طرف بڑھیں۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی کلثوم جو شہر، قاسم اور تمکین کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں۔ دروازے میں کھڑے حذیفہ کو دیکھ کر پہلے چونکیں پھر ناراضی سے منہ دوسری طرف موڑ لیا۔ رخسانہ اسی طرح حذیفہ کا بازو تھامے اسے بیڈ کے قریب لے گئیں اور اسے کلثوم کے پاس بٹھایا۔

"کلثوم! اب یہ ناراضی ختم کرو۔ اپنی تو تم نے جو حالت کی ہے وہ دیکھو میرے بچے کا تمہاری ناراضی کی وجہ سے کیا حال ہو گیا ہے۔"

رخسانہ کے کہنے پر کلثوم نے ناراض نظر اس پر ڈالی جو سرخ آنکھیں لیے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے دل کو کچھ ہوا تھا انہوں نے بے ساختہ ہاتھ بڑھایا تو وہ جو کب سے ضبط کر رہا تھا۔ ان کے سینے پر سر رکھ کے رونے لگا اسے روتا دیکھ تمکین اور قاسم بھی رونے لگے۔

"آئم سوری امی! وہ روتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا جبکہ کلثوم بڑے پیار سے اس کے گھنے بالوں والے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

حذیفہ! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کوئی اور یہ بات کرتا تو مجھے سمجھ میں آتا لیکن تم ...... وہ کہہ کر رک گئیں تو اس نے ان کے گرد بازو کا گھیرا تنگ کر دیا۔

"مجھ سے وعدہ کرو، آئندہ تم ایسی کوئی بات نہیں کرو گے اور نہ ہی اس عورت اور اس کی بیٹی کا ذکر کرو گے۔"

"جی بی!" وہ بڑی وقت سے بولا تو وہ آسودگی سے مسکرادیں اور ان کے نارمل ہوتے ہی باقی سب نے بھی سکون کا سانس لیا۔

☆☆☆

وہ نم آنکھوں سے سعید صاحب کا چہرہ دیکھ رہی تھی جب ایک ان کے وجود میں ہلکی سی حرکت ہوئی اور انہوں نے گہرا سانس لیا تو وہ جلدی سے کھڑی ہوئی۔

"بابا آپ ٹھیک ہیں۔" وہ اب پریشانی سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"حذیفہ" ان کے منہ سے بمشکل ایک نام نکلا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

وہ تین دن سے ہاسپٹل میں تھے اور جب بھی ہوش میں آتے حذیفہ کا پوچھتے اور وہ مسلسل دو دن سے اس کو فون کر رہی تھی لیکن وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔

"فون کیا؟" انہوں نے پھر پوچھا۔

"بابا! میں کر رہی ہوں لیکن وہ ریسیو نہیں کر رہے۔"

اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیوں اتنی شدت سے حذیفہ سے ملنا چاہتے تھے۔

"آج یا کل وہ آجاتا تو اچھا تھا، کم از کم سکون سے موت تو آتی۔" ان کی بات پر وہ جو بمشکل چپ تھی پھر رو پڑی۔

"بابا! آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں میرا آپ کے علاوہ کوئی نہیں۔"

سعید صاحب بس خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے تب ہی شکیل اندر داخل ہوئے۔

"کیسی طبیعت ہے ابا جی کی؟" انہوں نے انابیہ سے پوچھا۔

"ابا جی!" وہ جھک کر ان کی طبیعت پوچھنے لگے۔

"جو کہا تھا لے آئے ہو۔" انہوں نے آہستہ سے پوچھا تو شکیل نے سر ہلا کر بیگ سعید صاحب کو دکھایا۔

"یہ انابیہ کی امانت ہے۔" انہوں نے کہہ کر آنکھیں موند لیں تو انابیہ روتے ہوئے باہر نکل گئی اس نے بار بار حذیفہ کا نمبر ڈائل کیا۔

☆☆☆

اس نے مصروف انداز میں موبائل اپنے کان سے لگایا۔

"سر نوید بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں نوید بولو۔" اس کی نظریں مسلسل لیپ ٹاپ کی اسکرین پر تھیں۔

"سر! میں کب سے حذیفہ سر کو فون کر رہا ہوں لیکن وہ اٹینڈ نہیں کر رہے، ان سے بات ہو سکتی ہے؟"

"حذیفہ تو گھر پہ ہے میں آفس میں ہوں کیوں سب خیریت ہے؟"

"جی سر! ان کو بتانا تھا اور پوچھنا تھا۔" نوید کی بات پر کی بورڈ پر چلتی اس کی انگلیاں رک گئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے۔" اب کے وہ سنجیدگی سے بولا۔

"سر انہوں نے سعید صاحب کے گھر پہ نظر رکھنے کو کہا تھا مجھ سے جب وہ باہر گئے تھے لیکن کل لگتا ہے ان کے گھر کوئی ایمرجنسی ہوئی تھی۔ ایمبولینس بھی آئی تھی اور آج تالا بھی لگا ہے تو مجھے پوچھنا تھا ان لوگوں کو وہیں رکنے کا کہوں یا فارغ کر دوں۔"

نوید کی بات پر طالب نے ہونٹ بھینچ لیے۔ "ان کو فارغ کر دو۔" کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ کام سے اس کا دھیان مکمل طور پر ہٹ چکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا حذیفہ کر کیا رہا ہے اور چاہ کیا رہا ہے۔

☆☆☆

وہ سب خوش گوار ماحول میں رات کا کھانا کھا رہے تھے آج پانچ دن بعد وہ سب اکٹھے تھے۔ ورنہ حذیفہ کی حرکت کی وجہ سے سارا گھر اس سے ناراض تھا کوئی بھی ایک جگہ ایک ساتھ نہیں بیٹھ رہا تھا۔ آج کلثوم کی معافی ملتے ہی سب نارمل ہو گیا تھا۔

طالب نے کباب کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے حذیفہ کو دیکھا، جو بظاہر کھانا کھاتے باتیں کرتے مسکرا رہا تھا لیکن اس کا چہرہ اس مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ تب ہی تانی ان کی میڈ کی بیٹی ڈائننگ روم میں داخل ہوئی تھی۔

"حذیفہ بھیا! آپ کا موبائل وہاں صوفے پر

بڑا تھا۔" اس نے موبائل حذیفہ کی طرف بڑھایا۔

"ٹھیک ہے" حذیفہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اس نے ایک نظر موبائل اسکرین پر ڈالی تو ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ سعید صاحب کی دس مسڈ کالز تھیں۔

"حذیفہ کیا ہوا؟" ساتھ بیٹھی شمسہ نے حیرت سے اس کا گم صم انداز دیکھا تو وہ چونک کر مسکرایا۔

"کچھ نہیں۔" تب ہی اس کا فون بج اٹھا اس نے چونک کر اسکرین کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے اس نے فون اٹھالیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف آواز سن کر وہ بے ساختہ کھڑا ہوا تھا۔

"سب ٹھیک ہے تم رو کیوں رہی ہو۔" پہلے اس کے کھڑا ہونے اور پھر اس کے جملے پر سب اسے دیکھنے لگے تھے جبکہ طالب کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"میں آرہا ہوں پریشان نہ ہو۔" وہ کہتے ہوئے تیزی سے مڑا تب ہی کلثوم نے اسے آواز دی۔

"حذیفہ! کہاں جارہے ہو۔" کلثوم کی آواز پر وہ جیسے ہوش میں آیا اور سنبھل کر پلٹا۔

"مما! میرے کالج کے پروفیسر ہیں ان کی طبیعت کافی خراب ہے ان کی بیٹی کا فون تھا۔ وہ مجھے یاد کررہے ہیں۔"

"اوہ!" سب کو جیسے سن کر افسوس ہوا سب نارمل ہوگئے تھے لیکن طالب تو سب جانتا تھا وہ بھی کھڑا ہوا۔

"اتنی رات کو اکیلے سفر کرنا ٹھیک نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" طالب کے کہنے پر حذیفہ نے اسے ایک پل بغور دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

طالب خاموشی سے ڈرائیو کررہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ساتھ بیٹھے حذیفہ کا اضطراب محسوس کرسکتا تھا۔ وہ اب اسلام آباد کی حدود میں داخل ہوگئے تھے۔ جب طالب نے گاڑی ایک پیٹرول پمپ پر روکی تو دونوں تھوڑی دیر کے لیے کار سے باہر آگئے۔

طالب ٹک شاپ سے پانی کی بوتل لے کر آیا تو حذیفہ فون پر بات کررہا تھا اس کے نزدیک آنے پر اس نے فون بند کردیا۔ طالب نے کچھ کہے بغیر پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھادی۔ دونوں کتنی دیر خاموشی سے سامنے دیکھتے رہے۔

"حذیفہ ایک بات پوچھوں سچ بتاؤ گے۔"

"جی!" وہ جانتا تھا اسے کیا پوچھنا ہے۔

"تم ان لوگوں کے بارے میں اتنے کنسرن کیوں ہو مجھے صاف صاف بتاؤ۔" حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"بھائی! جیسا آپ سوچ رہے ہیں وہ ویسا نہیں سعید صاحب میرے پروفیسر تھے اور وہ ڈیڈی کو بھی جانتے تھے۔ کچھ ماہ پہلے وہ ڈیڈی سے ملنے آفس آئے تھے۔ تب ہی ملاقات ہوئی اس کے بعد اتفاقیہ ہسپتال میں ملے اور پھر اکثر میں ان سے ملنے ان کے گھر چلا جاتا تھا۔" طالب خاموشی سے اسے سنتا رہا۔

"اور وہ لڑکی جس نے تمہیں فون کیا۔"

"سر کے کہنے پر کیا ہوگا۔" وہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔

"بس اتنی ہی ہے حذیفہ!" طالب کا لہجہ سوالیہ تھا۔

"جی بھائی!" وہ اب بھی مختصر بولا تو طالب سر ہلا کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف مڑ گیا۔ وہ کاؤنٹر سے سعید صاحب کا پوچھ کر آئی سی یو کی طرف آگئے۔

دور سے ہی اس کی نظر بینچ پر بیٹھے شکیل صاحب اور انابیہ پر پڑی تھی۔ اس کو دیکھ کر انابیہ کھڑی ہوگئی حذیفہ کے پیچھے آتے طالب نے غور سے اس لڑکی کو دیکھا۔ الجھے بال ملگجے کپڑوں میں بھی وہ لڑکی انتہائی خوب صورت لگ رہی تھی۔ خوب صورتی کے ساتھ کچھ اور بھی تھا اس کے چہرے پر لیکن وہ اس پر غور کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ویسے بھی اپنی خوب صورتی کیش کروانے والی لڑکیوں سے بہت نفرت تھی۔ اور وہی نفرت اس کی آنکھوں سے بھی جھلکنے لگی تھی۔

وہ روتے ہوئے حذیفہ کو کچھ بتارہی تھی تب ہی اس کی نظر حذیفہ کے پیچھے کھڑے طالب پر پڑی اگلے ہی پل اس نے گھبرا کر نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

نرس سے پوچھ کر وہ اور حذیفہ اندر داخل ہوئے تھے۔

"بابا! دیکھیں کون آیا ہے۔" وہ ان کے کان کے قریب جا کر آہستہ سے بولی تو انہوں نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر انابیہ کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کر دائیں طرف اشارہ کیا انہوں نے دھیرے سے گردن گھمائی اور حذیفہ کو دیکھ کر بے ساختہ ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"مجھے لگا اب تم نہیں آؤ گے۔" ان کے نم لہجے پر حذیفہ شرمندگی کے مارے بول ہی نہیں سکا۔

"ڈر رہا تھا اگر تم نہیں آئے اور سانسیں بند ہو گئیں تو انابیہ کا کیا ہوگا۔" حذیفہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں تسلی دینے کی کوشش کی تو وہ بمشکل مسکرائے۔

"جھوٹی تسلی نہ دو۔" بعد وہ بغور اس کو دیکھتے رہے۔ ان کی آنکھوں میں چھپا سوال وہ سمجھ گیا تھا اسی لیے وہ ان سے نظریں چرا رہا تھا اور اس کا نظریں چرانا ان کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں آپ کے گھر والے نہیں مانے لیکن پھر بھی انابیہ کو لے جاؤ اپنا اصل رشتہ نہ بتانا، ملازمہ بنا کر لے جاؤ۔"

"انکل!" وہ تڑپ کر بولا۔

"کچھ مت کہو بیٹا! تمہارے انتظار میں سانسیں اٹکی تھیں، انکار مت کرنا اس کی عزت خطرے میں ہے۔ اسے اکیلے چھوڑ کر مت جانا میں بچ بھی گیا تو بھی اب اس کی حفاظت نہیں کر سکتا۔"

وہ پہلے ہی اٹک اٹک بول رہے تھے آخر میں ان کی سانس بری طرح پھولنے لگی تو حذیفہ کے ساتھ انابیہ بھی گھبرا گئی۔

"نرس!" حذیفہ کی اونچی آواز پر باہر کھڑے کلیل اور طالب بھی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ نرس کے ساتھ ڈاکٹر بھی آ گیا تھا۔ سعید صاحب کا سانس تیزی سے بگڑ رہا تھا۔ نرس نے انہیں آکسیجن ماسک لگایا جسے انہوں نے ہٹا دیا۔

"بابا!" انابیہ نے آگے بڑھ کر آکسیجن لگانا چاہا تو انہوں نے اس کا بازو تھام لیا۔ اور دوسرا ہاتھ حذیفہ کی طرف بڑھایا اور بڑی مشکل سے انابیہ کا ہاتھ حذیفہ کے ہاتھ میں دیا۔

"بیٹا اب سے یہ تمہارا سرپرست ہے۔ میں نے حذیفہ کو تمہاری ذمہ داری دی ہے۔"

"بابا!" انہوں نے سر ہلا کر اسے بولنے سے منع کیا۔

"حذیفہ جیسے بولے گا ویسا کرنے کو کہہ دیا کرو گی جیسے رکھے گا۔ اس کی ہر بات ماننا۔ میری بڑی خواہش تھی اپنی گڑیا کو دلہن بنتے دیکھنا۔"

"بابا!" وہ زور زور سے رونے لگی۔ جبکہ طالب دانت پر دانت جمائے حذیفہ کے ہاتھ میں اس لڑکی کا ہاتھ دیکھ رہا تھا۔

"حذیفہ اپنی امانت کی حفاظت کرنا مجھے اپنے اور اس کے ماں باپ کے آگے شرمندہ نہ کروانا۔" وہ اس کے کان میں کہہ رہے تھے۔ طالب کو اب الجھن ہو رہی تھی۔ وہ دو قدم آگے بڑھ کر حذیفہ کے پیچھے کھڑا ہوا سعید صاحب کی نظر اس پر رک گئی۔ حذیفہ نے گردن گھمائی جہاں طالب کھڑا تھا۔

"انکل میرے بھائی طالب!" اس نے طالب کو بازو سے تھام کر آگے کیا۔

طالب نے مروتاً مسکرا کر ان کی طرف دیکھا تو سعید صاحب نے حذیفہ کو دیکھ کر دوبارہ طالب کو دیکھا اور کتنی دیر تک دیکھتے رہے حتیٰ کہ طالب ان کے دیکھنے سے جزبز ہوا۔

"جیتے رہو۔" کہہ کر انہوں نے دوبارہ انابیہ کو دیکھا جو بے تحاشا رو رہی تھی۔ اچانک مشین پر چلتی آواز بدل گئی آڑی ترچھی لائنیں بالکل سیدھی ہوئی تبھی سب نے چونک کر سعید صاحب کی طرف دیکھا۔

ڈاکٹر کے اشارہ کرنے پر سب کو پیچھے ہٹا دیا گیا جبکہ انابیہ سہم کر سعید صاحب اور ان کے اردگرد کھڑے ڈاکٹر اور نرسوں کو دیکھ رہی تھی اور پھر ڈاکٹر کے مڑتے ہی سب کھیل ختم ہو گیا اس کا خدشہ سچ ثابت ہوا تھا۔ اور اگلے ہی پل وہ حواس کھو کر زمین پر گر گئی تھی۔

☆☆☆

آنکھ کھلتے ہی اس نے خود کو اجنبی کمرے میں
پایا تھا۔ سر کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی دکھ رہی تھیں۔
وہ چونکی تھی اور کمرے کو دیکھنے لگی۔

"بابا!" انہیں ڈھونڈنے لگی۔

"بابا!" اب کی بار وہ اونچی آواز میں پکار کر زور زور سے رونے لگی۔ دروازے کی آواز پر اس نے روتے ہوئے سامنے دیکھا۔ پریشانی سے کھڑی ہوئی، ڈر کے مارے اس کے اعصاب تن گئے تھے۔ تب ہی دروازے سے حذیفہ کا چہرہ نمودار ہوا تو اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے لیکن اس کو دیکھ کر آنسوؤں میں روانی آ گئی جیسے کسی اپنے کو دیکھ کر آتی ہے۔

اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا جسے اناہیہ نے خاموشی سے تھام لیا اور دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی کیونکہ اسے اپنی ٹانگوں پر کھڑے رہنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔ حذیفہ بھی سائیڈ پر پڑی کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"پانی پیو۔" اسے یونہی گلاس پکڑے دیکھ کر حذیفہ نے کہا تو اس نے چپ چاپ دو گھونٹ پانی پی کر گلاس حذیفہ کی طرف بڑھایا۔ حذیفہ اس کے ہاتھ سے لے کر واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔

"بابا!" اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تو حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"ان کی اس دن ڈیتھ ہو گئی تھی آج دو دن بعد تمہیں ہوش آیا ہے، تمہاری ہارٹ بیٹ بہت سلو تھی۔ بی پی بھی بہت لو تھا۔ تو ڈاکٹر نے تمہیں سکون آور ادویات دے کر آرام کرنے دیا۔"

وہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔ اسے آخری بار اپنے بابا کا چہرہ دیکھنا ہی نصیب نہیں ہوا تھا، اچھا ہی تھا وہ انہیں جاتا کیسے دیکھتی، وہ چیخ چیخ کر رونا چاہتی تھی لیکن اس میں ہمت ہی نہیں تھی، بس آنسو قطرہ قطرہ گود میں گر رہے تھے۔

"اناہیہ!" اس کی حالت دیکھ کر حذیفہ کو بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ "دنیا اسی کا نام ہے، یہاں کوئی سدا نہیں رہ سکتا، نہ ہم اسے روک سکتے ہیں۔ چاہے وہ ہمیں کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ آج وہ اس دنیا سے گئے ہیں کل ہماری باری ہو گی، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔ رو کر تم انہیں تکلیف دو گی اگر ان کے لیے تم کچھ کرنا چاہتی ہو تو دعا کر کے ان کی آگے کی منزل آسان کر دو۔"

وہ اسے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دینا چاہتا تھا لیکن صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"لیکن اللہ تعالیٰ کو میرا سوچنا چاہیے تھا۔ میرا تو پہلے بھی کوئی نہیں، میں کہاں جاؤں گی۔" وہ وہاں اکیلے رہ جانے کے خیال سے بہت ڈری ہوئی تھی۔

"میں ہوں نا اناہیہ!" اب کی بار وہ خود کو روک نہیں سکا اور اس کی گود میں رکھا ہاتھ اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اناہیہ نے بے ساختہ اس کے ہاتھوں میں دبا اپنا ہاتھ کھینچا تو حذیفہ کو اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا۔

"سوری۔" وہ جلدی سے بولا "تمہیں بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، انکل تمہاری ذمہ داری مجھے دے کر گئے ہیں اور میں نے ان سے وعدہ کیا ہے تمہاری حفاظت کا اپنی آخری سانس تک کچھ بھی حالات ہوں تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔" اس کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ وہ بے ساختہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں ہوں۔" وہ انگلی سینے پر رکھ کر بولا۔ "تم میرے پاس رہو گی۔"

"میں کیسے آپ کے ساتھ رہ سکتی ہوں، لوگ کیا کہیں گے آپ کی فیملی کیا سمجھے گی۔" وہ روتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"آپ مجھے شکیل انکل کے گھر چھوڑ دیں۔"

حذیفہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"اناہیہ! کیا تم پاگل ہو گئی ہو وہاں جانا چاہتی ہو جہاں سب تمہارے دشمن ہیں، انکل کے ہوتے تمہارا وہاں رہنا مشکل تھا تو اب تو انکل بھی نہیں۔"

"پھر میں کیا کروں، میں اکیلے آپ کے ساتھ

یہاں نہیں رہ سکتی۔"

"آپ میرے ہسبنڈ کو جانتے ہیں نا مجھے ان کے گھر چھوڑ آئیں۔" اس کے کہنے پر وہ ایک پل کے لیے چپ رہ گیا۔

"میں نے تمہیں اس سے ملوانے کا وعدہ کیا ہے یہ وعدہ پورا کروں گا لیکن پہلے مجھے اس سے ملنا اور تمہارے بارے میں بتانا ہے۔ اس میں تھوڑا ٹائم لگے گا اور تب تک تمہیں میرے ساتھ رہنا ہوگا کیونکہ تمہارے بابا تمہیں میرے سپرد کر کے گئے ہیں تم لاہور میری فیملی کے ساتھ رہو گی۔" اناہیہ اب کی بار کچھ نہیں بولی تھی۔

"آپ مجھے بابا کی قبر پر لے جائیں گے۔" وہ باہر جا رہا تھا اس کی بات سن کر رکا اور پھر سر اثبات میں ہلایا۔

"تم منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ، میں کھانا لاتا ہوں۔ شام کو لاہور کے لیے نکلنا ہے۔"

"جی۔" اس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر بولی۔ تب ہی دروازے پر دستک دے کر طالب اندر آیا۔

"تمہارے پروفیسر کے بیٹے آئے ہیں اس لڑکی سے ملنے۔" طالب نے بے زاری سے کہتے ہوئے ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی جو سر جھکائے پتا نہیں کیا سوچ رہی تھی۔

ہاتھ منہ دھو کر باہر آئی تو شکیل صاحب سامنے رکھے صوفے پر سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کو دیکھ کر آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں۔ آہٹ پر انہوں نے بھی سر اٹھایا اور ان کے قریب آ کر وہ ان کے کندھے سے لگ کر بری طرح رو دی تھی تو اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ان کا ضبط بھی ٹوٹ گیا تھا۔

"میرے بچے صبر۔" وہ اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے بولے۔

"انکل! میں بابا کے بغیر کیسے رہوں گی کہاں جاؤں گی۔ آپ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔" انہوں نے کندھے سے تھام کر اسے صوفے پر بٹھا دیا۔ خود اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"وہ تمہارا گھر نہیں میں تمہیں وہاں لے کر نہیں جا سکتا۔ وہاں کوئی تمہارا سگا نہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے اس میں میری بیوی اور بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ میں ہر پل تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے تمہیں وہاں نہیں رکھ سکتا کیونکہ تم وہاں محفوظ نہیں۔ مجھے تو زیبی پر بھروسا ہے اور نہ فرقان پر وہ اب بھی کوئی بے ہودہ منصوبہ بنائے بیٹھے ہیں، اسی لیے میں ہاسپٹل سے تمہیں گھر لے کر نہیں گیا اور تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گا، کبھی واپس مڑ کر نہ دیکھنا، پیچھے اب کچھ نہیں بچا۔"

"لیکن انکل میں کیسے ان کے ساتھ رہ سکتی ہوں میں، ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ مسلسل حذیفہ کو لے کر کشمکش کا شکار تھی۔

"جانتا تو میں بھی نہیں لیکن بابا نے جاتے ہوئے تمہاری ذمہ داری اسے دی تو کچھ سوچ کر دی ہوگی ورنہ وہ مجھے بھی کہہ سکتے تھے۔ تمہیں یاد ہے نا کہ وہ کتنے بے چین تھے اس کے آنے سے پہلے اور مجھے لگتا ہے ان کا جو یقین حذیفہ پر ہے وہ بے جا نہیں اور تم بھی دل سے سارے خدشات نکال اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دو۔"

وہ جو سوچ رہی تھی شکیل صاحب اسے ساتھ چلنے کو کہیں گے وہ آس بھی ختم ہوئی تھی، وہ ان کو مجبور نہیں کر سکتی تھی جانتی تھی وہ سچ کہہ رہے تھے۔ اس گھر میں واپسی اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

"مجھے معاف کر دینا بیٹا! تمہیں لگتا ہوگا میں خود غرض آدمی ہوں لیکن میں مجبور ہوں میں جانتا ہوں میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکتا۔ جیسے ابا جی نے کی ہے مجھے معاف کرنا۔"

"شرمندہ نہ کریں انکل!" وہ روتے ہوئے بولی۔

"یہ تمہارے کچھ زیورات اور کاغذات تھے۔ جو ابا جی نے کہا تمہیں دے دوں، تمہاری امانت ہیں۔" انہوں نے بڑے بیگ کے ساتھ رکھی چھوٹی ٹرالی کی طرف اشارہ کیا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ

تھی۔

"شاید تمہاری اس کے زیورات ہیں۔" وہ اب بھی کچھ نہیں بولی تھی۔

"سمجھتا ہوں اپنا دھیان رکھنا اور گھر میں کسی سے وضاحت کرو جب بھی مجھ سے بات کرنی ہو حذیفہ کو کہہ دو کروا دے گا، ضرورت کرنا۔" وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر نکل گئے اور وہ ایک بار پھر بے بسی رو دی۔

☆☆☆

بیگ ڈگی میں رکھ کر وہ مڑا تو طالب اس کی طرف آ رہا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے تم جو کر رہے ہو وہ ٹھیک ہے؟"

طالب کی بات پر حذیفہ نے سنجیدگی سے اپنے بھائی کو دیکھا۔

"بھائی! مجھے بتائیں میں غلط کیا کر رہا ہوں۔"

"ایک غیر لڑکی جو ینگ بھی ہے اس کو تم اپنے ساتھ اپنے گھر لے کر جا رہے ہو۔ اس میں تمہیں ٹھیک کیا لگ رہا ہے۔"

"بھائی! ایک مرتا آدمی مجھ سے عہد لیتا ہے تو کیا میں اسے انکار کر دیتا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا تھا اور دوسری بات وہ بے ضرر سی لڑکی ہے۔ میں اتنا تو اس کو دیکھ کر سمجھ گیا ہوں۔ دوسرا میری نیت صاف ہے۔ تیسری بات جو میں جانتا ہوں کہ اس لڑکی کو کسی سے خطرہ ہے تو میں کیسے اسے اکیلا چھوڑ سکتا ہوں اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا جس کا میں ازالہ نہ کر سکا تو میں تو گلٹ سے ہی مر جاؤں گا۔" طالب خاموشی سے اسے دیکھا اور سن رہا تھا۔

"بھائی آپ کو میرا ساتھ دینا چاہیے۔ الٹا آپ مجھے غلط کہہ رہے ہیں۔"

"حذیفہ! تم جو بھی کہو مجھے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا ہے نہ ہو تم اس لڑکی کی وجہ سے کسی مصیبت میں پھنس جاؤ۔"

"ایسا کچھ نہیں ہو گا بھائی!" وہ اب آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا تو طالب گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

حذیفہ کے بلانے پر وہ باہر آئی تو گاڑی کے آگے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ بے ساختہ رکی اس نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔

آج اس کی آنکھوں پر کالا چشمہ تھا تو وہ آنکھوں کے احساسات محسوس نہیں کر سکی لیکن اس کے بھینچے ہونٹ، اس نے بے ساختہ نظریں جھکا دیں اس کے تاثرات میں اس کے لیے واضح ناپسندیدگی تھی۔ وہ ہونٹ چباتے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ حذیفہ کے بیٹھتے ہی طالب نے گاڑی اسٹارٹ کر دی جبکہ وہ گاڑی سے باہر الوداعی نظروں سے اپنے شہر کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اجنبی لوگوں میں جا رہی تھی، جن کا انتخاب اس کے بابا نے اس کے لیے کیا تھا زندگی پہلے بھی آسان نہیں تھی لیکن نہ جانے اب کون سا رخ لینے والی تھی۔ اس نے آنسوؤں کے نکلنے سے پہلے آنکھیں بند کر کے سیٹ سے ٹیک لگا لی۔

ٹک ٹک کی آواز پر اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں، حذیفہ شیشے کو انگلی سے بجا رہا تھا۔ اس نے جلدی سے شیشہ نیچے کیا تو اس نے برگر اور جوس اس کی طرف بڑھایا جو اس نے تھام لیا۔ حذیفہ نے مڑ کر دیکھا۔ طالب کافی فاصلے پر کھڑا فون سن رہا تھا۔

"انابیہ! ہم گھر جا رہے ہیں لیکن وہاں جا کر اس بات کا خاص خیال رکھنا ہے۔ اپنی کوئی پرسنل بات گھر والوں سے شیئر نہیں کرنی، نہ اپنی ماں کا نام لینا نہ باپ کا نام۔ تمہارے بابا سعید صاحب تھے اور والدہ بچپن میں فوت ہو گئی تھیں اور نہ نکاح کا ذکر کرنا ہے۔ کوئی پچھلی بات بالکل نہیں اور تمہارا نام انابیہ سعید ہے۔" حذیفہ جلدی جلدی اسے سمجھا رہا تھا جبکہ وہ پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔

حذیفہ کو اندازہ ہوا کہ اس نے اسے مزید ڈرا دیا ہے۔

"انابیہ! میں تمہاری بھلائی کے لیے یہ سب کہہ رہا ہوں۔ میرے گھر والے عفت گل کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور انہیں اچھا نہیں سمجھتے۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں پتا چلے کہ تم ان کی بیٹی ہو کیونکہ پھر

پوزیشن ہینڈل کرنا میرے لیے مشکل ہو جائے گا ٹھیک ہے۔"

"جی۔" وہ آنسو پونچھتی بولی۔

"پتا نہیں اس کی ماں کی غلطیاں کب تک اس کے ساتھ رہیں گی۔" حذیفہ کے مڑتے ہی اس نے زور سے آنکھیں بھینچ لی تھیں۔

☆☆☆

وہ سوئی جاگی کیفیت میں تھی، جب گاڑی رکی اس نے چونک کر سامنے دیکھا۔

وہ بے حد خوب صورت گھر تھا۔ جس کا گیٹ بھی بلند اور مضبوط تھا۔ ہارن کی آواز پر گیٹ کھلا اور گاڑی تیزی سے وسیع کار پورچ میں جا کر رکی جہاں پہلے سے چار گاڑیاں موجود تھیں۔ طالب اتر کر تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ حذیفہ نے نکل کر اس کی طرف کا دروازہ کھولا۔ وہ تیز دھڑکتے دل کے ساتھ باہر آئی۔ حذیفہ نے بغور اس کا پریشان چہرہ دیکھا۔

"ہیا!" حذیفہ کے پکارنے پر اس نے زور سے آنکھیں بند کیں۔

"نئی زندگی، نیا ماحول، نئی پہچان، نئے امتحان۔"

"میں تمہارا ڈر سمجھ سکتا ہوں لیکن میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرے گھر والے بہت اچھے ہیں، تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔" اس کو مطمئن کرنے کے لیے اس نے کہہ تو دیا تھا کوئی مسئلہ نہیں لیکن اندر کیا صورت حال ہونے والی تھی یہ بھی وہ جانتا تھا۔

"عمران! گاڑی سے سامان نکال کر اندر رکھ دو۔" پیچھے کھڑے لڑکے کو کہہ کر اس نے اناہیہ کو چلنے کا اشارہ کیا تو وہ آنسو پونچھتی اس کے پیچھے چلنے لگی۔

رات کے نو بج رہے تھے، کھانا کھایا جا چکا تھا۔ اس لیے سب لوگ لاؤنج میں جمع تھے۔ حسب عادت سب اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔ حذیفہ کو دیکھ کر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ سلام کرتا آگے بڑھا تو سب مسکرا کر اسے دیکھنے لگے لیکن اس کے پیچھے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر سب کی مسکراہٹ حیرت میں بدل گئی تھی۔ اب کچھ سوالیہ نظروں سے حذیفہ کو اور کچھ طالب کو دیکھ رہے تھے۔ اپنی طرف متوجہ دیکھ کر طالب نے کندھے اچکا کر خود کو بری الذمہ ظاہر کیا تھا۔

سب کی نظریں خود پر محسوس کر کے وہ سہم کر حذیفہ کے مزید پیچھے ہو گئی۔

حذیفہ اس کا ڈر سے پیچھے چھپنا محسوس کر چکا تھا۔

"ہیا! آؤ۔" اس کے سامنے سے ہٹ کر اس نے اسے آگے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

"یہ میری فیملی ہے۔" اس نے سامنے کھڑے گھر والوں کی طرف اشارہ کیا۔ اناہیہ نے ذرا کی ذرا نظریں اٹھائیں اور سلام کیا لیکن آواز بہت دھیمی تھی۔

"کون ہے یہ حذیفہ؟" سب سے پہلا سوال کلثوم کی طرف سے آیا۔

"جی امی! میرے پروفیسر سعید صاحب تھے کچھ عرصہ پہلے اچانک میری ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ بہت مخلص انسان تھے میں ان سے متاثر رہتا تھا۔ کچھ عرصے سے ان کی طبیعت خراب تھی ان کے کچھ پرسنل پرابلم چل رہے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ رہتے تھے کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا ان کو اکیلا سمجھ کر ایک آدمی انہیں تنگ کر رہا تھا۔

وہ پہلے سے شادی شدہ تھا لیکن ان کی مرضی کے بغیر وہ ان کی بیٹی سے شادی کرنا چاہ رہا تھا۔ انہوں نے منع کر دیا تو وہ دھمکیوں پر اتر آیا۔ ان کے گھر آ کر بدتمیزی کی۔ تب ہی انہیں ہارٹ اٹیک ہوا۔ اس دن ان کا مجھے فون آیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے ریکویسٹ کی کہ جب تک حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے، میں ان کی بیٹی کو کسی محفوظ جگہ پر لے جاؤں، میں ایک مرتے ہوئے انسان کو انکار نہیں کر سکا، میں نے ان سے وعدہ کر لیا کہ میں ان کی بیٹی کا خیال رکھوں گا اور میں نے اس وجہ سے اتنی بڑی ذمہ داری لی کیونکہ مجھے

چاہتا تھا۔ میری فیملی ضرور اس فیصلے میں میری مدد کرے گی۔"

کہنے کے بعد اس نے تائید طلب نظروں سے سب کو دیکھا تو توقع کے مطابق اس کی فیملی جذباتی ہو چکی تھی۔

سب سے پہلے شہر بھوپھو اپنی جگہ سے اٹھی تھیں۔ اور انابیہ کی طرف بڑھیں جو مجرموں کی طرح سر جھکائے کسی فیصلے کی منتظر تھی۔

"آؤ بچے یہاں کیوں کھڑی ہو۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سب کے درمیان لے آئیں اور اسے اپنے پاس صوفے پر بٹھا لیا۔

"حذیفہ نے ابھی تمہارے والد کے بارے میں بتایا بہت افسوس ہوا بچے اللہ تمہیں صبر دے۔"

انہوں نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلایا تو وہ آنسو ضبط کرنے کے لیے ہونٹ چبانے لگی۔ وہ ان کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔

"کیا نام بتایا تھا؟" رخسانہ نے حذیفہ سے آہستہ سے پوچھا۔

"نیا"

"بھولیں۔" وہ سر ہلا کر اٹھیں اور انابیہ کے دوسری طرف آ کر بیٹھ گئیں۔

"بیٹا! اسے اپنا ہی گھر سمجھو کوئی بھی شخص ماں باپ کی جگہ نہیں لے سکتا لیکن کوشش کریں گے کہ تمہیں یہاں اجنبیت محسوس نہ ہو یہاں تم بالکل محفوظ ہو۔" انہوں نے پیار سے اس کا سر سہلایا تو اب کی بار وہ ضبط نہیں کر سکی اور رو پڑی تھی۔

ساری خواتین نے مترحم نظروں سے اسے دیکھا جبکہ رخسانہ نے بے ساختہ اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیا۔

"نہ میری بچی روتے نہیں۔" وہ اب ایک ہاتھ سے اس کی کمر سہلا رہی تھیں۔

طالب کب سے خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اسے ماں کی اتنی محبت ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔ اس نے اہل خانہ پر نظر ڈالی تو کم و بیش سب کے تاثرات ہمدردی والے تھے۔ اس نے سب سے آخری نظر حذیفہ پر ڈالی سب کے برعکس وہ مطمئن اور پرسکون تھا اور اس کا یہی سکون طالب کو آگ لگا گیا تھا۔ وہ غصے میں بنا کسی سے کچھ کہے ڈرائنگ روم سے نکل گیا تھا۔

☆☆☆

"یہ آپ کا روم ہے آپ تھک گئی ہوں گی آرام کر لیں۔"

تمکین کے کہنے پر اس نے ایک نظر اس کو دیکھا اور دھیرے سے چلتے کمرے میں آ گئی۔

"آپ کو بھوک تو نہیں لگی۔" تمکین کے پوچھنے پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"ویسے تو ہر چیز موجود ہے لیکن اگر پھر بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دیں۔"

"جی!" وہ سر جھکا گئی تب ہی ایک لڑکا تیزی سے اندر داخل ہوا تھا انابیہ ڈر کر پیچھے ہٹی اس کے ڈرنے پر تمکین نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تو وہ برا سا منہ بنا گیا۔

"سوری، میں نے تمہیں ڈرا دیا دروازہ کھلا تھا تو میں نے ناک کرنا ضروری نہیں سمجھا۔"

وہ بے تکلفی سے بولتا اس کے دونوں بیگ لے کر کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔ انابیہ نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

"پلیز مائنڈ مت کرنا یہ قاسم ہے تھوڑا عقل سے پیدل ہے اسی لیے اس سے ایسی حرکتیں خود بخود ہو جاتی ہیں۔" تمکین نے اتنی آواز میں کہا کہ کچھ فاصلے پر کھڑا قاسم آسانی سے سن سکے۔

"عقل سے پیدل ہو گی تم۔ بے وقوف کہیں کی جل ککڑی جب بھی کسی خوب صورت لڑکی سے بات کرتا ہوں جل بھن کر اور کالی ہو جاتی ہو۔"

"کالی کسے کہا تم نے رنگیلے بھوت!" تمکین سب بھول اس کی طرف مڑی اور اب وہ دونوں انتہائی ایک دوسرے کے نام رکھ رہے تھے۔ وہ پہلے پریشان پھر حیرت سے سب بھلائے انہیں دیکھنے لگی۔

"قاسم!" سخت اور غصیلی آواز پر ان تینوں نے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔" طالب کے ماتھے پر بل تھے۔

"بھائی! میں تو بیگ رکھنے آیا تھا۔ یہ مجھ سے لڑنا شروع ہو گئی۔" قاسم نے بے چارگی سے اپنی صفائی دی۔

"نہیں بھائی!"

"گیٹ آؤٹ۔" اس نے نگین کو کہہ کر قاسم کو باہر جانے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں سر جھکائے کمرے سے باہر نکل گئے۔ وہ جو ان دونوں کو جاتا دیکھ رہی تھی غیر ارادی طور پر نظر اس پر پڑی تو آگے ہی پلکیں جھکا گئی۔

دروازہ اتنی زور سے بند ہوا کہ وہ ڈر کے مارے اچھل پڑی۔ وہ کافی دیر ویسے ہی کھڑی رہی اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی حذیفہ کا بھائی اسے بالکل اچھا نہیں سمجھتا لیکن وہ مجبور اور بے بس تھی۔

اس نے سب بھلا کر کمرے پر نظر ڈالی۔ صاف ستھرا کمرہ تھا ڈبل بیڈ سامنے دیوار پر لگا ایل ای ڈی، سائیڈ پر وارڈ روب اور مخالف دیوار کے ساتھ ڈریسنگ اور وارڈ روب کے ساتھ ایک دروازہ تھا، جو یقیناً باتھ روم تھا۔

وہ گہرا سانس لے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ نہا کر وہ باہر آئی تو کافی حد تک بہتر محسوس کر رہی تھی۔ لائٹ بند کر کے وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی لیکن اندھیرا اتنا تھا کہ اس نے گھبرا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ آن کر دیا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیل گئی۔

اب وہ چت لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ زندگی نے اتنی تیزی سے پلٹا کھایا تھا وہ ٹھیک طرح سے حیران بھی نہیں ہو سکی تھی اور نہ ہی اپنے عظیم نقصان پر افسوس کر سکی تھی۔

"بابا!" سرگوشی کے انداز میں اس کے منہ سے نکلا تو ساتھ ہی دو آنسو اس کی آنکھوں سے نکلے۔

"کیوں مجھے چھوڑ گئے بابا، مجھے تو آپ کے بغیر رہنے کی عادت نہیں، میں کیسے رہوں گی، کس کے سہارے؟ اتنے اجنبیوں کے بیچ میں کیوں بھیج دیا بابا! مجھے میں کیسے رہوں گی۔"

وہ تکیے کو مٹھی میں بھینچنے لگی تھی۔

کتنی ہی دیر روتی اپنے بابا سے شکوے کرتی رہی اور کب روتے ہوئے اس کی آنکھ لگی اسے پتا ہی نہیں چلا۔

☆☆☆

پچھلے دو ہفتے بہت سخت گزرے تھے۔ وہ اتابیہ کو لے کر پریشان تھا اور اس بات کو کرنے پر گھر میں جو حالات ہوئے تھے سب اس سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس کی ماں کو دل کی تکلیف ہوئی تھی اور جب اسے لگا وہ سب ہار گیا۔ تب ہی اتابیہ کا فون آ گیا پھر سعید صاحب کی موت اور اتابیہ کی ذمہ داری مکمل طور پر اس پر آ گئی وہ اس کو کسی قیمت پر اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چاہے اب اس کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑتا۔ وہ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر اتابیہ کو گھر لے آیا تھا۔ جو کہانی اس نے سنائی ان کی توقع کے مطابق سب مان گئے تھے وہ بہت مطمئن تھا کیونکہ اتابیہ اس گھر میں اس کے سامنے تھی۔ محفوظ تھی اسے لگ رہا تھا آج وہ سکون سے سو سکے گا۔ وہ گہرا سانس لے کر بستر پر گرنے کے انداز میں لیٹا تھا تب اس کا دروازہ بجا وہ جلدی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازے پر شمسہ اور کلثوم کو دیکھ کر وہ حیران ہونے کے ساتھ پریشان بھی ہوا تھا۔

"سب ٹھیک ہے؟"

"ہاں سب ٹھیک ہے بات کرنی تھی۔" وہ پیچھے ہٹ گیا تو وہ اندر آ گئیں۔ حذیفہ نے سامنے گھڑی کی طرف دیکھا رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے وہ بیڈ کے آگے رکھے کاؤچ پر جا کر بیٹھ گیا اور منتظر نظروں سے دونوں کو دیکھنے لگا۔

"حذیفہ! یہ لڑکی کون ہے۔" کلثوم کے سوال پر اس نے ابرو اچکائے۔

"میں ابھی تھوڑی دیر پہلے میں سب بتا چکا ہوں

اگر آپ کو دوبارہ سننا ہے تو میں دہرا دیتا ہوں۔"

"لیکن حذیفہ! ایک غیر لڑکی کو گھر لانا صرف اتنی سی جان پہچان کی بنا پر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" اب کے شمسہ نے پوچھا۔

"پھپھو! میری سمجھ میں نہیں آیا میں نے کون سا گناہ کر دیا ہے، کسی مجبور کی مدد کر کے۔ میں باپ دادا کے نام سے یہ سنتا آ رہا ہوں کہ کس طرح ہماری فیملی لوگوں کی مدد کرتی رہی ہے چاہے، کسی کی بچی کی شادی ہو کسی یتیم کی اسکول کی فیس کا معاملہ ہو، کسی کے گھر مستقل بنیادوں پر راشن پہنچانا ہو۔ یا کسی کو کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت ہو ہماری فیملی ہمیشہ آگے رہی ہے۔ ابھی بھی مجھے پتا ہے کتنے لوگوں کی آپ، ممانی، بڑی ماما مدد کر رہی ہیں۔ میں اور طالب بھائی آپ کو کیا پتا کیا کیا کر رہے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جو مدد ہم چھپ کر کر رہے ہیں وہ ٹھیک ہے اور جو مدد میں سب کے سامنے کر رہا ہوں بجائے مجھے سراہنے کے آپ لوگ شک کر رہے ہیں۔"

"بیٹا! شک نہیں کر رہے بہت بڑی ذمہ داری ہے اونچ نیچ سے ڈر رہے ہیں، تین جوان لڑکے گھر میں ہیں، لڑکی جوان بھی ہے اور خوب صورت بھی۔" شمسہ نے آخر میں اصل بات کی۔

"پھپھو! آپ کو کیا اپنے بچوں پر یقین نہیں۔"

"بات یقین کی نہیں دل کی ہے دل کی کیفیت بدل گئی یا نیت بدل گئی تو تم میں کیا کر سکتے ہیں اور لڑکی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی تو۔"

"پھپھو! ایسا کچھ نہیں ہوگا بے فکر رہیں۔ بس تھوڑا دل بڑا کریں۔ اس گھر میں پانچ ملازم کھانا کھاتے ہیں اگر وہ دو روٹیاں کھائے گی تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔"

"حذیفہ!" کلثوم اور شمسہ دونوں نے غصے سے اسے دیکھا۔ "اتنا کم ظرف سمجھ رکھا ہے تم نے ہمیں۔"

"میں نے نہیں سمجھا لیکن آپ لوگ مجھے کم ظرف اور جھوٹا ثابت کروانے پر تلے ہیں۔ میں نے ایک مرتے آدمی سے وعدہ کر لیا۔ اس لیے کہ میرے گھر والے اس ثواب کے کام میں میرا ساتھ دیں گے اس لڑکی کو گھر لے آیا۔ پر یہاں تو شک ہو رہا ہے۔ میں اسے اپنے فلیٹ پر بھی رکھ سکتا تھا پھپھو! لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میرے دل میں چور نہیں تھا۔ دوسرا وہ لڑکی اتنی شرم و حیا والی ہے کہ اس نے صاف منع کر دیا تھا پر اس کے پاس کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے وہ بے چاری مجبور تھی۔ میرے ساتھ آنے پر ورنہ وہ تو مجھ سے بات نہیں کر رہی تھی اور جو آدمی اس کے پیچھے پڑا تھا اگر وہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو آپ سوچ نہیں سکتے کیا ہوتا۔ خیر۔"

اس نے گہرا سانس لے کر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔

"ایک دو دن اس کو برداشت کر لیں میں کہیں اور اس کے رہنے کا بندوبست کرتا ہوں، بھاڑ میں جائیں وعدے، مروت، انسانیت۔" اس کے غصیلے اور ناراض انداز پر شمسہ اور کلثوم نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا تو شمسہ نے آنکھوں سے کلثوم کو اشارہ کیا۔

"حذیفہ! یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم، اسے تم اپنی ذمہ داری پر لے کر آئے ہو اور اب اسے کہیں اور بھیج دو گے تو وہ کیا سوچے گی ہمارے بارے میں، بے ضرر سی بچی ہے رہنے دو۔ تمکین کو ایک دوست مل جائے گی۔ یتیم بچی ہے دکھی ہے اب ہم اسے کہیں کر بھی جاؤ تو بے چاری کا کتنا دل دکھے گا۔"

حذیفہ کا منہ دیوار کی طرف تھا لیکن اپنی ماں کی باتوں پر اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

"چلو اب غصہ ختم کرو۔" شمسہ نے اٹھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ برا سا منہ بنا کر ان کی طرف مڑا۔

"میرا بچہ!" شمسہ نے پیار سے اس کے گال پر ہاتھ پھیرا۔ "اب آرام کرو۔ تھک گئے ہو گے۔"

کلثوم نے بھی اس کا ماتھا چوم کر کہا تو ان دونوں کے جاتے ہی وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔

☆☆☆

وہ گہری نیند میں تھا جب اس کا موبائل بجا۔ اس نے آنکھیں کھول کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے موبائل کو اٹھایا۔ اس نے میسج دیکھ کر ٹائم دیکھا جہاں دن کے گیارہ بج رہے تھے۔

جب وہ لاؤنج میں آیا تو حسب توقع سب موجود تھے اور اس کی توقع کے عین مطابق انابیہ ان کے درمیان پریشان بیٹھی تھی۔ اسے اندر آتا دیکھ کر اس کے چہرے پر واضح طور پر اطمینان نظر آیا تھا۔ جو کسی اور نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو طالب نے محسوس کیا تھا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" اس نے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ انابیہ کو دیکھا جو ایک گھنٹے میں پہلی بار مسکرائی تھی۔ طالب دور ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا پہلے انابیہ اب حذیفہ کو دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں بیا سے بات ہو رہی تھی۔"

"بڑی پیاری بچی ہے لیکن بہت کم گو ہے کب سے ہم ہی باتیں کر رہے ہیں۔"

اس سے پہلے رخسانہ کچھ مزید بولتیں قاسم بول پڑا۔

"باتیں کم کر رہے تھے۔ پڑتال زیادہ کر رہے تھے۔" وہ آنکھیں گھما کر بولا تو حذیفہ نے انابیہ کی طرف دیکھا جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"پھر کیا معلومات ملیں۔" حذیفہ نے بھی شرارتی انداز میں انہیں دیکھا۔

"پیاری بچی ہے۔" قاسم شرما کر بولا تو شمسہ نے زور سے چپت اس کے کندھے پر مارا۔

"ہر وقت کی شرارت اچھی نہیں ہوتی سوچ سمجھ کر بولا کرو۔"

"بھائی! میں نے غلط کیا کہا۔" وہ پھوپھو اور ماں کی خشمگیں نظریں دیکھ کر حذیفہ سے پوچھنے لگا تو وہ مسکرا کر انابیہ کو دیکھنے لگا۔

"بیا ناشتہ کیا تم نے؟"

"جی!"

"نیند ٹھیک آئی تھی کمرہ پسند آیا۔"

"جی۔"

"کتنا کم بولتی ہو تم لڑکی، گن کر چند الفاظ بولتی ہو ہماری تہمینہ کو دیکھو، ایک سیکنڈ میں دس لائنیں بول لے۔" کلثوم کے کہنے پر وہ سب مسکرائے۔

"تہمینہ نظر نہیں آ رہی۔"

حذیفہ نے متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھ کر پوچھا۔

"کالج گئی ہے۔"

"اچھا!"

"تم ناشتہ کر لو لبنیٰ! حذیفہ بھائی کے لیے ناشتہ لگا دو۔"

کلثوم کے کہنے پر حذیفہ کھڑا ہو گیا لیکن ڈائننگ روم میں داخل ہوتے ہی طالب کو دیکھ کر ایک پل کے لیے حیران ہوا پھر مسکرا دیا۔

"بھائی آپ آفس نہیں گئے۔" وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب ہی لبنیٰ نے اس کا ناشتہ ٹیبل پر رکھا۔

"نہیں آج سو نہیں سکا تھا۔ کل کی تھکاوٹ اتری نہیں۔ تم بتاؤ آج خوب سوئے۔"

"جی میں بھی شاید زیادہ تھک گیا تھا۔" وہ کہہ کر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

وہ یہاں آتے ہوئے بہت خوف زدہ تھی اور اس کا ڈر بجا بھی تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے اٹھارہ سال ایک گھر میں ایک شخص کی شفقت تلے گزارے تھے۔ جس نے اسے ہر سرد و گرم سے بچا کر رکھا تھا۔ اتنی احتیاط کے باوجود غفران جیسے شخص کی نظر اس پر ٹھہر گئی۔

بابا بہت شریف انسان تھے اور بہت بزدل لیکن اس کے باوجود انہوں نے بہت عرصے ہر ایک کا مقابلہ کیا صرف اس آس میں کہ اس کی کفیل اسے لے جائے گی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بابا کے بعد یا تو وہ شاید خودکشی کر لیتی یا غفران کی ہوس کی بھینٹ چڑھ جاتی اگر حذیفہ اس کی زندگی میں نہ آتا اور اسے عزت سے

اپنے گھر لاتا۔
اس کے اس احسان کی قیمت تو وہ شاید مر کر بھی نہیں چکا سکتی تھی۔ جتنا وہ اچھا تھا اتنے ہی اس کے گھر والے اچھے تھے۔
سوائے حذیفہ کے بھائی طالب کے پہلی ملاقات اس کی ہاسپٹل میں ہوئی تھی تب بھی اسے عجیب احساس ہوا تھا۔ لیکن بعد میں اسے پتا چلا وہ احساس ناپسندیدگی اور بے زاری کا تھا وہ شاید اسے اچھا نہیں سمجھتا تھا۔
"تم بیٹھے بیٹھے کہاں کھو جاتی ہو؟" تمکین نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
"باہر نکلو دیکھو موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے۔"
تمکین کے کہنے پر اس نے گلاس ڈور سے باہر نظر آتے لان کو دیکھا، جہاں پودے اور درخت تیز ہوا سے جھوم رہے تھے۔ وہ بے ساختہ مسکرائی۔
"ایسے موسم میں اندر بیٹھو تو گناہ ہوتا ہے۔"
قاسم نے کھڑکی کے پاس جا کر اپنا فلسفہ بیان کیا۔
"چلو باہر چلتے ہیں۔"
"کہاں؟" قاسم کے کہنے پر تمکین نے پوچھا۔
"لانگ ڈرائیو پر تم دونوں کو آئس کریم بھی کھلاؤں گا۔" اس کے لالچ پر تمکین نے برا سا منہ بنایا۔
"مما نہیں جانے دیں گی۔ ماموں ممانی آئے ہیں ہم چلے گئے تو وہ ناک بھوں چڑھائیں گے اور مما ہم پر بعد میں ناراض ہوں گی۔"
"چلو پھر لان میں چل کر ہوا خوری کا مزہ لیتے ہیں۔"
قاسم کے کہنے پر تمکین کھڑی ہوئی۔
"تم بھی چلو نا۔" اسے بیٹھا دیکھ کر تمکین نے اس سے بھی کہا تو وہ سر ہلا کر کھڑی ہو گئی۔
باہر موسم واقعی بہت اچھا ہو رہا تھا۔ کسی بھی وقت بارش ہو سکتی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔ لیکن آنکھیں کھولتے ہی جھٹکا لگا، قاسم چہرے پر شرارتی مسکراہٹ لیے اس کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے کچھ گھبرا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تب ہی اس نے ایک زندہ اچھلتا مینڈک اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو اس کے منہ سے نکلنے والی چیخ بے ساختہ تھی۔ وہ حواس باختہ ہو کر مڑی اور جتنا تیز ہو سکتا تھا بھاگی۔ تب ہی سامنے سے آتے شخص سے اس کی زوردار ٹکر ہوئی تھی سامنے والے کا تو پتا نہیں، الٹا تکلیف کے مارے اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔
ابھی وہ سنبھلی نہیں تھی جب سامنے والے نے اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکے سے کھڑا کیا۔ بازو پر گرفت اتنی سخت تھی کہ وہ بے ساختہ پکڑنے والے کو دیکھنے پر مجبور ہوئی۔
"اندھی ہو یا مردوں سے ٹکرانے کا شوق ہے۔"
درد تو پہلے ہی تھا لیکن سامنے والے کے اہانت بھرے جملے پر اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئیں۔ اس کے دیکھنے پر اس نے جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیلا تھا، وہ بہت بری طرح گھاس پر گری تھی وہ درد کی ایک لہر پورے جسم میں دوڑ گئی۔ اس کے دیکھنے میں ایک حقارت تھی کہ وہ دوبارہ اس کی طرف دیکھ نہیں سکی۔
"کیا تم ٹھیک ہو؟" قاسم گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے تیزی سے آنسو صاف کیے اور ضبط کرنے کے لیے ہونٹ بھینچ لیے۔
"میں ٹھیک ہوں۔" وہ گہرا سانس لے کر بمشکل بولی۔
"تو رو کیوں رہی ہو؟"
"وہ میں بھاگ رہی تھی تو پاؤں مڑ گیا۔"
"اوہ!" قاسم نے افسوس سے اس کا چہرہ دیکھا پھر اس کا پاؤں۔
"دکھاؤ۔" اس کا ہاتھ پاؤں کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی تھی۔
"نہیں اب ٹھیک ہے۔" وہ پورا زور لگا کر

کھڑی ہوئی۔ درد کنٹرول کرنے کے چکر میں اس کا چہرہ رنگ سرخ پڑ گیا تھا۔

"ایم سوری بیا! میں صرف مذاق کر رہا تھا۔" اسے بالکل چپ دیکھ کر قاسم پریشانی سے بولا۔

"کوئی بات نہیں، میں ٹھیک ہوں اب۔" اسے شرمندہ دیکھ کر وہ مروتاً بولی۔

"کب کسی نے اس کی اتنی پروا کی تھی۔"

"چلو، میں اندر لے جاتا ہوں۔"

"نہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔ "میں چل سکتی ہوں۔" وہ کہہ کر قدرے تیز چلنے لگی۔

☆☆☆

دروازے پر ہونے والی دستک پر اس نے تیزی سے چہرہ صاف کر کے دروازے کی طرف دیکھا، اگلے ہی پل دروازہ کھلا اور تمکین اندر آ گئی۔

"بیا! تم ٹھیک ہو۔" وہ پریشانی سے اس کا سرخ چہرہ دیکھتی اس کی طرف بڑھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے مسکرا کر خود کو ٹھیک ظاہر کیا تھا۔

"پھر یہاں کیوں بیٹھی ہو، باہر آؤ مہمان آ گئے ہیں۔"

نئے لوگوں سے ویسے ہی اس کی جان جاتی تھی۔ اس نے گھبرا کر تمکین کو دیکھا۔

"میں کیا کروں گی وہاں جا کر، میں جانتی بھی نہیں انہیں۔" وہ ہچکچا کر بولی۔

"ارے میرے ماموں کی فیملی ہے اور تم میری ہونے والی بھابھی بھی ہو، اس سے ملوانا ہے تمہیں اور مما نے بھی کہا ہے تمہیں بلا کر لاؤں۔"

"اٹھو۔"

وہ کہنے کے ساتھ اسے بازو سے پکڑ کر اٹھانے لگی تو وہ چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔ ویسے بھی ضد کرنا اسے آتا ہی نہیں تھا۔

وہ جب منہ دھو کر آئی تو تمکین اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ وہ دوپٹا اچھی طرح سر پر اوڑھ کر اس کے پیچھے باہر آ گئی۔

لاؤنج میں گھر والوں کے علاوہ کچھ اجنبی چہرے بھی دکھائی دیے تو وہ ایک بار پھر گھبراہٹ کا شکار ہوئی۔ اس نے دھیرے سے سلام کیا جواب کا تو پتا نہیں لیکن کافی نظروں کا احساس اسے اپنے چہرے پر ہوا تھا۔

"بھابھی! یہ بیا ہے بڑی پیاری بچی ہے۔"

رخسانہ نے اپنی بھابھی فضیلہ سے اس کا تعارف کروایا تو وہ چپ چاپ سنگل صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا۔

سب اپنی ہی باتوں میں مگن تھے۔ تب ہی اپنے دائیں طرف رکھے صوفے پر اس نے کسی کو بیٹھے محسوس کیا تو بے ساختہ گردن گھما کر دیکھا۔ وہ کوئی چھبیس ستائیس سال کا حذیفہ کی عمر کا لڑکا تھا، جو مسکراتے ہوئے بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں عمیر ہوں حذیفہ کا دوست اور آپ؟"

وہ کہہ کر رکا۔ "پہلے آپ کو نہیں دیکھا۔"

"میں!" اس نے تھوک نگل کر سامنے دیکھا تو طالب اور حذیفہ اس کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ مزید گھبرا کر دوپٹا ٹھیک کرنے لگی۔

"بیا! کچن میں دیکھو سب ریڈی ہو گیا ہے تو تمکین کے ساتھ کھانا لگوانے میں ہیلپ کرو۔"

حذیفہ کے کہنے پر وہ تیزی سے اٹھی تھی۔ عمیر نے حیرت سے اس کی تیزی دیکھی، اس کے اٹھتے ہی تمکین بھی اس کے پیچھے گئی تو اس کے ساتھ بیٹھی انعم منہ بناتی اٹھ کر طالب کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"حذیفہ یہ لڑکی کون تھی۔" عمیر کا تجسس ختم نہیں ہو رہا تھا۔

"میری کزن ہے۔" حذیفہ کے کہنے پر اس نے ابرو اچکائے۔

"پہلے تو تم نے کبھی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی میں نے پہلے دیکھا ہے۔" اس کی حیرت بجا تھی کیونکہ اس کا بچپن سے ان کے گھر آنا جانا تھا۔

"وہ پہلی بار یہاں آئی ہے۔" کہہ کر وہ مزید سوالوں سے بچنے کے لیے اٹھ گیا تھا۔

☆☆☆

CamScanner

گھریلو تقریب تھی لیکن پھر بھی ان سب نے مل کر خوب رونق لگا دی تھی۔ زیادہ رونق قاسم اور عمیر کی وجہ سے تھی۔ اقصیٰ کو انگوٹھی پہناتے ہی تالیوں کے بعد باتوں شرارتوں اور چھیڑ خانی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ حذیفہ صوفے پر بیٹھا بغور سب کے خوش باش چہروں کو دیکھ رہا تھا۔

سب سے ہوتی اس کی نظر اس ہجوم سے دور کونے میں رکھے صوفے پر گئی۔ جہاں اناہیہ بیٹھی مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے پہلی بار اسے اتنا خوش دیکھا تھا یقیناً وہ ان کے جملے اور شرارتیں انجوائے کر رہی تھی۔ حذیفہ نے نفی سے مسکراتے سر جھٹکا۔

"ارے تم دونوں کیوں اتنی دور بیٹھے ہو۔" اچانک عمیر کے کہنے پر سب کی نظریں حذیفہ اور اناہیہ پر جا رکیں۔ عمیر کے یوں مخاطب کرنے پر وہ نظریں جھکا گئی جبکہ حذیفہ گہرا سانس لے کر کھڑا ہوا۔

"آنٹی! اب اس نکل کو بھی کھونٹے سے باندھ دیں کب تک یوں آزادی سے گھومے گا۔" عمیر کے کہنے پر کلثوم نے مسکراتی نظروں سے حذیفہ کو دیکھا۔

"تمہیں لگتا ہے میری خوشی برداشت نہیں ہو رہی۔"

حذیفہ کے کہنے پر قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"سن رہی ہو یہ کیا بول رہا ہے۔" عمیر نے اب آگ لگانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا چہرہ پہلے ہی سنجیدہ ہو چکا تھا جیسے سب نے محسوس کیا تھا۔

"مذاق کر رہا ہے وہ۔" کلثوم جلدی سے بولیں۔

"ویسے بھی بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔" قاسم ماحول کا تناؤ کم کرنے کے لیے مزاحیہ انداز میں بولا۔

"بکرے کی ماں نہیں بکرے کا باپ" عمیر نے صحیح کیا۔

"یقیناً! تمہیں بکری بنا دیا اس نے۔" قاسم تمکین سے بولا تو وہ مسکرا دی۔ وہ اس وقت اپنی وجہ سے کسی کا موڈ آف نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"بھئی حذیفہ! اب تو بتا دو تم کب منگنی کرو گے۔" اب کے فضیلہ تائی نے پوچھا۔

"معافی! میں ان سب جھنجھٹوں میں نہیں پڑتا میں ڈائریکٹ شادی ہی کروں گا۔" اور ایک بار پھر سب نے شور مچا دیا تھا۔

اقصیٰ نے تمکین کو ٹہوکا مارا تو وہ مسکرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"اللہ کا واسطہ اب بس کریں پہنا دی انہوں نے انگوٹھی ایک دوسرے کو۔ ہمیں کس بات کی سزا ہے۔ کھانا لگا دیں اب۔" قاسم کی دہائی پر سب اس سے اتفاق کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

☆☆☆

"آپا ایک بات کرنی تھی۔" وہ ابھی ابھی سب سمیٹ کر اپنے کمرے میں جا رہی تھیں، جب فضیلہ نے انہیں روک لیا۔

"ہاں بولو فضیلہ" وہ قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"آپا! بچوں کو لے کر بہت سے ارمان ہوتے ہیں اور خاص طور پر جب بچے اکلوتے ہوں۔ بے شک میری تین بیٹیاں ہیں لیکن سب ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ اقصیٰ کی شادی کو لے کر ہمارے بہت سے ارمان ہیں اور اقصیٰ نے بھی بہت کچھ پلان کر رکھا تھا اور طالب بھی آپ کا اکلوتا بیٹا ہے مجھے لگا آپ بھی اپنی بہو کے سارے ارمان پورے کریں گی۔

ہم لاکھوں خرچ کر کے یہاں فنکشن کرنے آئے تھے لیکن یہاں کیا ہوا۔ ایک انگوٹھی پہنائی وہ بھی گھر کے اندر اور چند تحائف کا تبادلہ ہوا بس۔ اقصیٰ کا دل بہت برا ہوا ہے۔ اور سچ بتاؤں تو میں اور آپ کے بھائی بھی خوش نہیں۔" کب سے چپ رخسانہ نے قدرے ناگواری سے انہیں دیکھا۔

"تمہیں گرینڈ فنکشن کی پڑی ہے فضیلہ! میں تو شکر کر رہی ہوں طالب مان گیا۔ اس انگوٹھی کو ہی غنیمت سمجھو، ورنہ وہ جو تم لوگ لاکھوں خرچ کر کے آئے تھے وہ ضائع جاتے۔ منگنی اتنی گرینڈ کرنے کی تک تو نہیں بنتی لیکن شادی کے فنکشن کرتے وقت

"میں اس گھر پر بند فنکشن کا دھیان رکھوں گی۔"
ان کی رکھائی پر انہوں نے پہلو بدلا اور ساتھ ہی بولیں۔
"آپا! میں نے بڑی بہن سمجھ کر آپ سے دل کی بات کی ہے ورنہ مجھے پتا ہے انعم کو بہو بنانا آپ کی خواہش تھی۔"
تب ہی انابیہ وہاں سے جاتی نظر آئی لیکن تقی کی آواز پر رک گئی۔
"بیا بھابی! یہ چائے حذیفہ بھائی کو دے دیں، وہ باہر لان میں بیٹھے ہیں، میں آنٹی کے ساتھ اسٹور روم میں کام کروا رہی ہوں۔"
تقی کے کہنے پر اس نے ٹرالی اس کے ساتھ سے لے لی۔
"آپا! یہ بغیر تحقیق کے ایک جوان لڑکی کو گھر میں رکھنا ٹھیک ہے؟"
"تحقیق والی کیا بات ہے حذیفہ لے کر آیا ہے تو قابل اعتبار ہی ہوگی دوسرا مجھے اپنے بچوں پر پورا بھروسا ہے۔" وہ لاپرواہی سے بولیں۔
"ویسے آپا! آپ بہت بھولی ہیں۔" وہ ہنس کر بولیں تو رخشانہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔
"مطلب؟" فضیلہ جھک کر قدرے سرگوشی کے انداز میں بولیں۔
"آپا! کوئی یونہی اپنی جوان خوب صورت بچی کسی غیر آدمی کے ساتھ روانہ نہیں کر دیتا اور وہ بھی یہاں کیسے آرام سے رہ رہی ہے جیسے یہی اس کا گھر ہو۔"
"تم کہنا کیا چاہتی ہو فضیلہ؟"
"جو میں کہنا چاہتی ہوں آپا وہ آپ کو برا لگے گا۔" رخشانہ نے گہرا سانس لے کر اپنا غصہ کنٹرول کیا۔
"کیا یہ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ طالب اور حذیفہ ساتھ منگنی کریں گے، طالب نے تو کر لی پر حذیفہ کیوں آنا کانی کر رہا ہے ظاہر ہے اس کی نیت میں کھوٹ آچکا ہے، مجھے کیا آپ کے بھائی کو بھی لگتا ہے۔ حذیفہ کے منگنی سے انکار کی وجہ یہ لڑکی ہے اور مجھے تو یہ بھی لگتا ہے اس نے چھپ کر نکاح بھی کر رکھا ہے اس لڑکی سے تب ہی اسے گھر لے آیا ہے۔"
"خدا کرتی ہو فضیلہ!" وہ جیسے زچ ہو کر کھڑی ہو گئیں اور ان کے جاتے ہی فضیلہ کے چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ آ گئی تھی۔
"اگر میں اور میری بچی خوش نہیں تو خوش آپ بھی نہیں رہو گی آپا جی!" وہ زیر لب دانت پیس کر بولیں۔

☆☆☆

وہ لان میں آئی تو وہ ٹہلتا ہوا کسی سے غصے میں بات کر رہا تھا۔ وہ کچھ گھبرا کر وہی کھڑی ہو گئی۔ بات کرتے ہوئے وہ مڑا تو اس کے ماتھے پر بل واضح تھے۔ لیکن اس کو دیکھ کر نہ صرف وہ چپ کر گیا بلکہ اس کے چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے تھے۔ فون بند کر کے وہ اس کی طرف آیا اور مسکرا کر کپ اٹھایا۔
"تھینکس!" وہ اب بھی کچھ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔
"دل لگ گیا یہاں؟" وہ چائے کا کپ لے کر لان میں رکھی کرسی پر بیٹھ گیا اور ہاتھ سے اپنے سامنے رکھی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔
"جی!" وہ اب خاموشی سے چائے کے گھونٹ لے رہا تھا۔
"تم ان لوگوں کے ساتھ نہیں گئیں۔" اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سرسری سا بولا۔
"کیوں کیا تقی نے تمہیں ساتھ چلنے کو نہیں کہا؟" وہ سنجیدگی سے کرسی کی پشت چھوڑ کر آگے ہوا تو وہ گھبرا کر جلدی سے بولی۔
"نہیں۔ انہوں نے مجھے کہا تھا لیکن وہاں آپ کے دوست بھی تھے تو مجھے ٹھیک نہیں لگا۔"
"اوہ!" اس کی جھجک وہ سمجھ گیا جبکہ وہ کچھ نہیں کہہ سکی۔ تقی کے ساتھ چلنے کہنے پر طالب کے چہرے پر جو ناگواری آئی تھی۔ اسی لیے وہ ان کے

ساتھ نہیں گئی تھی۔

"آپ کیوں نہیں گئے؟" اس کے سوال پر وہ چونکا اور پھر گہرا سانس لیا۔

"دل نہیں چاہا۔" اس کا لہجہ بیزار تھا۔

"کیا شکیل انکل کا فون آیا تھا؟" اس کے سوال پر حذیفہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"اگر آیا ہوتا تو میں تمہیں بتاتا لیکن اگر تم بات کرنا چاہتی ہو تو میں بات کروا دیتا ہوں۔" حذیفہ کے کہنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم انہیں مس کر رہی ہو۔" اس کے سوال پر وہ خاموش رہی تھی۔

"مجھے لگا تم یہاں ایڈجسٹ ہو چکی ہو لیکن لگتا ہے، تم اب بھی اداس ہو اگر واپس جانا ٹھیک ہوتا تو میں تمہیں ضرور لے جاتا۔" وہ اس کا اداس چہرہ دیکھ کر بولا۔

"بابا ہوتے تو کوئی بات بھی تھی ان لوگوں کے ساتھ میری دوستی ضرور تھی۔ لیکن کبھی بھی کسی کے لیے ضروری نہ تھی اور نہ ہوں۔" وہ یاسیت سے بولی۔

حذیفہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا، وہ دونوں اپنی جگہ خاموش بیٹھے تھے۔ تب ہی گیٹ کھلتے ہی دو گاڑیاں آگے پیچھے اندر داخل ہوئی تھیں۔ ان دونوں نے کار پورچ کی طرف دیکھا جہاں سے طالب، اتھم، تمکین اور قاسم نکلے تھے۔

طالب نے ان دونوں کو بیٹھا دیکھ کر ایک ناگوار نظر دونوں پر ڈالی اور اندر بڑھ گیا جبکہ وہ تینوں اسی طرف آ گئے۔

"یار! تمہیں بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیے تھا۔ اتنا مزہ آیا اور دیکھو ان دونوں نے کتنی شاپنگ کی ہے۔" قاسم نے قریب رکھے ڈھیر سارے شاپرز کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے کچھ خریدنا نہیں تھا۔" اس نے مسکرا کر قاسم کو جواب دیا۔ جبکہ تمکین نے سنجیدہ نظروں سے حذیفہ کو دیکھا۔

"اگر آپ فری تھے تو ساتھ کیوں نہیں گئے؟" وہ اب حذیفہ سے پوچھ رہی تھی۔

"میں فری نہیں تھا ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں۔" اتھم نے مزاحیہ کیفیت کے ساتھ تمکین اور حذیفہ کے چہرے دیکھے اور تیسری گہری نظر انابیہ پر ڈالی، جو مسکراتے ہوئے دلچسپی سے قاسم کی بات سن رہی تھی۔

☆☆☆

"طالب کی یہی بات مجھے سب سے اچھی لگی ہے کہ وہ کنجوس نہیں اور اپنوں کے لیے اس کا دل بہت بڑا ہے دیکھو نا، میں نے جس جس چیز پر ہاتھ رکھا اس نے انکار نہیں کیا۔" وہ اپنی ساری شاپنگ بیڈ پر پھیلائے تمکین سے مخاطب تھی، جو تھوڑی الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

"کہاں گم ہو بھئی؟" اتھم کے پوچھنے پر وہ سر جھٹکتی اس طرف کی متوجہ ہوئی۔

"یہیں ہوں۔" وہ اپنے بیگ اٹھا کر الماری میں رکھتے ہوئے بولی۔

"ویسے حذیفہ مجھے کنجوس لگتا ہے، دیکھو نا، شاپنگ پر جانا تھا تو مصروفیت کا بہانہ بنا کر انکار کر دیا۔ حالانکہ جب ہم آئے وہ فری بیٹھا تھا۔ بلکہ کتنے خوشگوار لہجے میں اس لڑکی سے باتیں کر رہا تھا۔ ہم سے تو کبھی نہیں کی۔ اس کی ریزرو نیچر لگتا ہے صرف ہمارے لیے ہے۔" اتھم بولنے کے ساتھ تمکین کے تاثرات بھی دیکھ رہی تھی۔

"حذیفہ بالکل کنجوس نہیں ہیں اتھم آپی! اگر انہوں نے کہا ہے کہ انہیں آفس کا کام تھا تو یقیناً ایسا ہی ہوگا۔"

اس کا سنجیدہ لہجہ محسوس کر کے اتھم ایک پل کے لیے گڑبڑائی تھی۔

"تمکین ایک بات کہوں مائنڈ مت کرنا تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ تم مجھے بہت پیاری ہو تم صرف میری کزن ہی نہیں ہونے والی اکلوتی نند بھی ہو۔" اس کی اتنی تمہید سے تمکین کو الجھن ہونے لگی تھی۔

"آپ کہیں آئی؟"

"مجھے تو یہ لڑکی بیا ٹھیک نہیں لگتی۔ پتا نہیں تم لوگوں نے اتنی آسانی سے حذیفہ کی باتوں پر یقین کیسے کرلیا۔ چلو مان لیا جیسا حذیفہ کہہ رہا ہے ہو سکتا ہے وہ لڑکی ہو مجبوری میں حذیفہ کو اس کی ذمہ داری لینی پڑی لیکن ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے لیے غیر اور حذیفہ کا رویہ اس کی طرف کچھ زیادہ ہی کیئرنگ ہے۔ لڑکی خوب صورت بھی بہت ہے، میرے خیال میں تم لوگوں کو اس بات کو سیریس لینا چاہیے بجائے اس کے کہ تم اسے حذیفہ سے دور کرنے کا سوچو تم اس سے دوستی کا ہاتھ کر بیٹھی ہو۔ کل کو پتہ ہو کہ یہ لڑکی مظلومیت کی آڑ میں حذیفہ کے دل و دماغ پر قبضہ کرنے کے بعد تمہاری جگہ اس کی زندگی میں مضبوط رشتے سے داخل ہوجائے اور اگر حذیفہ ایسا کر لیتا ہے تو کیا کرلو گے تم لوگ۔"

آخر میں اس نے زیر لب مسکراتے ابرو اچکا کر ثمین کا چہرہ دیکھا جس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

☆☆☆

وہ کب سے کھڑکی کے پاس کھڑی باہر سامنے نظر آتے لان کو دیکھ رہی تھی لیکن دماغ مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس کو یہاں آئے دو ماہ سے زیادہ ہوگئے تھے۔

شروع میں اسے اجنبی جگہ اور اجنبی لوگوں کو لے کر جو ڈر تھا وہ اس گھر کے مکینوں کے شفقت آمیز رویے کی بدولت بالکل ختم ہو چکا تھا، صرف طالب کا رویہ اس کے ساتھ بہت برا تھا۔ وہ شاید اپنے گھر والوں کی وجہ سے اسے برداشت کرنے پر مجبور تھا ورنہ اس کا بس چلتا تو اسے کھڑے کھڑے گھر سے دھکے دے کر نکال دیتا لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ کافی عرصے سے ثمین کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں تھا۔ بہت دوستی تو پہلے بھی نہیں تھی۔ لیکن اچھی بات چیت تھی۔ طالب کی منگنی کے بعد ان کے رویے میں واضح تبدیلی آئی تھی۔ وہ اپنا زیادہ وقت انعم کے ساتھ گزارتی تھی۔ انابیہ کی موجودگی میں یا تو وہ اسے اگنور کرتی یا وہاں سے اٹھ کر چلی جاتی۔

پہلے تو اس نے انعم کی وجہ سے زیادہ غور نہیں کیا کہ وہ کزن ہونے کے ساتھ اس کی ہونے والی بھابھی تھی تو وہ زیادہ تر انعم اسے ہی دے رہی ہے لیکن انعم کے جانے کے بعد بھی وہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی۔ اگر وہ اسے بلاتی تو اس کا رویہ بہت خشک سا تھا۔ اور کچھ ایسا ہی رویہ رخسانہ کا بھی تھا۔ وہ انعم ثمین کی طرح اسے اگنور نہیں کر رہی تھیں لیکن پہلے جیسی شفقت سے پیش آتی تھیں ویسا رویہ نہیں تھا۔

وہ بے حد پریشان ہو چکی تھی۔ ایک بار پھر در بدر ہونے کا خوف اس کے اندر پنجے پھیلا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس گھر کے علاوہ تو اس کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اس سے کیا غلطی ہوئی کہ رخسانہ اور ثمین اس سے اتنے بیزار ہیں۔ کیا طالب نے انہیں اس سے بات کرنے سے منع کیا ہے۔

وہ پہلے بھی چھوٹے چھوٹے کام کرتی تھی لیکن رخسانہ کلثوم اور نسیمہ منع کر دیتی تھیں۔ لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا مہمان دو چار دن ہوتا ہے۔ اسے تو یہ بھی پتا نہیں تھا اس گھر میں اس کا قیام کتنے عرصے تک ہے۔

گھر والوں کو خوش رکھنے کے لیے اس نے کئی کاموں کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی کیونکہ دو وقت کی روٹی بھی اب اسے اپنے حلق میں اٹکتی محسوس ہوتی تھی۔

وہ اب اپنا زیادہ وقت کچن میں لبنیٰ کے ساتھ یا اپنے کمرے میں گزارتی تھی۔ اور اس کی اتنی لمبی غیر حاضری کو کوئی محسوس ہی نہیں کرتا تھا سوائے حذیفہ کے کیونکہ وہ آفس سے آ کر ضرور اس کا پوچھتا تھا تو اسے باہر آنا پڑتا تھا اور پھر رخسانہ اور ثمین کی نظروں سے گھبرا کر وہ دوبارہ کچن میں پناہ لیتی تھی۔

یہ بھی اچھا تھا کہ حذیفہ نے اب اسلام آباد کے بجائے لاہور کے آفس کو جوائن کر لیا تھا اس کے

ہونے سے انابیہ کو تسلی ہوتی تھی۔ لیکن کچھ دنوں سے اسے بلانے کا تکلف بھی نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ حذیفہ ملک سے باہر گیا تھا۔ ایسے میں صرف قاسم اور ثمر تھے جو اس سے بات کر لیتے تھے ان کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک تھا۔ وہ تھک گئی تھی پتا نہیں کب زندگی اس پر مہربان ہوگی۔

☆☆☆

دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر آئی تو کلثوم نے گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"السلام علیکم!" انہوں نے زیرِ لب جواب دیا تو وہ دھیرے دھیرے چلتے ان کے بیڈ کے قریب آ کر رکی۔

"آپ نے رات کو بھی کھانا نہیں کھایا صبح بھی ناشتا نہیں کیا۔ طبیعت ٹھیک ہے آپ کی۔"

اس نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر ان کا ماتھا چھوا۔

"آپ کو بخار ہے۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"اب تو بہتر ہوں!" وہ بمشکل بولیں۔

"بہتر نہیں، میں رخسانہ آنٹی سے پوچھ کر کوئی میڈیسن لے کر آتی ہوں۔"

وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکلی، لاؤنج میں اسے کوئی نظر نہیں آیا تھا وہ کچن میں آئی جہاں لبنی اور اس کی اماں کام کر رہی تھیں۔

"لبنی! ثمر آنٹی اور رخسانہ آنٹی نظر نہیں آ رہی۔"

"وہ کسی فوتگی پر گئے ہیں۔"

"اوہ" وہ سر جھکا کر رہ گئی قاسم اور تحسین یونی ورسٹی گئے تھے اور طالب بھی آفس تھا۔

"آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں تو کوئی میڈیسن ہے؟" لبنی اور سکینہ کام چھوڑ کر اسے دیکھنے لگیں۔

"اللہ!" سکینہ نے بے ساختہ ہاتھ سر پر مارا۔ "باجی مجھے کہہ کر بھی گئی تھیں انہیں کچھ کھلا کر دوائی دے دوں، کام کے دوران میرے ذہن سے نکل گیا۔"

"اماں!" لبنی نے ناراضی سے ماں کو دیکھا۔

"آپ مجھے بتا دیں کیا کھانا ہے۔ اور کون سی دوائی دینی ہے۔"

"آپ چلیں میں لے کر آتی ہوں۔" لبنی ہونٹ چباتے بولی تو وہ ایک باؤل میں پانی لے کر کمرے میں آئی اور پریشانی سے ان کا سرخ چہرہ دیکھنے لگی۔ تب ہی لبنی ٹرے لے کر کمرے میں آئی۔

"لبنی مجھے کوئی رومال یا تولیہ دے دو۔"

"جی!" وہ اسے ٹرے پکڑا کر الماری کی طرف مڑ گئی۔

"آنٹی" اس کے پکارنے پر انہوں نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔

"تھوڑا سا کھا لیں۔" انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا۔

"آنٹی کچھ کھائیں گی نہیں تو دوائی کیسے لیں گی۔ تھوڑا سا کھا لیں۔" اس نے انہیں سہارا دے کر بٹھایا اور آہستہ آہستہ دلیہ کھلانے لگی۔

"بس۔" تھوڑا سا کھا کر انہوں نے منع کر دیا تو اس نے زبردستی دو چمچ مزید انہیں کھلائے اور پھر انہیں دوائی کھلائی۔ لبنی کے جانے کے بعد وہ ان کے قریب بیٹھ گئی اور رومال پانی میں بھگو کر ان کے ماتھے پر رکھتی رہی۔

کافی دیر بعد اس نے ان کا ماتھا چیک کیا ٹمپریچر نارمل لگ رہا تھا۔ وہ کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے قریب بیٹھ گئی۔ اسے لگا کسی نے اس کا نام لیا ہے۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔

"پانی!" کلثوم کے کہنے پر اس نے تیزی سے پانی کا گلاس ان کے منہ سے لگایا۔

ان کو لٹا کر اس نے دوبارہ ماتھا چیک کیا۔

"اب بخار نہیں لگ رہا۔" وہ ان کو دیکھ کر کہنے لگی جو اب آنکھیں کھول کر اسے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ اب بہتر ہیں۔

"آپ کے لیے کچھ لاؤں۔"

"منہ کڑوا ہو رہا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولیں تو وہ

مسکرائی۔
"آپ بتائیں کیا کھائیں گی میں وہی بنا لاتی ہوں۔"
بولا۔ "میٹھا کھانے کو دل کر رہا ہے۔"
"کھیر بنا لوں۔"
"تم بناؤ گی۔"
ان کے سوال پر وہ مسکرائی۔
"جی۔"
"کوکنگ آتی ہے تمہیں؟"
وہ حیران ہوئیں اور ان کا حیران ہونا اس کے لیے حیرت کا باعث تھا۔
"مجھے سب بنانا آتا ہے۔"
"اچھا!"
"میں بنا کر لاتی ہوں۔" وہ تیزی سے اٹھی دروازہ کھولتے قاسم نظر آیا اس نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر بیڈ پر لیٹی ماں کو اس کے اندر جاتے ہی وہ باہر آ گئی تھی۔

کھیر کا پیالہ لے کر وہ کمرے میں آئی تو سب موجود تھے۔ سب کی موجودگی کی وجہ سے وہیں رک گئی۔

"آؤ بیٹا!" کلثوم نے اسے پکارا جو اب بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کافی بہتر نظر آ رہی تھیں۔ اس کے آتے ہی قاسم نے اٹھ کر اسے بیٹھنے کو جگہ دی تھی۔ اس نے چمچ بھر کر انہیں دیا۔ انہوں نے دوسرا چمچ لیتے ہوئے غور سے اسے دیکھا۔

"تم نے بنائی ہے؟ بہت زبردست، اتنی اچھی کھیر میں نے پہلے کبھی نہیں کھائی۔" ان کے کہنے پر اس نے ان کا چہرہ دیکھا کہ یہ تعریف تھی یا مذاق لیکن وہ سنجیدہ تھیں۔

"ہیں واقعی!" قاسم فوراً اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر منہ میں ڈالا اور پوری آنکھیں میچ لیں۔

"واقعی لڑکی تمہارے ہاتھ میں تو ذائقہ ہے۔ بڑی ماما پھوپھو ٹرائی کریں نا۔" وہ جلدی سے بولا۔

"میں اور لے کر آتی ہوں آپ یہ آنٹی کو کھلا دیں۔"

وہ اب اتنی تعریف پر شرمندہ ہو رہی تھی۔

"تمکین! تم بھی کچھ سیکھ لو۔" تمکین جو پہلے ہی اناہیہ کی تعریف پر کڑھ رہی تھی قاسم کا کہنا جلتی پر تیل کا کام کر گیا تھا۔ اس نے غصے سے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن تب ہی نظر اپنی ماں پر پڑی جنہوں نے آنکھیں نکال کر اسے چپ رہنے کی تلقین کی تھی۔

☆☆☆

اس نے دیگچی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا اور مطمئن ہو کر چولہا بند کر دیا۔ اور یخنی نکال کر باؤل میں ڈالی۔ وہ اپنے گھر میں سارے کام کرتی تھی۔ لیکن فوزیہ بھی اس سے خوش نہیں ہوتی تھیں۔ یہاں اس نے صرف ایک کھیر بنائی تھی اور سب کتنے خوش ہوئے تھے تعریف کس کو اچھی نہیں لگتی اور مثبت تعریف تو آپ کے لیے ارتقا کا کام کرتی ہے جیسے اس میں آ گئی تھی۔

اس نے دل لگا کر یخنی بنائی تھی اور باقی گوشت کو اچھی طرح بھون کر پلیٹ میں سجایا اور ٹرے لے کر نکلنے لگی جب تمکین اندر داخل ہوئی۔ اناہیہ نے مسکرا کے دیکھا لیکن اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ کیونکہ تمکین نے جھپٹنے کے انداز میں ٹرے اس کے ہاتھ سے کھینچی تھی۔

"یہ ہمارا گھر ہے اور یہ گھر والے میرے ہیں تم یہاں مہمان ہو تو مہمان بن کر رہو۔ حذیفہ کی ماما کے سامنے زیادہ اچھا بننے کا ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کر کے تم حذیفہ کا دل جیتنا چاہتی ہو؟"

تمکین کے اتنے سخت انداز پر وہ ہکا بکا اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ اگلے پل اس کی آنکھوں میں آ جانے والے آنسوؤں کی وجہ سے سامنے کا منظر دھندلا گیا تھا اس کے جاتے ہی وہ گہرا سانس لے کر مڑی اور یخنی کو دیکھ کر اس کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

لبنیٰ خود تمین کی باتیں سن کر بکا بکا رو گئی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھیں۔ تب ہی قاسم کچن میں آیا تھا۔

"لبنیٰ کیا کر رہی ہو۔" وہ جلدی میں لگ رہا تھا۔

"بھابی روٹیاں پکانے لگی تھی۔"

"اچھا..... یار تمین کپ چائے ساتھ کچھ اسنیکس بنا کر ڈرائنگ روم میں بھجوا دو گیسٹ آئے ہیں۔"

"جی۔"

"بھابی! آپ جائیں میں کر لوں گی۔" لبنیٰ کو پتا نہیں کیوں اس سے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں میں تمہاری مدد کروا دیتی ہوں۔" چائے کا پانی رکھ کر وہ کباب اور نگٹس فرائی کرنے لگی۔ ٹرالی میں سب چیزیں سیٹ کر کے اس نے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر قاسم کو آواز دی۔

"یہ آ جاؤ عمیر ہی ہے۔"

قاسم کے کہنے پر وہ ہونٹ چباتی اندر داخل ہوئی اور کسی کی طرف نظر اٹھائے بغیر ٹرالی وہاں رکھ کر پلٹیں کچن پر گئیں۔

"کیسی ہو بھابی؟" عمیر کے پوچھنے پر اس نے سر ہلایا اور جلدی سے مڑ گئی۔

ابھی وہ کچن میں پہنچی ہی تھی جب طالب آندھی طوفان بنا کچن میں داخل ہوا۔

"چائے تم نے بنائی ہے۔" اس کا مخاطب لبنیٰ تھی جو اسے غصے میں دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

"نہیں بھائی! بھابی نے۔"

"کیوں جب تم کو کہا تھا تو اس کو کیوں کہا۔ تمہیں ڈرائی کرنی تو بتا دو۔"

"سوری بھائی!" وہ شرمندہ ہو کر بولی۔ تو اس نے قہر بھری نظر اس پر ڈالی۔

"اور تم حد میں رہو اپنی، بیا اچھے ہونے کا ڈرامہ حذیفہ کے سامنے کرنا۔"

اس کے پلٹتے ہی انابیہ کا صبر جواب دے گیا تھا اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی لبنیٰ نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"بھابی پلیز چپ کر جائیں۔ مجھے معاف کر دیں۔ میری غلطی ہے۔ مجھے آپ کو کام کا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" لیکن وہ چپ نہیں ہو رہی تھی۔

"بھابی پلیز۔" لبنیٰ کی روہانسی آواز سن کر اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا۔ لیکن دروازے میں کھڑے قاسم کو دیکھ کر وہ سر جھکا کر تیزی سے اس کی سائیڈ سے نکل گئی اور پھر رات تک کمرے سے باہر نہیں نکلی۔

☆☆☆

سب کی ملامتی نظریں خود پر محسوس کر کے اس نے غصے اور ناراضی سے قاسم کو گھورا جس کی چغل خوری کی وجہ سے سب اسے لعنت ملامت کر رہے تھے۔

"یہ کون سا طریقہ ہے طالب! کسی لڑکی سے بات کرنے کا، میں نے پہلے بھی کئی بار محسوس کیا ہے۔ تمہارا رویہ اس کے ساتھ بہت روڈ ہے۔ کیا پرابلم ہے تمہیں اس سے۔"

شمس پھوپھو کے ماتھے پر بل تھے۔ اس کی خاموشی پر شمس کو غصہ آ رہا تھا۔

"بھابی آپ کچھ نہیں کہیں گی۔" اب کی بار انہوں نے رخسانہ سے کہا۔

"طالب! کچھ پوچھا ہے تم سے۔"

"مجھے وہ بالکل پسند نہیں۔" وہ بے زاری سے بولا۔

"وجہ؟" شمس کے ماتھے پر بل تھے۔

"کیونکہ آپ لوگ اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکتے جو مجھے نظر آتا ہے۔"

"بس کرو طالب! کیسی فضول باتیں کر رہے ہو۔" اب کے کلثوم بھی نقاہت بھری آواز میں بولیں "اتنی نیک اور پیاری بچی ہے۔ صورت سے اس کی سیرت نظر آتی ہے۔"

"آپ لوگ صورت سے ہی دھوکا کھا رہے

جا۔ "وہ اب بھی اپنی بات پر اڑا تھا۔
تمکین خاموشی سے بیٹھی سن رہی تھی اسے ڈر تھا کہیں
... نے اس کے کسی ایپی سوڈ کے بارے میں نہ بتا دیا
ہو۔ تمکین فی الحال کلاس طالب کی لگ رہی تھی لیکن وہ
بھی اپنے بھائی سے اتفاق کرتی تھی۔
"ہم نے یہ تربیت تو نہیں کی تھی طالب!"
... نے افسوس سے اس کے ہٹ دھرم انداز کو
دیکھا۔
"منفرد لڑکی کو گھر میں رکھنے کی سینس کیا تھی
ہے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔
"یہ گھر حذیفہ کا بھی ہے طالب اور وہ اس کی
مہمان ہے اور وہ اسے یہاں اپنی ذمہ داری سے لایا
ہے۔ اس طرح کا سلوک کر کے تم اپنے بھائی کو ذلیل
کر رہے ہو۔" کلثوم کو اب غصہ آ گیا تھا۔ طالب
ہونٹ بھینچ گیا تھا۔
"ہمارا تجربہ تم سے زیادہ ہے۔ ہمیں بھی لوگوں
کی پہچان ہے۔" شمس پھوپھو کے کہنے پر وہ انگلی سے
پیشانی مسلنے لگا تھا۔
"اب میرے لیے کیا حکم ہے۔" وہ گہرا سانس
لے کر سب خواتین کو دیکھنے لگا۔
"اگر وہ تمہیں پسند نہیں تو اپنی ناپسندیدگی خود
تک محدود رکھو۔ یاد رکھو، وہ ہمارے گھر مہمان ہے۔"
شمس کے کہنے پر اس نے گہرا سانس لیا اور کھڑا ہو گیا۔
دروازے پر ہونے والی دستک پر اس نے
بمشکل دکھتی آنکھوں کو کھولا اور جلدی سے اٹھی
دروازے پر قاسم کو دیکھ کر وہ سر جھکا گئی جبکہ قاسم اس
کی سوجی آنکھیں دیکھ کر شرمندہ ہوا۔
"مما بلا رہی ہیں۔"
"مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔" وہ پریشانی سے
بولی۔
"ایسے کیوں کہہ رہی ہیں۔" اس کی پریشانی
قاسم کو بری لگی۔ "چلو۔" کہہ کر وہ مڑا تو وہ بھی اس
کے پیچھے چلنے لگی۔
"بیٹا! کہاں چلی گئی تھیں؟ سب سے تمہارا انتظار
کر رہی تھی۔" اس کے اندر داخل ہوتے ہی کلثوم بے
تابی سے بولیں تو ان کے انداز میں پیار محسوس کر کے
اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔
"ادھر آؤ میرے پاس۔" انہوں نے اپنے
قریب بیڈ پر اشارہ کیا تو وہ ان کے قریب بیٹھ گئی۔
"مما دیکھیں، یہ کتنا روئی ہے۔ آنکھیں
دیکھیں اس کی۔" قاسم نے ماں کے قریب پہنچتے
ہوئے اس کی سوجی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔
کلثوم نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جو پلکیں
تیزی سے جھپکاتے ہوئے آنسو روک رہی تھی۔ کلثوم
نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔
"بیٹا! طالب نے جو بات کی ہے اس کے لیے
ہم سب نے اسے بہت ڈانٹا ہے وہ شرمندہ ہے بیٹا،
وہ دل کا برا نہیں، پتا نہیں وہ ایسے کیوں بولا، بہر حال
آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ اس
کے دونوں ہاتھ ہونٹوں سے لگائے تو اس نے چونک
کر انہیں دیکھا اور آنسو تیزی سے اس کے گالوں پر
پھیلے تھے انہوں نے اس کا سر سینے سے لگایا اور آہستہ
آہستہ اس کا سر تھپتھپانے لگیں تو اس کے رونے میں
روانی آ گئی تھی۔
"بیٹا تم تو اتنی بہادر بچی ہو مجھے اندازہ ہے
تمہارا دل دکھا ہے ہم نے ڈانٹ دیا ہے اسے اب تم
ایسے روؤ گی تو میں ابھی اسے بلا کر تمہارے سامنے
جوتے لگاؤں گی۔" اب اس کا رونا سسکیوں میں
بدلنے لگا تھا۔
"قاسم! جاؤ طالب کو بلا کر لاؤ۔" اسے چپ نہ
ہوتا دیکھ کر انہوں نے غصے سے کہا اور قاسم چھلانگ لگا
کر اٹھا تو اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔
"نہیں پلیز میں چپ ہوں۔" اس نے تیزی
سے آنسو صاف کیے تو قاسم اور کلثوم بے ساختہ
مسکرائے تھے۔
"آج جس طرح سے تم نے میرا خیال رکھا میرا
سر دبایا، میرے لیے اپنے ہاتھ سے کھانا بنایا اور مجھے
بچوں کی طرح کھلایا اور جب تک میں لیٹی رہی تم

میرے پاس بیٹھی رہیں مجھے لگا میری بیٹی میرے پاس موجود ہے۔" وہ خوش ہو کر قاسم کو بتا رہی تھیں جبکہ وہ شرمندہ ہو رہی تھی۔ وہ اس سے زیادہ فوزیہ اور فوزیہ کی بیٹیوں کے لیے کرتی تھی لیکن کبھی کسی نے شکریہ کا ایک لفظ نہیں کہا تھا۔

"مجھے تو آج لگ رہا تھا کہ مجھے ہمیشہ بیٹی کی کمی محسوس ہوتی تھی، وہ آج پوری ہو گئی۔"

ان کے کہتے ہی خود پر اس کا کنٹرول ختم ہوا تھا وہ ان کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی تھی۔

کلثوم نے بھی آب دیدہ ہو کر اسے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا تھا۔ جبکہ دودھ گرم کر کے لے کر آتی ثمین سب کچھ دروازے پر رک گئی تھی۔ اسے ایک دم پیا بہت بری لگنے لگی تھی۔ اسے اُمّی کی باتیں ٹھیک لگ رہی تھیں جبکہ طالب بھی پیا کے ساتھ اچھے سلوک کے لیے حق بجانب لگ رہا تھا۔ وہ اپنے تاثرات نارمل کرتی اندر داخل ہوئی۔

"یہ دیکھو میری دوسری بیٹی بھی آ گئی۔" کلثوم اسے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔

"آپ کی بیٹی صرف میں ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا لیکن اس کے لہجے میں ناراضی سب کو صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"ہاں تم ہی میری بیٹی ہو۔" کلثوم نے اس کی ناراضی محسوس کر کے بات بدل دی۔

"قاسم پیا کو باہر لے جاؤ تھوڑا موڈ بدل جاتا ہے۔"

"نہیں آنٹی! میں ٹھیک ہوں۔" وہ گھبرا کر بولی۔ اکیلے قاسم کی ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔

"مجھے پتا ہے تم ٹھیک ہو لیکن باہر کا چکر لگاؤ۔ دو ماہ سے گھر میں ہی بند ہو۔"

"چلو پیا! مزہ آئے گا۔ آئس کریم کھلاؤں گا۔" قاسم نے اسے لالچ دیتے ہوئے کہا تو اس نے ثمین کی طرف دیکھا۔

"ثمین تم بھی چلو۔"

"نہیں تم جاؤ میں چھوٹی مما کے پاس رکوں گی چھوٹی مما میں آپ کے پاس سو جاؤں۔" اس نے نخوت سے کہہ کر کلثوم سے پوچھا۔

"بیٹا میں ٹھیک ہوں۔ تم کیوں اپنی نیند خراب کرو گی۔"

"نہیں ہوگی خراب۔" وہ کہہ کر بیڈ پر چڑھ گئی۔ مطلب وہ ان کے ساتھ سوئے گی۔

"چلو تم تو اٹھو۔" قاسم نے اسے بیٹھے دیکھ کر کہا۔

"جاؤ بیٹا!" کلثوم کے کہنے پر اسے مجبوراً اٹھنا پڑا تھا۔ جبکہ ثمین ان کے جاتے ہی کلثوم سے باتیں کرنے لگی۔ دھیان بار بار گھڑی کی طرف جا رہا تھا۔ اسے پتا تھا رات کو حذیفہ اپنی ماں کو ضرور فون کرتا ہے اور اس کی یہاں موجودگی کا مطلب ہی یہی تھا کہ حذیفہ کو پتا چلے کہ وہ اس کی ماں کے ساتھ ہے۔

☆☆☆

آج سنڈے تھا سو سب آج لیٹ اٹھے تھے۔ سو ناشتا بھی لیٹ ہو رہا تھا۔ وہ ڈائننگ روم میں آیا تو زبردست خوشبو اس کی ناک سے ٹکرائی تو ایک دم اس کی بھوک چمک اٹھی۔

"واہ آج تو کمال ہو گیا۔" اس نے خوش گوار حیرت سے ٹیبل پر رکھے پراٹھے کو دیکھا جو قاسم کے آگے رکھا تھا اس نے جھک کر ایک نوالہ توڑ کر منہ میں رکھا۔

"زبردست۔" پتا نہیں کتنے سالوں بعد وہ آلو کا پراٹھا کھا رہا تھا۔ وہ کرسی گھسیٹ کر قاسم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور بڑی رغبت سے کھانے لگا۔

"یہ ثمین اتنی اچھی کب سے ہو گئی کہ اتنے اہتمام کے ساتھ ناشتا بنائے وہ تو جلے ہوئے توس اور کالی چائے بنا کر ہم پر احسان کرتی ہے۔"

طالب نے کھاتے ہوئے مذاق کیا تھا۔ تب ہی انابیہ پراٹھے والی پلیٹ لے آئی اور طالب پر نظر پڑتے ہی بڑے بے ساختہ انداز میں رکی۔

"لاؤ یار۔" قاسم کے کہنے پر اس نے پراٹھا اس کی پلیٹ میں رکھا۔

CamScanner

"بھائی! کتنی اتنی اچھی اب بھی نہیں ہوئی۔ یہ بیا نے بنایا ہے۔"

قاسم کے کہنے پر منہ کی طرف جاتا طالب کا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔ نوالہ اس نے واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔ قاسم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا۔ طالب نے غصے سے لُبنیٰ کو آواز دی۔

"جی بھائی!" وہ تیزی سے باہر آئی۔

"میرے لیے ناشتہ لے کر آؤ۔"

"یہ اٹھا لے آؤں بھائی!" طالب نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔

"آملیٹ اور کافی کا ایک کپ اور تم بناؤ۔"

آخر میں اس نے تم پر زور دے کر کہا تو لُبنیٰ کے مڑتے ہی وہ بھی شرمندہ ہو کر واپس کچن میں آ گئی۔ قاسم خاموشی سے اپنا ناشتہ کرنے لگا۔

☆☆☆

وہ کپڑے تبدیل کر کے آیا تو لاؤنج میں نگین، رخسانہ اور شمسہ بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ اس نے بیٹھتے ہوئے اردگرد نظریں گھمائیں۔

"قاسم کہاں ہے؟"

"وہ پچھلے لان میں ہے۔"

"کیوں۔" وہ حیران ہوا۔

"بیا کے ساتھ کچھ بنا رہا ہے۔" شمسہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"آپ لوگوں نے کیا نگین اس لڑکی کے نام کر دیا ہے۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔

"لُبنیٰ اور سکینہ اماں کس لیے ہیں۔ اور قاسم اسے کیا باورچی بنانا ہے جو ہر وقت کچن میں گھسا رہتا ہے۔" شمسہ اور رخسانہ نے حیرت سے اس کا غصہ دیکھا۔

"سارا کام لُبنیٰ اور سکینہ ہی کرتی ہیں۔ بیا بس شوق سے کچھ بنا لیتی ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس کا ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔"

"لیکن مجھے بالکل پسند نہیں وہ لڑکی ہر جگہ گھومتی رہتی ہے آپ لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آ رہا وہ ہر چیز میں گھس کر کیا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"طالب تم پھر شروع ہو گئے۔" شمسہ نے افسوس سے اسے دیکھا تو وہ ضبط کے مارے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ تب ہی لُبنیٰ چائے لے کر اندر آئی کپ ٹیبل پر رکھ کر وہ مڑنے لگی تھی جب رخسانہ نے اسے پکارا۔

"لُبنیٰ حذیفہ اگر اٹھ گیا ہے تو اسے کہو چائے تیار ہے۔"

"آنٹی حذیفہ بھائی تو کب کے اٹھ گئے ہیں۔ وہ پچھلے لان میں قاسم بھائی اور بیا باجی کے ساتھ ہیں۔"

شمسہ اور رخسانہ نے سر ہلا کر کپ اٹھا لیا لیکن نگین اور طالب کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ نگین کچھ دیر تو ضبط کر کے بیٹھی رہی پھر کپ رکھنے کے بجائے اٹھ کر کچن کی طرف چل دی۔

"جالی والا دروازہ کھول کر وہ باہر آئی تو وہ تینوں کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ جبکہ سامنے باربی کیو کا اہتمام تھا۔ انابیہ گوشت کو مسالا لگا رہی تھی۔ قاسم اسے سیخوں میں پرو رہا تھا جبکہ حذیفہ انہیں کوئلوں پر بھون رہا تھا اور کچھ فاصلے پر کلثوم بیگم بھی ان کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔ کیسیٹ بیٹی سیکنی والی فیلنگ آ رہی تھی۔ جس نے نگین کی آنکھوں میں مرچیں بھر دی تھیں۔"

اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا اور سب کے دیکھتے ہی اس نے بمشکل سنبھلتے ہوئے چہرے پر نقلی مسکراہٹ سجا لی۔

"آپ لوگ خود ہی اکیلے انجوائے کر رہے ہیں مجھے بھی بلا لیتے۔" وہ حذیفہ کے قریب کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

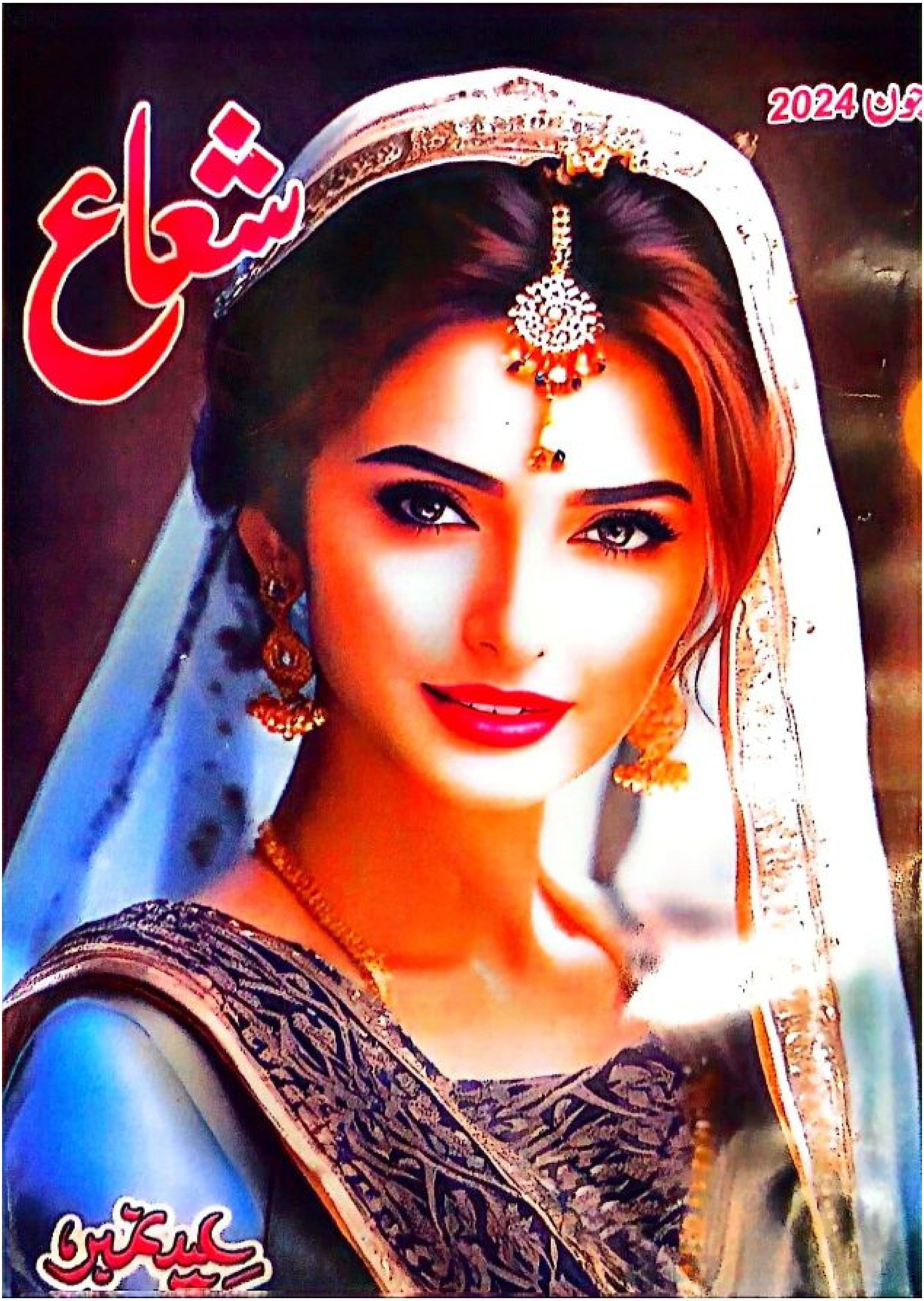

CamScanner

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

شعاع

واٹس اپ
03172266944

بانی — محمود ریاض
مدیرِ اعلیٰ — آمنہ ریاض
مدیرہ — رضیہ جمیل
مدیرِ خصوصی — امت الصبور
فنانشل ڈائریکٹر — شاہین رشید
قانونی مشیر — نور الدین سرکی اینڈ کمپنی
ایڈووکیٹس اینڈ لیگل ایڈوائزرز

جون 2024
جلد 37 شمارہ 10
قیمت 150 روپے

پہلی شعاع — مدیرہ — 6
حمد — سلیم کوثر — 7
نعت — مولانا الطاف حسین حالی — 7
نبی ﷺ کی باتیں — ادارہ — 8

انٹرویو

عید قرباں کی رونقیں — ادارہ — 16
جب تجھ سے ناتا — سحر مومن — 13

مکمل ناول

ماء الملوک — نگہت سیما — 172
دستورِ وفا — مریم عزیز — 96
دو کنارے — فلک تنویر — 123

عید سعید — ام اقصیٰ — 54

والعصر — امت العزیز شہزاد — 34

افسانے

دلِ راہبر دلِ راہزن — قانتہ رابعہ — 50
آج چاند رات ہے — حمیرا شفیع — 88
بارش، بجلی اور بقر عید — عینا عمر خان — 92
دم ساز — عنبر یحییٰ ابدال — 119
خوشبو بکتی ہے — لبنیٰ آصف — 170

انتباہ: ماہنامہ شعاع ڈائجسٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول، یا سلسلے کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر یا کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔

NOVELS KA JAHAN

CamScanner

مریم عزیز

دستورِ وفا

چوتھی قسط

NOVELS JAHAN

"کچن کے نام سے ہی تمہارے منہ کے جو زاویے بنتے ہیں۔ اسے دیکھنے سے بہتر تھا۔ تمہیں نہ بلایا جائے۔" جواب قاسم کی طرف سے آیا تو بیا سر جھکا کر مسکرا دی۔ نگین نے غصے سے اسے دیکھا۔

"میں جو ہوں وہی ہوں اچھا بننے کے لیے ڈرامے نہیں کرتی۔"

"یہاں ڈرامے کون کر رہا ہے؟" حذیفہ نے چونک کر اسے دیکھا تو اس نے بڑی مشکل سے خود کو بیا کو دیکھنے سے روکا تھا۔

"اس کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے قاسم کی طرف اشارہ کیا۔

"میں تو اللہ کی بڑی ڈرامے باز نہیں اور نہ ہی کام چور ہوں تمہاری طرح، بیا بھی تو تمہارے جیسی ہے پر اسے دیکھو سب کام آتے ہیں۔" قاسم نے اسے چڑایا تھا۔

"تم بیا کے ساتھ میرا مقابلہ کر رہے ہو۔" اب کے وہ طیش کے عالم میں بولی۔

"تمہارا کیا مقابلہ بیا کے ساتھ۔" وہ اب بھی اسے چڑا رہا تھا۔

"میں یونیورسٹی جاتی ہوں اور دوسرا ہمارے گھر ایک نہیں دو میڈ ہیں تو مجھے کیا ضرورت ہے مڈل کلاس لڑکیوں کی طرح کوکنگ سیکھ کر لوگوں کو امپریس کرنے کی۔" اس کے لہجے میں انابیہ کے لیے حقارت تھی جسے محسوس کر کے وہ تینوں تھم سے گئے تھے۔

"اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" حذیفہ بہت سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک پل کے لیے نگین گھبرا کر رہ گئی۔

"وہ ایک بات کر رہی ہے حذیفہ۔" بات بگڑتی دیکھ کر کلثوم کو بولنا پڑا تھا۔

"مجھے تو بات نہیں گلی طرح لگ رہا ہے۔" وہ اب بھی اسی سنجیدگی سے نگین کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یوں ناراضی اور غصے سے اپنی طرف دیکھتا پا کر نگین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ اسے روتا دیکھ انابیہ پریشان ہوئی تھی۔ جبکہ قاسم بھی گھبرا گیا تھا اگر یہاں طالب آ جاتا اور نگین کو روتا دیکھ لیتا تو سب کی شامت آ جاتی۔

"ارے لڑکی! پہلے خود بات کرتی ہو اور پھر خود ہی رونے لگتی ہو۔" قاسم نے جلدی سے اسے بازو کے حلقے میں لیا۔ لیکن وہ اب بھی نم آنکھوں سے حذیفہ کو دیکھ رہی تھی۔ جو اسے نظر انداز کرتا یخنوں کی طرف متوجہ تھا۔

"نگین ادھر آؤ میری بچی۔" کلثوم کے بلانے پر وہ ان کے پاس جا کر اور زور سے رونے لگی۔ حذیفہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو اس کی ماں سے لپٹی اس کی شکایتیں کر رہی تھی۔

"تم دیکھنا کیسے اس کے کان کھینچتی ہوں۔" انابیہ نے مڑ کر کلثوم کے سینے سے لگی نگین کو دیکھا جو اب بھی حذیفہ کو دیکھ رہی تھی۔ نگین حذیفہ کے لیے کتنی پوزیسو تھی۔ یہ انابیہ کو بہت اچھی طرح محسوس ہو گیا تھا۔ وہ اپنی وجہ سے کسی کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے تھکاوٹ کا بہانہ بنا کر وہاں سے آ گئی۔

پہلے طالب اور اب نگین دونوں ہی اسے دیکھتے ہی ناگواری سے منہ موڑ لیتے۔ طالب تو خیر نگین کیوں

اس طرح بی ہیو کر رہی تھی اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆

وہ نماز پڑھ کر کتنی دیر ویسے ہی جائے نماز پر بیٹھی رہی تبھی دروازے پر ہونے والی دستک پر اس نے چونک کر دیکھا اور جائے نماز تہ کر کے دروازے کی طرف بڑھی دروازے میں کھڑے حذیفہ کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔

"آپ!"

مکمل ناول

NOVELS JAHAN

CamScanner

”کیا اندر آ سکتا ہوں۔“

”جی!“ وہ پیچھے ہٹتے بولی تو وہ اندر آ گیا اور دونوں ہاتھوں میں پکڑے شاپرز اس کی طرف بڑھائے۔

”میں سب کے لیے گفٹس لے کر آیا تھا۔ یہ تمہارے لیے۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں۔“ اس نے جھجک کر کہنے کے ساتھ ہاتھ بھی پیچھے باندھ لیے۔

”پہلی بات کوئی اتنے خلوص سے تحفہ دے تو اسے انکار نہیں کرتے، دوسرا میں صرف تمہارے لیے نہیں سب کے لیے لایا ہوں۔ اس لیے چپ چاپ پکڑو اور بتاؤ میری چوائس کیسی ہے۔“ شاپرز اسے پکڑا کر وہ صوفے پر جا کر بیٹھ گیا تو وہ بھی بیڈ کے کونے پر بیٹھ کر شاپرز میں سے چیزیں نکالنے لگی۔

سویٹر، جوتے، پرفیومز، برانڈڈ بیگ، برانڈڈ واچ وہ نکالتی جا رہی تھی اور ہونٹ چباتی جا رہی تھی۔

”یہ سب بہت زیادہ ہے۔“ چیزوں کو دیکھ کر ان کی قیمت کا اندازہ ہو رہا تھا۔

”تمہیں پسند آیا؟“

”جی سب بہت اچھا ہے لیکن میں یہ نہیں لے سکتی۔“ وہ چیزیں واپس شاپر میں ڈالنے لگی۔

”بیا! بار بار انکار کر کے تم مجھے تکلیف دے رہی ہو۔“

اس کا انداز اتنا سنجیدہ تھا کہ اس نے ایک نظر اسے دیکھ کر شاپرز اپنے پاس رکھ لیے۔

”ممی بتا رہی تھیں۔ تم نے ان کا کتنا خیال رکھا۔ قاسم بھی تمہارے ساتھ کافی گھل مل گیا ہے۔ مجھے اچھا لگا تمہیں گھر والوں کے ساتھ خوش دیکھ کر اور سب گھر والے بھی تم سے خوش ہیں۔“

”میں اگر یہاں خوش ہوں یا ایڈجسٹ کر سکی ہوں تو اس کی وجہ سب گھر والے ہیں۔ وہ سب بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے مجھے کبھی احساس نہیں ہونے دیا کہ میں غیر ہوں اور آنٹی کا خیال رکھنے کی ایک خاص وجہ ہے۔“

اس کے کہنے پر حذیفہ کچھ متجسس ہوا۔

”میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ مجھ سے وابستہ لوگ مجھ سے خوش رہیں۔ میری وجہ سے کسی کو تکلیف نہ ہو لیکن مجھے ہمیشہ تکلیف ہی ملی ہے۔ پہلی بار کسی نے میرے خلوص کا جواب خلوص سے دیا ہے۔ جب آنٹی نے مجھے سینے سے لگا کر میرا ماتھا چوما۔ میں بتا نہیں سکتی۔ مجھے کیسا محسوس ہوا۔ ایسا لگا سارے درد ختم ہو گئے ہوں۔“ وہ بتاتے ہوئے رو پڑی تھی۔

”اتنا سکون شاید ماں کی آغوش میں ملتا ہے جو مجھے کبھی میری سگی ماں سے نہیں ملا۔“

”وہ تمہاری ماں ہی ہیں بیا!“ حذیفہ کی سنجیدہ آواز پر جہاں انابیہ نے چونک کر اسے دیکھا وہیں دروازے کے باہر ان کی باتیں سنتی نگین کو جھٹکا لگا تھا۔

”جیسا تم ان کے بارے میں محسوس کر رہی ہو ویسا ہی وہ تمہارے بارے میں محسوس کر رہی ہیں۔ ابھی بھی میں ان سے بیانامہ سن کر آ رہا ہوں یہ تو تم نے سنا ہو گا۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔“

اب کے اس کا انداز شرارتی تھا تو اس کی شرارت محسوس کر کے وہ مسکرا دی۔

”یہ تمہارا گھر ہے بیا اور یہاں کے لوگ بھی تمہارے اپنے ہیں، کوئی بھی بات تمہارے دل میں ہو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تم بلا جھجک مجھے یا ممی کو بتا سکتی ہو۔“ کہنے کے ساتھ وہ جانے کے لیے کھڑا ہوا۔ تبھی نگین تیزی سے وہاں سے ہٹی۔

”آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔“ وہ جو دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

”آپ کو ان کے بارے میں کچھ پتا چلا؟“ وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلتی اس کے جواب کی منتظر تھی۔ حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

”ان شاء اللہ جلد پتا چل جائے گا تمہیں۔“ کہہ کر وہ رکا نہیں تھا۔

حذیفہ کے جاتے ہی وہ بیڈ پر رکھے شاپرز کی طرف مڑی وہ ہاتھ میں سویٹر لیے مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ تب ہی دھڑ سے دروازہ کھلا تو اس نے گھبرا

کر دروازے کی طرف دیکھا، جہاں تگین خوں خوار تیور لیے اسے گھور رہی تھی۔ اس کے انداز پر وہ مزید گھبرائی تھی۔

"کیا چل رہا ہے تمہارے اور حذیفہ کے بیچ؟" وہ اس کے قریب آ کر شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے سوال پر انابیہ نے تھوک نگلا۔

"کچھ نہیں چل رہا۔" وہ اٹک اٹک کر بولی۔

"کیا ہے یہ سب؟" اس نے شاپرز میں سے چیزیں نکال کر زمین پر پھینکنی شروع کر دیں۔ انابیہ دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ کر بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"کیوں؟ حذیفہ اتنی رات کو تمہارے کمرے میں کیوں آئے، کیوں وہ تمہارے لیے اتنے گفٹس لائے ہیں۔ کون ہو تم ایک ہی بار بتا دو۔" وہ اب سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہی تھی۔

"تگین تم غلط سمجھ رہی ہو میں ان کی کچھ نہیں وہ میرے محسن ہیں میرے لیے بہت قابل احترام ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔" اپنی صفائی دیتے ہوئے رو پڑی تھی۔

"بند کرو اپنی مظلومیت کا ڈرامہ ایسے ہی رو کر مظلوم بن کر تم نے حذیفہ کو بھی پھنسایا ہوگا۔ لیکن ایک بات یاد رکھو حذیفہ میرے ہیں صرف میرے ہیں۔ میں انہیں کسی سے شیئر نہیں کر سکتی، ان کی محبت کیئر اور ہر چیز صرف میری ہے سمجھیں تم، اس سے پہلے میں تمہیں گھر سے نکالوں۔ خود چلی جاؤ۔" وہ اسے انگلی سے متنبہ کرتی پیروں میں پڑی چیزوں کو ٹھوکر مارتی باہر نکل گئی۔ جبکہ انابیہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

☆☆☆

وہ جب گھر میں داخل ہوا تو لاؤنج کی لائٹیں جل رہی تھیں لیکن خاموشی تھی مطلب سب اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ وہ لاؤنج سے سیدھا رخسانہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔ آہستہ سے دروازہ کھولا تو کمرے میں ہلکی روشنی پھیلی تھی اور کمرے میں ان کی بھاری سانسوں کی آواز آ رہی تھی۔ وہ ہلکا سا مسکرا کر باہر نکلا۔

تگین کے کمرے کا دروازہ کھولا تو اس کا بستر خالی دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوا۔ وہ حیران ہوتا آگے بڑھا ابھی اس کی نظر سیڑھیوں کی طرف گئی جہاں سے تگین ہاتھ میں کچھ لیے اوپر جا رہی تھی۔ وہ حیران ہوتا آہستہ قدموں سے اس کے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ لیکن اسے حذیفہ کے کمرے کی طرف جاتا دیکھ اس کے قدم حیرت کے مارے رکے تھے۔ اس کے دیکھتے دیکھتے وہ دستک دے کر اندر داخل ہو گئی تھی۔ دستک پر وہ حیران ہو کر مڑا اور دروازہ کھلنے پر تگین کو دیکھ کر وہ حیران سے زیادہ پریشان ہوا تھا۔

"تگین! اس وقت سب ٹھیک ہے۔" اس نے دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھ کر اسے دیکھا تب ہی اس نے ہاتھوں میں تھامے چیزیں ٹیبل پر رکھ دیں۔

"یہ سب کیا ہے؟" حذیفہ نے سنجیدگی سے ان چیزوں کو دیکھا۔

"آپ کے گفٹس میں واپس کرنے آئی ہوں۔"

"تم ہوش میں تو ہو؟" وہ غصے سے بولا۔

"ہوش میں تو اب آئی ہوں چل کیا رہا ہے آپ کے دماغ میں، کون ہے یہ؟ کیوں لے کر آئے ہیں آپ اسے یہاں؟" وہ غصے سے بولی۔

"تین ماہ بعد تمہیں یاد آ رہا ہے کہ وہ کون ہے اور یہاں کیوں آئی ہے۔"

"کیونکہ اتنے دن سے میں اگنور کر رہی تھی جو جھوٹی کہانی آپ نے گھر میں سنائی۔ اسی پر یقین کر لیا۔"

"تگین! میں اس وقت تھکا ہوا ہوں۔ کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔" وہ بولا۔

"مجھ سے بات کرتے وقت آپ کو تھکن ہو رہی ہے۔ لیکن بیا سے باتیں کرتے ہوئے آپ کی خوش مزاجی دیکھنے لائق ہوتی ہے، اس کی چائے لاجواب اس کی بریانی آوسم، اس کا آملیٹ بہترین، اچانک

آپ کو پڑھی لکھی لڑکیوں سے زیادہ گھریلو لڑکیاں اچھی لگنے لگی ہیں۔ آپ کو پتا ہے آپ کی وجہ سے میں یونیورسٹی گئی، آپ کی خوشی کے لیے اور آج آپ کی خوشی بدل رہی ہے۔ اس لڑکی کے لیے آپ مجھے رلا رہے ہیں۔ اگنور کر رہے ہیں، آپ اتنی رات کو کیوں گئے اس کے کمرے میں، کیوں آپ نے اسے اتنے گفٹس دیے۔ مجھ سے بھی زیادہ۔" وہ اب رو رہی تھی۔

"کیوں آپ نے اس سے کہا کہ یہ اس کا گھر ہے آنٹی اس کی مما ہیں کیا سوچ کر حذیفہ!" وہ اب بری طرح رو رہی تھی۔

"اس کا مطلب ہوا انعم کہہ رہی تھی وہ ٹھیک تھا کہ آپ کا دل اس پر آچکا ہے یا آپ اس سے شادی کر چکے ہیں۔"

"شٹ اپ نگین!" حذیفہ کی بس ہوئی تھی۔

"کب سے سن رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم کچھ بھی بولو۔"

"میں غلط ہوں تو آپ ثابت کریں آپ صحیح ہیں۔"

"مجھے ضرورت نہیں خود کو صحیح ثابت کرنے کی۔"

نگین دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر زور زور سے رونے لگی۔ اسے یوں روتے دیکھ کر حذیفہ نے ہونٹ بھینچ لیے جبکہ کب سے باہر کھڑے طالب نے مٹھیاں بھینچ کر خود کو اندر داخل ہونے سے روکا تھا۔ حذیفہ نے ہونٹ بھینچ لیے وہ کچھ پل اسے دیکھتا رہا پھر چلتا ہوا اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

"نگین!" اس کے پکارنے پر بھی جب وہ یونہی روتی رہی تو اس نے دونوں ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹائے اور ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ "بس اتنا ہی یقین ہے مجھ پر؟" اس کے پوچھنے پر نگین شکایتی انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"بات یقین کی نہیں حذیفہ! بات نظر آنے کی ہے آپ کا اتنا اس کے لیے اتنا کنسرن سب کو نظر آ رہا ہے اس کے آنے کے بعد ہی آپ نے منگنی کے لیے منع کیا۔ اس کے بعد ہی آپ نے مجھے اگنور کرنا شروع کیا اس کی ہر بات آپ کو اچھی لگتی ہے۔" وہ پھر سوں سوں کرنا شروع ہو گئی تھی۔

"باپ رے باپ اتنی شکایتیں۔" اس نے زیر لب مسکراتے شرارت سے اسے دیکھا۔

"میں سیریس ہوں۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"میں بھی تمہارے بارے میں سیریس ہوں۔" اب کے وہ سنجیدگی سے بولا۔ "تم جانتی ہو۔ میں جب کوئی کمٹمنٹ کرتا ہوں تو اس سے پیچھے نہیں ہٹتا، پھر چاہے جو بھی ہو۔ اب چاہے وہ کمٹمنٹ تمہیں لے کر ہو یا پیا کو لے کر ہو۔"

"مطلب؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"پیا کے فادر اس کی ذمہ داری مجھے سونپ کر گئے تھے۔ اس کا خیال رکھنا میری ذمہ داری ہے تو میں پورا کر رہا ہوں۔ لیکن تم سب نے مل کر اسے میرا گناہ بنا دیا ہے، ہم بچپن سے جانتے ہیں۔ ہمارا کیا رشتہ ہے جو رشتہ ہمارے بڑوں نے طے کیا۔ وہ رشتہ صرف کمٹمنٹ نہیں ہے۔ تم صرف میری کمٹمنٹ نہیں بلکہ میری پسند، میری محبت ہو، ہر رشتہ کی ایک حد ہوتی ہے ہر اظہار کا ایک وقت ہوتا ہے، ہم جوائنٹ فیملی میں رہتے ہیں۔ ہر وقت تو میں تمہارا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا محبت کا کھلی اظہار نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے تمہیں نکاح کے بعد رخصتی کا انتظار کرنا ہوگا کیونکہ اگر پہلے میں نے ایسا کیا تو گھر والوں خاص طور پر طالب کے جوتے کھاؤں گا۔"

اس کے کہنے پر نگین نے جھینپ کر چہرہ جھکا لیا۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔" وہ اب قدرے نرم پڑی تھی۔

"مطلب تو وہی تھا۔" وہ شرارت سے بولا۔

"بالکل بھی نہیں تھا، صرف اپنی تسلی کے لیے پوچھا۔"

"پھر ہوئی تسلی۔" وہ اب مطمئن ہو کر کھڑا ہوا

CamScanner

"پتا نہیں میں ابھی ابھی کنفیوزڈ ہوں۔" وہ واقعی متذبذب لگ رہی تھی۔

حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"تمکین بیا آل ریڈی بڑی تکلیفوں سے گزری ہے، اس لیے پلیز اسے مزید تکلیف مت دو، وہ بے ضرر ہے، جیسا تم میرے اور اس کے بارے میں سوچ رہی ہو، ویسا بالکل بھی نہیں بلکہ وہ۔" کہتے کہتے رکا تھا۔ "بلکہ؟" تمکین نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"کیا میں تم سے ایک سیکرٹ شیئر کر سکتا ہوں۔"

"کیا!" تمکین کا دل بڑی تیزی سے دھڑکا تھا۔

"وعدہ کرو کسی کو نہیں بتاؤ گی۔" تمکین ہونٹ چباتی جانچتی نظروں سے حذیفہ کو دیکھنے لگی۔

"وعدہ!" وہ جھجک کر بولی۔ "وہ آل ریڈی نکاح شدہ ہے۔"

"کیا؟" تمکین ایک دم کھڑی ہوئی تھی۔

"ہاں اور وہ اپنے شوہر سے بہت پیار کرتی ہے۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں حذیفہ! سچ میں میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"تم بس زیادہ اپنے دماغ پر زور نہ دو بس تسلی رکھو، وہ میرے پاس امانت ہے۔"

"تو اس کا شوہر کہاں ہے؟"

"وہ اس کی تلاش میں یہاں آئی ہے جب مل جائے گا۔ چلی جائے گی۔ بس اس سے زیادہ میں مزید اور کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ امید ہے تمہاری تسلی ہو گئی ہو گی۔ اور تم بیا سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کرو گی تمہیں اس بارے میں کچھ پتا نہیں۔ ٹھیک ہے؟" اس کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر اس نے دوبارہ دہرایا تو اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"شکر ہے اللہ تیرا...... میرے گھر والے کیا کیا سوچتے ہیں میرے بارے میں۔"

حذیفہ کی دہائی پر تمکین ہنستے ہوئے اپنا سامان اٹھانے لگی۔

"نہیں اب چھوڑ جاؤ۔ لے کر تو ایسے آئی تھیں جیسے ضرورت ہی نہ ہو۔"

حذیفہ کے طنزیہ انداز پر اس نے دانتوں کی بھرپور نمائش کی تھی۔ اس سے پہلے تمکین باہر آتی۔ طالب تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

☆☆☆

وہ ساری رات سو نہیں سکی، رو رو کر آنکھیں سوج چکی تھیں اور سر الگ چکرا رہا تھا۔ اس کے ساتھ باپ بھائی کا سہارا نہیں تھا تو ہر کوئی اس کا نام کسی سے بھی جوڑ کر اسے کٹہرے میں کھڑا کر دیتا تھا اور شوہر کے ہوتے ہوئے بھی وہ بے سہارا تھی۔ کیا فائدہ ایسے نام کا جو تحفظ نہیں دے سکتا۔

اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے گی اس کو لگ رہا تھا۔ اس میں برداشت کی طاقت ختم ہو رہی ہے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن چکراتے سر کے ساتھ دوبارہ بستر پر ڈھے گئی تھی۔

خالی پیٹ اور رونے کی وجہ سے اس کا دل خراب ہو رہا تھا اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ابکائی کو بمشکل روکا تھا۔ پوری ہمت لگا کر وہ باتھ روم تک آئی تھی اور واش بیسن پر جھک گئی۔ بمشکل چہرے پر پانی مار کر اس نے خود کو فریش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن طبیعت مسلسل خراب ہو رہی تھی۔

وہ بڑی مشکل سے بیڈ تک آئی اور پھر اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ اپنے منہ پر ٹھنڈک کا احساس ہونے پر اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر دیکھا منظر دھندلا سا تھا پلکیں جھپکنے پر منظر صاف ہوا تو کلثوم تمکین اور شمسہ کا چہرہ نظر آیا۔ کلثوم اس کے سرہانے بیٹھی اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"کیا ہو گیا بیٹا! اتنی طبیعت کیسے خراب ہو گئی۔" شمسہ کے پوچھنے پر وہ نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"اتنا تیز بخار ہے ہم اندر آئے تو تم بے ہوش تھیں۔" ابابیہ کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا سر میں بہت درد تھا اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کلثوم نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا جو بہت گرم تھا۔

CamScanner

”تمکین! قاسم کو فون کیا۔“

”اس کا فون نہیں لگ رہا۔“ تمکین انابیہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

”کہاں گیا ہے؟“ شمسہ نے جھنجھلا کر پوچھا۔

مما کے ساتھ مارکیٹ تک گیا ہے۔

”تو حذیفہ کو فون کرنا تھا۔“

”میں نے میسج کر دیا ہے۔“ وہ اب لب کاٹتے پریشانی سے انابیہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ بے حد سرخ تھا۔ تب ہی دروازے پر دستک ہوئی اور اگلے ہی پل حذیفہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔

”کیا ہوا بیا کو؟“ وہ پریشانی سے انابیہ کو دیکھنے لگا اگر کل اس کی حذیفہ سے بات نہ ہوئی ہوتی تو وہ حذیفہ کی اتنی فکر پر مزید شک میں مبتلا ہو جاتی۔ لیکن اس وقت انابیہ کی حالت کی ذمہ دار وہ خود کو سمجھ رہی تھی۔

”تم نے عمیر کو فون کیا؟“ کلثوم نے حذیفہ کو پوچھا جو تشویش سے انابیہ کو دیکھ رہا تھا۔

”کیا تھا لیکن اس وقت وہ بہت بزی تھا۔ اس نے کہا بیا کو ہاسپٹل لے آؤں۔“

”لیکن اس کی حالت زیادہ خراب لگ رہی ہے۔“

”بیا!“ اس نے قریب آ کر اسے آواز دی تو اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

”بیا پلیز اٹھنے کی کوشش کرو۔ ہمیں ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔“ وہ تھوڑا جھک کر بولا تو اس نے بند آنکھوں کے ساتھ سر نفی میں ہلایا۔

”بیٹا ایسے نہیں چلے گا تمہاری طبیعت زیادہ خراب ہے جب تک دوائی نہیں لو گی۔ طبیعت کیسے سنبھلے گی۔“ کلثوم نے پیار سے اس کا گال سہلایا۔

کلثوم اور شمسہ کے سہارے وہ بمشکل چلتی گاڑی تک آئی۔

”آپ رہنے دیں چھوٹی مما! میں ساتھ چلی جاتی ہوں۔“ شمسہ اور کلثوم نے اسے پیچھے سیٹ پر لٹایا اور ساتھ جانا چاہتی تھیں لیکن تمکین کے کہنے پر رک گئیں۔ وہ حذیفہ کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

”رات کو تو بالکل ٹھیک تھی پھر اچانک اتنی طبیعت کیسے خراب ہو گئی۔“

حذیفہ سامنے دیکھتے بولا تو تمکین نے پریشانی سے ہاتھ مسلے۔

”پتا نہیں موسم بھی تو بدل رہا ہے۔ شاید اس لیے۔“ اب کی بار حذیفہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

دروازہ کھلنے پر عمیر نے مسکرا کر حذیفہ کو دیکھا اور اس کے پیچھے تمکین کے ساتھ انابیہ پر نظر پڑتے ہی وہ بے ساختہ کھڑا ہوا اور کرسی دھکیل کر آگے آیا۔ تمکین نے اسے کرسی پر بیٹھا دیا۔

عمیر کرسی گھسیٹ کر انابیہ کے سامنے بیٹھ گیا۔

پھر اس کا بخار اور بی پی چیک کیا تو بخار ایک سو تین تھا اور بی پی انتہائی لو۔

”آپ نے کسی بات کا اسٹریس لیا ہے۔“ وہ بغور انابیہ کو دیکھ رہا تھا جس نے سر نفی میں ہلایا۔

”لیکن آپ کی آنکھوں کو دیکھ کر پتا چلتا ہے۔ آپ روتی رہی ہیں کیونکہ ہائی فیور سے آنکھیں نہیں سوجتیں۔“ وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن نظر میں دلچسپی تھی۔ انابیہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

”بیا کوئی پریشانی ہے؟“ حذیفہ بھی اب پریشان ہوا تھا۔

”نہیں میں ٹھیک ہوں۔“ یوں سب کی نظروں کا مرکز بن کر اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ عمیر نے اس کے چہرے پر پھیلی بے زاری محسوس کی تو سر ہلا کر واپس اپنی سیٹ پر چلا گیا۔

میڈیسن لکھ کر اس نے فون اٹھا کر نرس کو اندر بلایا جب نرس انجکشن لے کر اس کی طرف بڑھی تو اس نے متوحش ہو کر اپنے دوپٹے کو مٹھی میں دبوچا۔ حذیفہ سے بات کرتا عمیر جو کب سے کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جو چھوٹے بچے کی طرح انجکشن کو دیکھ کر ڈر رہی تھی

”مجھے یہ نہیں لینا۔“ اس نے پاس کھڑی تمکین

سے کہا۔ تو اس نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"یہ ضروری ہے فیور کم کرنے کے لیے۔" نرس بھی اس کا ڈر دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"نہیں، مجھے فیور زیادہ نہیں، آپ مجھے میڈیسن دے دیں میں وہ کھالوں گی۔" وہ اب بھی سہمی نظروں سے انجکشن کو دیکھ رہی تھی۔

نرس نے مسکراہٹ دبائے ڈاکٹر عمیر کی طرف دیکھا جو بہت دلچسپی سے اس کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو انابیہ بھی بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

"بیا کیا ہو گیا یار!" نگین کو اس کی حرکتیں دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔

"میں جا رہی ہوں۔" وہ دو قدم چلی جب سر گھوما تو اس نے بے ساختہ سہارے کے لیے کچھ تھامنا چاہا حذیفہ جلدی سے اس کے قریب آیا اور اسے بازو سے تھاما۔

"بیا بیٹھ جاؤ آرام سے۔" اس نے اسے پکڑ کر کرسی پر بٹھایا۔ عمیر نے اشارے سے نرس کو انجکشن لگانے کا اشارہ کیا۔

"بیا! حذیفہ نے تنبیہی انداز میں اس کا نام لیا۔ تو وہ منہ بسور کر رہ گئی۔ عمیر نے اس کی اس ادا پر گہرا سانس لیا۔ نرس کے قریب آنے پر اس نے زور سے آنکھیں اور ہونٹ بھینچ لیے۔

اگلے پل نرس کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور حیرت سے نرس کو دیکھا تو وہ مسکرا رہی تھی۔ اس نے باری باری سب پر نظر ڈالی سب کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھ کر اپنی بچکانہ حرکت پر شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

حذیفہ پارکنگ سے کار لینے گیا تھا۔ جبکہ نگین ہاسپٹل کی فارمیسی سے اس کی دوائی لینے گئی تھی اور وہ گیٹ کے قریب رکھے بینچ پر بیٹھی ان کا انتظار کر رہی تھی جب اپنے قریب کسی کی موجودگی محسوس کر کے اس نے سر اٹھایا اور ڈاکٹر عمیر کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔

"آپ سے مل کر بہت اچھا لگا بیا! اتنا اچھا کہ میں بار بار آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس کی بات اتنی غیر متوقع اور حیران کن تھی کہ وہ کتنی دیر تک حیرت سے اسے دیکھتی رہی جب نگین کی آواز پر وہ دونوں چونکے۔

"عمیر بھائی! خیریت آپ یہاں کچھ ہوا ہے؟"

"خیریت ہے۔ وہ میں بیا سے کہنے آیا تھا کہ اسٹریس بالکل نہیں لینا کیونکہ اس سے فیور کم نہیں ہوگا اور اگر فیور کم نہیں ہوا تو دوبارہ انجکشن لگے گا۔" اس کی آواز میں شرارت محسوس کر کے نگین ہنس پڑی تھی جبکہ وہ مسکرا بھی نہیں سکی۔ عمیر نے ایک نظر اس کے جھکے سر کو دیکھا اور نگین کو بائے کہہ کے مڑ گیا۔ اس کے جاتے ہی نگین اس کے قریب بینچ پر بیٹھ گئی۔

"بیا آئی ایم سو سوری مجھے پتا ہی نہیں چلا۔ میں نے کل کیا کیا بکواس کر دی سچ میں، میں بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ تم میری وجہ سے روئی ہو نا۔ میں نے تمہیں ہرٹ کیا ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو سر جھکائے انابیہ ہونٹ کاٹنے لگی۔

"پلیز بیا! مجھے معاف کر دو آئندہ ایسا نہیں ہوگا آئی پرامس۔ پلیز میری طرف دیکھو۔" نگین نے کہنے کے ساتھ اس کا چہرہ اپنی طرف گھمایا۔ دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔

"نگین پلیز، مجھے غلط مت سمجھو، حذیفہ میرے لیے بہت قابل عزت ہیں۔ میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں، میں نے زندگی میں پہلی بار اتنے رشتے دیکھے ہیں۔ پہلی بار مجھے عزت کے ساتھ پیار مل رہا ہے پلیز میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھ پر ایسے الزام لگا کر مجھے میری نظروں میں مت گراؤ۔" وہ اس کے ہاتھ تھامے رو پڑی تھی۔

"پلیز بیا! میں پہلے ہی بہت شرمندہ ہوں مجھے اور شرمندہ نہ کرو، معاف کر دو آئندہ نہیں ہوگا۔" وہ اس کے گلے لگ گئی تھی۔

NOVELS KI JAHAN

CamScanner

ہارن کی آواز پر دونوں نے چونک کر گلاس ڈور کی طرف دیکھا، حذیفہ کی گاڑی تھی۔ "حذیفہ ضرور وجہ پوچھیں گے تمہارے رونے کی پلیز میرا نام مت لینا۔" اس کے ملتجی انداز پر وہ چادر اپنے گرد صحیح کرتے کار کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

طالب کل سے بری طرح الجھا ہوا تھا۔ حذیفہ کی باتوں نے اسے بری طرح الجھا دیا تھا نہ وہ رات کو سو سکا تھا اور نہ صبح آفس میں کسی کام پر ٹھیک طرح سے توجہ دے سکا تھا۔

حذیفہ سے پوچھنے کا فائدہ نہیں تھا اگر اس نے بتانا ہی ہوتا تو چھپاتا کیوں لیکن ایسی کون سی بات تھی جو وہ یوں خفیہ رکھ رہا تھا۔

وہ بے چینی سے سارے کمرے میں چکر لگاتا پھر رہا تھا۔ لیکن پھر اس کے قدم رکے تھے اور دماغ میں جیسے جھماکا سا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا اس کا رخ انابیہ کے کمرے کی طرف تھا۔

دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے ارد گرد نظریں گھما کر تسلی کی، اگلے ہی پل اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ لاک کر دیا تھا۔ اب وہ تیزی سے الماری کھولے کسی خاص چیز کی تلاش میں تھا جو اس راز سے پردہ اٹھائے لیکن اس کی نظر میں ایسی کوئی چیز نہیں آ رہی تھی، کچھ کپڑے اور جوتے بس، وہ پریشانی سے اپنی کنپٹی مسلنے لگا۔

تب ہی اس کی نظر الماری کے نچلے حصے پر پڑی جہاں چھوٹا سا بیگ رکھا تھا۔ اس نے بیگ باہر نکالا اس میں چیزوں کی موجودگی محسوس کر کے اس نے بیڈ پر رکھ کر تیزی سے کھولا اس میں کچھ زیورات کے ڈبے تھے اور اس سے نیچے پلاسٹک کی فائل میں کچھ پیپرز تھے۔

اس نے فائل کھولی تو کچھ تصویریں نیچے گری تھیں۔ اس نے انہیں اگنور کر کے ان کاغذات پر نظر ڈالی وہ اس کے اکیڈمک ریکارڈز تھے اور ایک کاغذ فولڈ تھا۔ اس نے احتیاط سے کاغذ کھولا اور اس کو پڑھتے ہی فائل اس کے ہاتھ سے چھوٹی تھی اسے لگا اس سے غلطی ہوئی ہے پڑھنے میں، اس نے دوبارہ پوری آنکھیں کھول کر انہیں بند کیا اور پھر دوبارہ کھولا لیکن تحریر وہی تھی۔ وہ کتنی دیر تک ساکت نظروں سے دیکھتا رہا پھر اس نے جھک کر ان تصویروں کو اٹھایا اور ہر تصویر کے ساتھ اس کے تاثرات مزید سنجیدہ ہوتے جا رہے تھے۔ وہ اب جبڑے بھینچے ساری چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے ساری چیزیں بیڈ پر پھینک کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اتنا بڑا دھوکا حذیفہ! کیا کرنا چاہ رہے ہو۔" اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر گرا لیا۔

عفت گل کی بیٹی تھی وہ عفت گل جو بہت حسین تھی لیکن اسے دولت کی چاہ تھی۔ مختلف امیر لوگوں سے اس کی دوستی تھی۔ ان ہی دنوں اس کی ملاقات ارباز جیلانی سے ہوئی وہ بہت بڑے بزنس مین اور پہلے سے شادی شدہ دو بچوں کے باپ تھے۔ وہ اور عفت گل خفیہ شادی کر لیتے ہیں ارباز جیلانی یہ بات اپنے گھر والوں سے چھپا لیتے ہیں کچھ عرصہ تو عفت گل ارباز کے ساتھ خوش رہتی ہے پھر اس کی پابندیوں بھری زندگی سے اکتا جاتی ہے۔

ارباز جیلانی کاروبار کے سلسلے میں ملک سے باہر جاتے ہیں وہ پڑوسی فہیم سے راہ و رسم بڑھا لیتی ہے۔ وہ شوبز کا بندہ تھا اسے فلم کا لالچ دیتا ہے وہ اس کے ساتھ فرار ہو جاتی ہے۔ وہاں جا کر اسے پتا چلتا ہے کہ وہ پریگنیٹ ہے وہ ارباز سے طلاق کا کہہ چکی تھی۔ فہیم کو پتا چلتا ہے تو وہ اسے اپنانے سے انکار کر دیتا ہے۔ وہ دنیا کی ٹھوکروں میں آ جاتی ہے ہر کوئی اس کے حسن سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔

عفت گل کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوتی ہے وہ عفت کی طرح حسین ہوتی ہے وہ بیٹی کو لے کر ارباز کے گھر جاتی ہے ان کی بیوی اور بھاوج اسے ذلیل کر کے نکال دیتی ہیں اور اس کی بیٹی انابیہ گل کو ناجائز

کہتی ہیں۔ وہ اسلام آباد اپنے ابا کے کزن کے گھر آجاتی ہے۔ ان کی بہو اس کے کردار کے بارے میں سب محلے میں مشہور کردیتی ہے، عفت گل کو کینسر ہوجاتا ہے وہ ارباز کے پاس اپنی بیٹی کو لے کر آتی ہے ارباز کے بڑے بھائی اپنے بیٹے کا نکاح ارباز کی بیٹی انابیہ سے کردیتے ہیں اور عفت سے وعدہ کرتے ہیں وہ رسم ورواج کے مطابق اپنی بہو کو بیاہ کرلے جائیں گے۔ تہمیر ماں اور چچی کو نکاح کے بارے میں بتاتا ہے گھر میں ہنگامہ کھڑا ہوجاتا ہے۔

عفت گل انابیہ کو تلقین کرتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی وفادار رہے گی۔ اور ہمیشہ اس کا انتظار کرے گی۔

کینسر کی وجہ سے عفت گل مرجاتی ہے اور انابیہ کو سعید صاحب کو سونپ جاتی ہے اس وعدے کے ساتھ کہ وہ اسے اس کے لواحقین تک پہنچادیں گے۔

"تم دیکھو، اب میں کیا کرتا ہوں تم خود سب بھگو گے وہ بھی پورے گھر کے سامنے۔" وہ چہرے پر غصہ لیے دانت پیس کر بولا۔

☆☆☆

انابیہ نے بے چارگی سے ان دونوں کو دیکھا جو پاگلوں کی طرح لڑ رہے تھے۔ تبھی رخسانہ اندر آئیں۔

"حد ہوتی ہے بچپنے کی کتنا شور مچا رکھا ہے، لڈو کھیل رہے ہو یا اکھاڑے میں کبڈی لڑ رہے ہو۔"

ان کے کہنے پر وہ دونوں دانت نکالنے لگے تھے۔ "اور شمسہ تم بجائے انہیں روکنے کے ان کے ساتھ لگی ہو۔" رخسانہ نے لگے ہاتھوں صوفے پر انجوائے کرتی نند کو بھی لپیٹ میں لیا۔

"کیا ہوگیا بھابھی! بچے کھیل ہی تو رہے ہیں آپ کس بات کا غصہ کہاں نکال رہی ہیں۔"

"غصہ نہ کروں تو کیا کروں تین دن سے طالب کا کچھ پتا نہیں اور یہ بے فکر ہوکر اپنی دنیا میں مگن ہیں۔"

"بڑی مما! بھائی بچے تھوڑی ہیں۔ چھ فٹ کے ہٹے کٹے جوان ہیں چار پانچ کو ویسے ہی وہ اکیلے مار سکتے ہیں۔"

"فضول مت بولو قاسم۔" کب سے تسبیح پڑھتی کلثوم کو بولنا پڑا تھا۔

"رخسانہ بھابھی پریشان مت ہوں اللہ تعالیٰ کرم کریں گے۔"

"ہوں۔" وہ ہنکارا بھر کر رہ گئیں۔

"بات سنو رونڈو! اب اگر تم نے گیم خراب کرنے کی کوشش بھی کی نا تو مجھ سے جوتیاں کھاؤ گے۔" تمکین نے انگلی اٹھا کر قاسم کو دھمکایا تو اس نے ہاتھ ہلا کر دیکھا جائے گا والا اشارہ کیا۔

باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی اور تھوڑی دیر بعد طالب اندر آیا تو سب کی نظریں اس کی طرف گھومی جس کے ہاتھ میں ٹریولنگ بیگ تھا۔ رخسانہ بے اختیار اٹھی تھیں۔

"غیر ذمہ داری کی حد ہوتی ہے طالب! بتا کر نہیں جاسکتے تھے۔"

"مما میں بچہ نہیں ہوں ضروری میٹنگ تھی۔ اس کے لیے جانا پڑا۔ قاسم کو پتا تھا۔"

اس کے کہنے کی دیر تھی سب کی نظریں اس کی طرف گھومی تھیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد شمسہ کی جوتی اس کی پیٹھ سینک گئی تھی۔

"او پھوپھو! بھائی اب مجھے پھنسا رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا تھا۔"

اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتا طالب پر نظر پڑتے ہی چپ کر گیا اور منہ بنا کر کھیل کی طرف متوجہ ہوگیا۔ وہ دونوں اب بھی چیٹنگ کر رہے تھے لیکن چھپ چھپا کر، تمکین کے گوٹی کھسکانے پر بیا کی ہنسی نکل گئی تھی۔ تمکین کے گھورنے پر بمشکل اس نے اپنی ہنسی کنٹرول کی لیکن تب تک قاسم کو پتا چل گیا تھا۔ اور پھر دونوں بچوں کی طرح شروع ہوگئے تھے۔ ان کو دیکھتے ہوئے غیر ارادی نظر پیچھے صوفے پر گئی جہاں طالب بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا اس نے گھبرا کر نظریں جھکالیں۔

اس کی مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی۔ وہ اپنی پوری

CamScanner

توجہ کھیل پر لگا رہی تھی لیکن توجہ منتشر ہو گئی تھی۔ اس لیے دو گوٹیاں اس کی غلط چال کی وجہ سے اپنے گھر جا چکی تھیں۔ ہار کا مطلب تھا ان دونوں کی الٹی سیدھی شرطیں ماننا، اس نے برا سا منہ بنایا۔ وہ دونوں اس کا مذاق اڑا رہے تھے اور بالکل غیر ارادی نظر اس کی صوفے کی طرف اٹھی تھی۔ وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا۔

انابیہ کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی تھی۔ ڈر کے مارے وہ ایک دم اٹھ گئی۔

"چیٹنگ تم ایسے نہیں جا سکتیں۔" تگین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بٹھا لیا تھا۔ وہ اب کھیلتے ہوئے روہانسی ہو رہی تھی۔

پتا نہیں سامنے بیٹھا شخص اٹھ کیوں نہیں رہا تھا۔ وہ تو وہاں بیٹھتا ہی نہیں تھا جہاں وہ ہوتی تھی وہ تو اس کی طرف دیکھتا ہی نہیں تھا اور اب وہ اس پر سے نظر ہٹا نہیں رہا تھا۔ ابھی بھی وہ خود پر اس کی نظریں محسوس کر رہی تھی۔ اس نے ہونٹ چباتے ہوئے سر پر لیا دوپٹہ مزید ماتھے تک سرکایا۔

وہ ہار گئی تھی اور پہلی بار اس نے اپنے ہارنے پر شکر کیا تھا۔ وہ پانی پینے کے بہانے تیزی سے اٹھی اور کچن میں آتے اس نے ایک سانس میں پورا گلاس خالی کر دیا تھا۔ کتنی دیر وہ وہی کھڑی خود کو نارمل کرتی رہی۔ وہ کچن سے نکلی تو وہ ابھی تک لاؤنج میں بیٹھا تھا اور اب تو حذیفہ بھی آ چکا تھا وہ لاؤنج میں جانے کی بجائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

وہ جوگنگ کر کے واپس آیا تو حذیفہ پہلے سے لان میں موجود تھا۔ شاید وہ ابھی واک کر کے آیا تھا وہ اسے نظر انداز کرتا اندر کی طرف بڑھنے لگا جب حذیفہ نے اسے آواز دی تو وہ رک گیا اور گہرا سانس لے کر اس کی طرف مڑا۔

"آپ کیا مجھ سے ناراض ہیں؟" اس کے بیٹھتے ہی اس نے سوال کیا، طالب نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں کیوں لگا میں ناراض ہوں۔"

"آپ نے مجھے کہا اس میٹنگ میں جانے کے لیے اور پھر مجھے کچھ کہے اور بتائے بغیر آپ خود چلے گئے اسے میں کیا سمجھوں۔" طالب طنزیہ مسکرایا۔

"تم تو ایسے بات کر رہے ہو جیسے تم سب مجھے بتا کر میری مرضی کے مطابق کرتے ہو۔"

"ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ کچھ حیران ہوا۔

"بڑے ہو گئے ہو حذیفہ! لیکن ابھی بھی تم مجھ سے چھوٹے ہو۔"

"بھائی! کیا ہو گیا ہے میری کون سی بات آپ کو بری لگی ہے۔" اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ طالب کو اس کی کسی بات کو لے کر غصہ ہے۔

"کچھ نہیں۔" اس نے سر جھٹکا۔ "کوئی ارادہ ہے تگین سے شادی کا یا میں اس کے لیے کچھ اور سوچوں۔"

"مطلب؟" حذیفہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"میں تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہتا، تگین کے لیے میں کچھ اور سوچ لوں گا۔"

"بھائی!" وہ جیسے شاک ہوا۔ "آپ ایسے کیسے سوچ سکتے ہیں۔ وہ پسند ہے میری۔"

"اس لیے ہر بار منگنی سے انکار کر دیتے ہو۔"

"میں آپ کی شادی کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ جانتے ہیں پاپا اور ڈیڈی کی یہ خواہش تھی ہماری شادی اکٹھی ہو۔"

"وہ تب کی بات تھی خیر اب تو میں شادی کر رہا ہوں۔"

"آپ خوش ہیں انعم کے ساتھ۔"

"تم جانتے ہوئے حذیفہ میں شادی اپنی خوشی کے لیے نہیں کر رہا مما کی خوشی کے لیے کر رہا ہوں۔"

"اور آپ کی خوشی؟" اب کی بار طالب نہیں بولا۔

"پتا ہے بھائی آپ کو کبھی کسی لڑکی سے محبت

نہیں ہوئی۔ اس لیے آپ کو اس جذبے کا اندازہ نہیں۔" اس کے شرارتی انداز پر طالب کو اپنی ناراضی سائیڈ پر رکھنی پڑی" اور تمہاری خوشی تو مجھے نظر آ رہی ہے۔"

"بالکل محبت اگر بیوی سے ہو تو اس کا الگ مزہ ہے۔"

"اب تو میں نے بھی سوچ لیا ہے۔ محبت تو اپنی بیوی سے ہی کروں گا۔" طالب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"مجھے انتظار رہے گا جب آپ کو محبت ہو گی کیونکہ میں آپ کی محبت کا اظہار دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ کہتا کھڑا ہو گیا۔

"شام کو تیار رہیے گا پارٹی ہے۔" حذیفہ کے کہنے پر اس نے سر ہلایا۔ اس کے مڑتے ہی حذیفہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر مسکرا دیا۔

☆☆☆

"یہ کیا ہے؟" انابیہ نے حیرت سے بیڈ پر پھیلے شفون کے سفید کلیوں والے فراک کو دیکھا۔

"فراک ہے۔" تمکین نے مصروف انداز میں بتایا۔

"لیکن میں اس کا کیا کروں۔" انابیہ نے سوالیہ نظروں سے شیشے میں نظر آتے تمکین کے عکس کو دیکھا۔ جو چہرے پر ماسک لگائے بالوں میں ڈھیر سارا تیل لگائے بھوتنی لگ رہی تھی۔ اب کے تمکین نے مڑ کر اسے دیکھا۔ "کپڑوں کو پہنتے ہیں بیا۔"

"لیکن پہننا کیوں ہے؟" وہ جھنجلا کر بولی۔

"آج نیو ایئر پارٹی ہے جس میں ہمیں بھی شرکت کرنی ہے بلکہ سب سے خوب صورت لگنا ہے۔"

"تمکین! پلیز میں نہیں جا رہی، ایک تو میں کبھی کسی پارٹی میں نہیں گئی۔ دوسرا مجھے زیادہ ہجوم سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔" وہ اجنبی لوگوں کے تصور سے ہی گھبرا گئی تھی۔

"بیا۔" تمکین اپنے ہاتھوں پر لوشن ملتی اس کی طرف بڑھی۔ "تمہارے ساتھ چلنے کے کئی ریزن ہیں ایک تم ہماری فیملی کا حصہ ہو اور یہ پارٹی ہم تھرو کر رہے ہیں جس کا مطلب ہے ہم میزبان ہیں۔ دوسرا پارٹی لیٹ نائٹ تک چلے گی۔ مطلب صبح تک تم کیا ساری رات اکیلے رہو گی۔ امپاسبل مما اور چھوٹی مما کبھی تمہیں اکیلے رہنے نہیں دیں گی۔ تیسرا پہلی بار میرے ساتھ میری کوئی پارٹنر جا رہی ہے تم میری خوشی خراب کرنا چاہتی ہو یا یہ سمجھوں کہ تم نے ابھی تک مجھے معاف نہیں کیا۔" منہ پر ماسک لگائے آنکھیں سیکڑے خود کو گھورتی تمکین کو دیکھ کر اس کی ہنسی نکل گئی تھی۔

"زیادہ دانت نکالنے کی ضرورت نہیں میں کوئی لحاظ کرنے والی نہیں جاؤ اور جا کر جلدی سے تیار ہو جاؤ اتنے پیار سے تمہارے لیے یہ ڈریس خریدا ہے اور یہ میچنگ جیولری اور تمہارا میرا جوتے کا نمبر سیم ہے تو یہ لو۔" اس نے اپنی وارڈ روب سے فینسی سلور ہائی ہیل نکالی۔

"اللہ کا خوف کرو تمکین! اتنی اونچی ہیل میں نے پہلے کبھی نہیں پہنی، میں چلوں گی کیسے۔" وہ اب سینڈل ہاتھ میں پکڑے ہیل کی لمبائی ماپ رہی تھی۔

"تم کون سا اولمپکس میں بھاگنے جا رہی ہو۔ گاڑی سے اتر کر ذرا سا چلنا ہے اور اس کے بعد بیٹھ جانا ہے۔ چلو شاباش جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ٹائم کم ہے۔"

اکیلے رہنے کا خوف اتنا زیادہ تھا کہ وہ چار و نا چار جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

ہاتھ پیچھے لے جا کر اس نے زپ بند کرنی چاہی لیکن وہ جہاں اٹکی تھی۔ وہاں سے ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے روہانسی ہو کر شیشے میں اٹکی زپ کو دیکھا اور اپنے بال پشت پر پھیلا کر دوپٹہ سر پر اٹکایا جو بار بار پھسل رہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ میں جیولری کا پیکٹ تھاما دوسرے سے دوپٹہ پکڑا۔ اس کا رخ تمکین کے کمرے کی طرف تھا اس سے زپ ٹھیک کروا کے وہ بالوں کو چوٹی کی شکل دیتی اور پھر دوپٹہ پن سے سر پر سیٹ کرتی۔ وہ بڑی احتیاط سے ایک

ہاتھ میں جیولری پاؤچ دوسرے سے فراک کو پکڑے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ دوپٹہ سر سے اتر کر اب کندھوں پر جھول رہا تھا۔ اس نے جھنجھلاتے ہوئے دوپٹہ پکڑ کر آخری سیڑھی پر قدم رکھا۔ لیکن پتا نہیں ہائی ہیل میں فراک اٹکی تھی یا دوپٹہ۔ وہ لڑکھڑائی تھی۔ اس سے پہلے وہ سر کے بل سیڑھیوں پر گرتی کسی نے اسے بازو سے تھام کر سنبھالا۔ اس نے بے ساختہ سنبھالنے والے کو تھاما تھا مسحور کن مردانہ پرفیوم کی خوشبو اسے اپنے بہت نزدیک محسوس ہوئی تو اس نے بند آنکھیں کھولیں طالب کو دیکھ کر بے ساختہ اس نے اپنے ہاتھ پیچھے کیے۔

اسے اس کی نفرت یاد آئی کیسے اس کے ٹکرانے پر اس نے اسے دھکا دیا تھا۔ وہ متوحش ہو کر اسے دیکھنے لگی جو پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں نفرت نہیں تھی، کچھ عجیب سا تھا کچھ ایسا جس نے اس کے وجود میں سنسنی سی دوڑا دی تھی۔

''پلیز۔'' بڑی مشکل سے اس کے ہونٹوں سے نکلا تو طالب نے جیسے چونک کر اسے دیکھا، انابیہ نے اپنے پیروں کو دیکھا فراک اس کی ہیل میں اٹکا تھا۔ اس نے جھک کر فراک کا کونا ہیل سے نکالا اور جلدی سے دوپٹہ خود پر لپیٹ کر نگین کے کمرے کی طرف دوڑی۔

''تمہیں کیا ہوا۔'' نگین نے حیرت سے اس کی اڑی ہوئی رنگت دیکھی۔ وہ کچھ نہیں بولی بس پاؤچ اور دوپٹہ پھینک کر صوفے پر گر گئی۔ وہ اب گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

''بیا۔'' نگین کچھ پریشان ہو کر اس کی طرف بڑھی اور اس کا ہاتھ تھاما جو بالکل سرد پڑ گیا تھا۔

''تم ٹھیک ہو طبیعت خراب ہے میں بھائی کو بتاتی ہوں۔'' اس کے کہنے کی دیر تھی اس نے جلدی سے آنکھیں کھول کر اس کا بازو تھاما۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ گہرے گہرے سانس لیتی بولی۔

''لگ تو نہیں رہیں۔''

''نہیں ٹھیک ہوں یہ پلیز میری زپ بند کر دینا۔'' اس کا دھیان ہٹانے کو اس نے بال پیچھے کر کے زپ بند کرنے کا کہا۔

''تم نے میک اپ نہیں کیا۔'' زپ بند کر کے اس نے انابیہ کا چہرہ دیکھا۔

''میں نے کبھی میک اپ نہیں کیا اور مجھے اچھا بھی نہیں لگتا۔''

''وہ مجھے پتا ہے بیوٹی لیڈی! لیکن ہم پارٹی میں جا رہے ہیں افسوس میں نہیں جا رہے۔''

''بیٹھو ادھر۔'' ''پلیز نگین۔'' وہ بے دلی سے بولی، اچانک اس کا دل جیسے ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

''چپ۔'' نگین نے ہونٹ پر انگلی رکھ کر اسے چپ کروا دیا۔ پنک لپ اسٹک لائنر اور مسکارا ان تین چیزوں نے جیسے اس کے چہرے کی خوب صورتی کو دس گنا بڑھا دیا تھا۔

''وری نائس۔'' نگین نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا۔

''کیا کر رہی ہو۔''

''چوٹی بنا رہی ہوں۔''

''کیوں کھولو اتنے پیارے بال ہیں تمہارے، میرے اتنے پیارے بال ہوتے تو ہمیشہ کھول کر رکھتی''

''نہیں نگین! مجھے الجھن ہوتی ہے۔''

''نہیں آج تم نہیں باندھو گی اور پھر اوپر دوپٹہ آ جائے گا کون سا نظر آئیں گے۔'' کہنے کے ساتھ اس نے دوپٹہ اس کے سر پر ٹکا کر پن لگا دی تو وہ خاموش ہو گئی۔ وہ اونچی ہیل کی وجہ سے بہت احتیاط سے چل رہی تھی۔ وہ اس وقت دوبارہ اس کا سامنا کرنے کی پوزیشن میں بالکل نہیں تھی لیکن انکار کر کے وہ ساری رات اکیلی بھی نہیں رہ سکتی تھی۔

''ہائے بیا یہ تم ہو۔''

سب سے پہلی آواز قاسم کی تھی اس نے نظریں نہیں اٹھائیں، بس نروس ہو کر ہتھیلیاں مسلنے لگی۔

''اس دفعہ کا مقابلہ بیا ہی جیتے گی۔'' نگین کے

کہنے پر کلثوم اور شمسہ، رخسانہ تینوں نے اتفاق کیا تھا۔

لیکن وہ نظریں ہی اٹھا نہیں رہی تھی۔ کیونکہ اپنے چہرے پر محسوس ہوتی نظروں کی تپش اسے کسی گہری نظروں کا احساس دلا رہی تھی۔

"ہم طالب بھائی کی گاڑی میں جائیں گے۔"

"کیوں۔" اس نے پریشان ہو کر تکین کو دیکھا۔

"حذیفہ کی کار میں قاسم، مما، چھوٹی مما اور پھوپھو ہیں، اس لیے ہم طالب بھائی کی گاڑی میں جا رہے ہیں۔"

"میں آنٹی کے ساتھ چلی جاتی ہوں، حذیفہ یہاں آجاتے ہیں۔"

"حذیفہ ہمارے ساتھ ہی جا رہے ہیں، قاسم تو جا چکا ہے، کیوں تمہیں میرے ساتھ جانے میں پرابلم ہے۔" وہ ناراضی سے بولی تو انابیہ نے پریشان ہوتے سر نفی میں ہلایا اور چپ چاپ پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس نے غلطی سے بھی اگلی سیٹوں پر نظر نہیں ڈالی خاموشی سے کھڑکی کے باہر دیکھتی رہی۔

"بیا کیا بات ہے تم بہت خاموش ہو۔" وہ تینوں کب سے آپس میں باتیں کر رہے تھے لیکن انابیہ مکمل خاموش تھی اور یہ بات حذیفہ اور طالب دونوں محسوس کر رہے تھے۔ لیکن پوچھا حذیفہ نے تھا۔

"میں آپ کو سن رہی ہوں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"آپ نے دیکھا بھائی! بیا کتنی جچ لگ رہی ہے، میں نے اسے تیار کیا ہے اور ڈریس بھی میں نے سلیکٹ کیا۔" طالب نے کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن حذیفہ نے مڑ کر تکین کو دیکھا۔

"تم بیا کی تعریف کر رہی ہو یا اس تعریف کی آڑ میں اپنی تعریف کر رہی ہو۔"

"اب میری تعریف کوئی نہیں کر رہا تو میں خود ہی اپنی تعریف کروں گی۔" وہ بھی شرارت سے بولی۔

"تمہیں تعریف کی کیا ضرورت ہے تم ہو ہی پیاری۔" طالب کے کہنے پر اس نے فرضی کالر اٹھائے تھے۔

"میں بھی تعریف کروں۔" حذیفہ نے مڑ کر اسے دیکھا تو تکین نے اس کا مطلب سمجھ کر آنکھوں سے طالب کی طرف اشارہ کیا تو وہ مسکرا کر سیدھا ہو گیا۔ ہوٹل کے باہر ہی اسے سب نظر آگئے تھے۔ وہ جا کر کلثوم اور رخسانہ کے پاس کھڑی ہو گئی۔

پارٹی ہوٹل کے ٹاپ فلور پر تھی اس کا خیال تھا فیملی فنکشن ہے لیکن وہاں کافی زیادہ لوگ تھے۔ کچھ شاید فیملی فرینڈ اور کچھ بزنس کولیگز تھے۔ تکین آتے ہی قاسم اور حذیفہ کے ساتھ پتا نہیں کہاں گم ہو گئی تھی جبکہ طالب دور کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ شمسہ پھوپھو کو اپنی سہیلیاں مل گئی تھیں۔ وہ رخسانہ اور کلثوم کے ساتھ بیٹھی ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ زندگی میں پہلی بار کسی پارٹی میں آئی تھی۔ ہر طرح کے لوگ خوش باش خود میں گم آزاد زندگی کو بھرپور جیتے ہوئے یہاں وہ واحد تھی جس کے سر پر دوپٹہ تھا۔ جس کا لباس پورا تھا۔ ورنہ جتنی لڑکیاں تھیں جینز، اسکرٹ، فراک میں کچھ شلوار قمیض میں بھی تھیں لیکن دوپٹہ ندارد۔

بابا نے اسے ہمیشہ چھپا کر رکھا تھا، نامحرم سے دور رہنے کی ترغیب دی تھی۔ وہ کالج کے علاوہ کہیں جاتی بھی نہیں تھی وہ جس ماحول میں پلی بڑھی تھی وہاں آدمی سے ملنا تو دور کی بات بات کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس کی ماں کی وجہ سے اسے مزید احتیاط کرنا پڑتی تھی۔ دوسرا بابا اور امی نے اسے ہمیشہ یہی کہا تھا کہ وہ کسی کی امانت ہے اسے خود کو اس کے لیے سنبھال کر رکھنا ہے اس لیے اس نے خود کو بہت سنبھال کر بچا کر رکھا تھا۔ لیکن یہاں لڑکے لڑکیاں آزادانہ ایک دوسرے سے نہ صرف بات کر رہے تھے بلکہ گلے مل رہے تھے، ڈانس کر رہے تھے وہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ یہ سب چھپ کر نہیں کر رہے تھے ان کے پیرنٹس یہاں موجود تھے۔ اچانک میوزک تیز ہو گیا اور فائرنگ کے ساتھ فائر ورک اسٹارٹ ہو گیا۔

سب جوش و خروش کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی مسکراتے ہوئے آسمان کو

دیکھنے لگی۔ آسمان پر کئی رنگ بکھرے تھے اور شاید ایسے ہی رنگ اس کے چہرے پر بھی تھے اس نے مسکراتے ہوئے نظریں آسمان سے ہٹالیں۔ لیکن سامنے نظریں پڑتے ہی اس کو جھٹکا لگا تھا۔ ڈاکٹر عمیر بالکل اس کے سامنے کھڑا دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پر وہ مسکرایا تو نہ صرف اس کی مسکراہٹ سکڑی بلکہ چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا۔

اس نے نظروں کا زاویہ بدل کر وہاں سے مڑنا چاہا۔ نتیجتاً پیر مڑا اور وہ دھم سے نیچے گری، عمیر تو اسے لڑکھڑاتے دیکھ تیزی سے آگے بڑھا لیکن تب تک وہ گر چکی تھی دوپٹہ بھی سر سے اتر گیا وہ اب پیر پکڑے بیٹھی تھی جہاں درد کی ٹیس اٹھ رہی تھیں۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں۔" عمیر گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا اور فکرمندی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ ضبط سے بولی اسے اٹھنا تھا لیکن اٹھا نہیں جا رہا تھا اور وہ عمیر کا سہارا نہیں لینا چاہتی تھی۔ تبھی تمکین اور قاسم اس کی طرف آئے تھے۔

"کیا ہوا ٹھیک ہو تم؟" تمکین اور قاسم کے آنے سے اسے تسلی ہوئی تھی۔ تمکین کا ہاتھ پکڑ کر پورا زور لگا کر اٹھی تھی۔

"اگر درد ہو رہا ہے تو میں پاؤں چیک کروں۔" عمیر کے کہنے پر اس نے تیزی سے نفی میں ہلایا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے جلدی سے دوپٹہ سر پر لیا۔

"تم بیٹھ جاؤ میں تمہارے لیے کچھ لاتا ہوں۔" قاسم کے کہنے پر وہ قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ہائے تمکین۔" تمکین کے پیچھے ایک لڑکی تیز آواز میں بولی اور اگلے ہی لمحے وہ ایک دوسرے کے گلے لگی باتیں کر رہی تھیں۔

"مما یہ کیا ہے حذیفہ کی کزن میں نے آپ کو بتایا تھا نا۔"

تبھی عمیر ایک سوبر سی خاتون کو لیے اس کے قریب آیا۔ اس نے مسکرا کر سلام کیا۔ اس کو اٹھتا دیکھ کر انہوں نے اسے روک دیا۔

"عمیر بہت ذکر کرتا ہے تمہارا۔" ان کے کہنے پر وہ ہونق ہو کر ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔ "اس کی کون سی ایسی دوستی تھی کہ وہ اس کا ذکر کرتا تھا اپنے گھر والوں سے" "جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا ہے ماشاءاللہ چشم بددور۔"

وہ صدقے واری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اسے اپنے اردگرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے متلاشی نظروں سے گھر والوں کو ڈھونڈا۔

"بال بہت پیارے ہیں تمہارے کون سا شیمپو استعمال کرتی ہو۔" وہ اب اس کی پشت پر پھیلے اس کے لمبے بالوں پر ہاتھ پھیرتے بولیں تو اس نے گھبرا کر تھوک نگلا۔

"جو بھی مل جائے آنٹی۔" "اچھا میری بیٹی کاشفہ کو لمبے بالوں کا بہت شوق ہے پر اس کے بڑھتے ہی نہیں اب تو اتر بھی بہت رہے ہیں۔" وہ اب اسے تفصیل سے اپنی بیٹی کا قصہ سنا رہی تھیں۔ تبھی قاسم اس کے لیے جوس لے کر آیا تو اس نے اٹھنے کے لیے پر تولے اس سے پہلے وہ قاسم کے ساتھ جانے کے لیے کوئی بہانہ کرتی وہ کسی کے بلانے پر مڑ گیا تو وہ پھر ڈھیلی ہو کر بیٹھ گئی۔

"کب سے ہو بیٹا تم حذیفہ کی طرف۔"

"چار ماہ ہو گئے ہیں۔"

"پہلے کہاں تھی۔"

"اسلام آباد۔" وہ اب بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔

"منگنی ہو گئی تمہاری۔" ان کے سوال میں اشتیاق محسوس کر کے اس نے پلکیں تیزی سے جھپکیں۔

"کیسی ہیں آپ آنٹی۔" تبھی پیچھے سے طالب کی آواز پر اس کی سانسیں اٹکی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں طالب تم کہاں غائب ہو اب تو گھر بھی نہیں آتے۔"

CamScanner

"بس آنٹی وہی کام، روٹین کافی بزی جا رہی ہے، میں لگاؤں گا چکر جلد ہی۔"

"ضرور آؤ بیٹا بلکہ میں خود تمہاری طرف آنے کا سوچ رہی ہوں۔" انہوں نے پیا کو دیکھتے ذومعنی انداز میں کہا تو عمیر مسکرایا۔ طالب نے بغور اس کی مسکراہٹ دیکھی۔

"پیا تمہیں مما بلا رہی ہیں۔" طالب کی سنجیدہ آواز پر وہ خاموشی سے کھڑی ہوئی۔ دو قدم کے بعد اسے اندازہ ہوا اس کا پیر سوج چکا ہے۔

"میں آتا ہوں آنٹی۔" وہ ان سے ایکسکیوز کر کے اس کی طرف بڑھا وہ جو ہونٹ بھینچے قدم اٹھا رہی تھی بازو پر کسی کا لمس محسوس کر کے ٹھٹکی تھی۔ اسے گردن گھمانے کی ضرورت نہیں پڑی، یہ خوشبو وہ پہچان گئی تھی۔ اس کا حلق ایک دم خشک ہوا۔

"میں چل لوں گی۔" اس نے کہنے کے ساتھ اردگرد لوگوں پر نظر ڈالی لیکن کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"چپ چاپ چلتی رہو۔" وہ اسے لیے لفٹ کی طرف آ گیا۔ لفٹ میں لاتے ہی اس نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ بٹن دباتے ہی اس نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"جب ہائی ہیل کیری نہیں کر سکتیں تو پہننے کی ضرورت کیا تھی۔" وہ ماتھے پر بل ڈالے اسے گھور رہا تھا۔

"تمکین نے کہا تھا۔" وہ سر جھکائے دھیمی آواز میں بولی۔

"تمکین کہے گی کنویں میں چھلانگ لگا دو تم وہ بھی لگا دو گی۔" وہ اسے سرزنش کر رہا تھا۔

"اور یہ کس خوشی میں تم بالوں کی نمائش کرتی پھر رہی ہو۔" پریا کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اور ضبط کرنے کے چکر میں چہرہ لال ہو گیا تھا۔

طالب نے اس کا چہرہ دیکھا جو آنسو روک رہی تھی۔ اس نے اضطرابی انداز میں اپنے بالوں میں ہاتھ چلائے، لفٹ رک گئی تھی۔

"بالوں کو اچھی طرح باندھو اور چہرہ بالکل صاف ہونا چاہیے، میں آیا۔" وہ اب جھک کر اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ کوئی جواب دیے بغیر لیڈیز ٹوائلٹ میں چلی گئی تھی۔ وہ نل کھولے بری طرح رو رہی تھی۔

اسے پہلے اس شخص کی نفرت سے ڈر لگتا تھا لیکن اب اسے اس شخص کی قربت سے خوف آ رہا تھا۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی اس نے خوفزدہ ہو کر دروازے کو دیکھا۔

"باہر آؤ میں تمہارا نوکر نہیں جو کب سے یہاں کھڑا ہوں۔"

انابیہ کا دل کیا اسے کہے چلے جاؤ میں نے تمہیں روکا ہے، ایک تو ڈر کے مارے وہ اسے ایسا کہہ نہیں سکتی تھی۔ دوسرا اگر وہ چلا جاتا تو اسے تو یہ بھی پتا نہیں تھا جانا کس طرف ہے۔ اس نے دوپٹہ اچھی طرح سر پر جمایا اور باہر آ گئی لیکن اس کی طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

وہ گھر پہنچے تو ایک سرپرائز ان کے لیے موجود تھا۔ انعم اور اس کی ممی ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ اب سب باری باری ان سے مل رہے تھے۔ انعم نے بغور انابیہ کا جائزہ لیا۔

"تم بھی ان کے ساتھ گئی تھیں۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"جی۔" وہ جواب دے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"تمکین یار میں نے تمہیں سمجھایا تھا۔ اس لڑکی کو حذیفہ سے دور رکھو لیکن تم تو خود ان دونوں کو ایک ساتھ رہنے کے موقع فراہم کر رہی ہو۔"

"انعم آپی ایسا کچھ نہیں جیسا آپ کو لگ رہا ہے۔" وہ کچھ ناراضی سے بولی اس کی ناراضی دیکھ کر انعم نے کندھے اچکائے۔

"میرا کام تھا تمہیں سمجھانا آگے تمہاری مرضی۔"

"آپ اچانک آ گئے بتا دیتے تو ایئرپورٹ پر

لینے آجاتے۔"

"بتا دیتے تو سرپرائز نہ رہتا۔ میں نے سوچا طالب کو سرپرائز دیا جائے۔"

اس نے مسکرا کر طالب کو دیکھا جو اس کی ماں سے گفتگو کر رہا تھا۔

"تم لوگوں نے شادی کی شاپنگ شروع کر دی۔"

نگین جو اپنے موبائل پر آج کی تصویریں دیکھ رہی تھی چونک کر اسے دیکھا "شاپنگ" اس کے دہرانے پر انعم نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔

"حیران کیوں ہو رہی ہو فروری میں شادی ہے نا۔"

"اچھا" وہ مزید حیران ہوئی۔

"مجھے تو اس بارے میں کسی نے نہیں بتایا، بھائی کو پتا ہے؟" وہ اس سے پوچھنے لگی۔

"ظاہر سی بات ہے پتا ہی ہوگا۔ ممی نے خود پھوپھو سے بات کی تھی۔ اسی لیے تو ہم آئے ہیں۔"

"اچھا ہو سکتا مما اور چھوٹی مما شاپنگ کر رہی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے دوبارہ موبائل پر معروف ہو گئی۔

"پھوپھو میں آپ کو بتا رہی ہوں یہ بالکل بھی اچھی بات نہیں۔ آپ کا بیٹا مجھے بالکل ٹائم نہیں دے رہا اگنور کر رہا ہے۔" انعم نے ناراضی سے رخسانہ سے شکایت کی۔

دیکھ تو وہ بھی رہی تھیں کہ وہ بالکل ٹھیک طرح سے انعم سے بات نہیں کر رہا تھا بلکہ گھر بھی لیٹ آ رہا تھا جیسے اسے اگنور کر رہا ہو۔

"نہیں انعم وہ اگنور نہیں کر رہا ہو سکتا ہے آفس کی مصروفیت ہو۔"

"پھوپھو مصروفیت میں انسان کھویا کھویا نہیں رہتا۔"

رخسانہ گہرا سانس لے کر رہ گئیں۔ ان کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ انہیں اب طالب سے بات کرنی تھی۔ اب جب شادی کی ڈیٹ رکھی جانے والی تھی تو پتا نہیں کون سا خناس اس کے دماغ میں سمایا تھا۔

"کھوئی کھوئی تو مجھے بیا بھی لگتی ہے۔" انعم کی والدہ کب سے اس پر نظریں گاڑے ہوئے تھیں جو بے خیالی میں صوفے پر انگلی سے لکیریں کھینچ رہی تھی۔

اس نے چونک کر سب کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"مجھے بھی لگ رہا ہے بیا تم کچھ پریشان ہو کوئی بات ہے بیٹا تو مجھے بتاؤ۔" شمسہ کے کہنے پر اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں آنٹی ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو چپ چپ کیوں ہو؟" "وہ پہلے بھی کون سا اتنا بولتی ہے۔" رخسانہ نے اس کی طرف داری کی۔

"اس دن پارٹی میں لگ بھی اتنی پیاری رہی تھی مجھے لگتا ہے نظر لگ گئی ہے۔" کلثوم نے پیار سے اسے دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے عمیر اور اس کی والدہ کی نظر لگ گئی ہے وہی ہماری بیا کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔" شمسہ کے شرارتی انداز پر کلثوم اور رخسانہ ہنس پڑیں۔ جبکہ انعم اور فضیلہ نے حسد سے اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھا۔

"میں سالن چولہے پر رکھ کر آئی تھی وہ دیکھ کر آتی ہوں۔" اسے وہاں سے اٹھنا مناسب لگا تو بہانہ بنا کر اٹھ گئی۔

سالن میں ابھی ٹائم تھا وہ وہیں کھڑی ہو کر کھڑکی سے باہر نظر آتے لان کو دیکھنے لگی۔ قدموں کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا اور طالب کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ اس نے دوبارہ رخ بدل لیا۔ لیکن دل کی دھڑکن بہت تیز تھی۔

"چائے ملے گی۔" اس کے کہنے پر وہ باہر کی طرف بڑھی تو طالب اس کے راستے میں کھڑا ہو گیا۔

"چائے کا کہا ہے۔"

"میں لبنیٰ کو کہتی ہوں۔"

CamScanner

''کیوں تمہیں کیا پرابلم ہے۔ میں نے تمہارے ہاتھ کی بنی چائے پینی ہے۔'' اس کے یونہی کھڑے رہنے پر وہ بے بسی سے واپس مڑی۔ اسے چائے بناتا دیکھ وہ کچن میں موجود ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

''تم مجھے اگنور کیوں کر رہی ہو۔'' چائے کی پتی ڈالتا اس کا ہاتھ رکا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس کا رویہ اس کے ساتھ کیوں بدل گیا تھا۔

''میں کیوں اگنور کروں گی آپ کو۔'' وہ اسی طرح رخ کیے بولی۔

''جہاں میں ہوتا ہوں تم وہاں سے چلی جاتی ہو۔'' انابیہ نے گہرا سانس لے کر ابلتی چائے کو دیکھا۔

''تم جو چھپا رہی ہو وہ میں سب جانتا ہوں۔'' اب کہ انابیہ نے چونک کر اسے دیکھا وہ کرسی سے ٹیک لگائے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''میں کیا چھپاؤں گی۔'' وہ ہکلا کر بولی تو وہ مسکراتا ہوا کھڑا ہوا انابیہ مڑ کر جلدی سے چائے مگ میں ڈالنے لگی۔ یہ الگ بات ہے کہ کانپتے ہاتھوں سے آدھی چائے مگ میں آدھی شیلف پر گر رہی تھی۔

''لگتا ہے میں نے تمہیں ڈرا دیا۔'' وہ مسکرا کر اس کی حواس باختگی دیکھ رہا تھا۔

''میں کیوں ڈروں گی۔'' وہ خود کو مضبوط کرتی کپ پکڑ کر اس کی طرف مڑی۔

''واقعی انابیہ شبیر۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے مسکرا کر بولا تو کپ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر گرا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''تم کیا سمجھ رہی تھیں تم نام چھپا کر اپنی اصلیت چھپا کر یہاں رہو گی اور ہمیں پتا بھی نہیں چلے گا۔'' اب کہ اس کے ماتھے پر بل تھے۔

''سب تمہیں معصوم سمجھتے ہیں کیا میں جا کر گھر کی خواتین کو بتاؤں تم کون ہو اور کیسے انہیں دھوکا دے رہی ہو۔''

''نہیں۔'' اس نے تیزی سے سر نفی میں ہلایا۔
''میں نے دھوکا نہیں دیا، مجھے حذیفہ نے منع کیا تھا۔''

''بڑا ہے تم سے بھائی بولا کرو۔'' اس کے بولنے پر وہ غصے سے بولا تو وہ جلدی سے سر ہلا گئی۔

''جھوٹ بولنے کی سزا تمہیں ملے گی۔'' وہ کہہ کر مڑا تو بے ساختہ اس کے پیچھے آئی۔

''پلیز رک جائیں مت کریں ایسا۔'' وہ روتے ہوئے التجا کرنے لگی۔ طالب نے رک کر غور سے اسے دیکھا۔

''ایک شرط پر۔'' وہ آنسو بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں جیسا کہوں گا تم ویسا کرو گی۔'' انابیہ کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تھا۔

''ٹھیک ہے مرضی ہے تمہاری جب سب تم سے ناراض ہو کر تمہیں گھر سے نکالیں گے تب مجھے الزام مت دینا۔''

''مانوں گی۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔
''گڈ گرل۔'' وہ فاتحانہ انداز میں مسکرایا
''جب تک میں نہ کہوں تم میرے سامنے سے نہیں اٹھو گی اور اب سے میرے سب کام تم کرو گی۔'' وہ سر جھکائے سنتی رہی اسے سمجھ میں آ گئی تھی اس نے یہ رویہ بھی اسے سزا دینے کے لیے اپنایا ہے۔ پہلے وہ بے رخی نفرت سے سزا دیتا تھا اب قربت کی مار مار رہا تھا۔

☆☆☆

وہ ہونٹ بھینچے وال کلاک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جہاں دوپہر کے تین بج رہے تھے وہاں سے نظر ہٹا کر اس نے میز کے اردگرد بیٹھے لوگوں پر نظر ڈالی۔ وہ وقت کا سخت پابند تھا اور ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ میٹنگ پندرہ منٹ لیٹ ہو چکی تھی وجہ حذیفہ تھا تبھی اس کی سیکرٹری دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

''سر حذیفہ سر کے کوئی گیسٹ آئے ہیں وہ دس منٹ میں آ رہے ہیں۔'' طالب کے ماتھے پر پڑے بلوں میں اضافہ ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے کرسی سے

اٹھا۔ اس کا رخ حذیفہ کے آفس کی طرف تھا۔ دروازہ نیم وا تھا، اندر سے باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ اس سے پہلے وہ دروازہ دھکیلتا بیا کے نام پر وہ وہیں رکا تھا۔

"مجھے پتا ہے یہ وقت اور جگہ اس بات کے لیے مناسب نہیں لیکن میں کچھ دن سے کافی کشمکش کا شکار ہوں۔ اگر میں نے تم سے یہ بات شیئر نہ کرتا تو مجھے لگ رہا تھا میرا دماغ پھٹ جائے گا۔" یہ آواز وہ بہت اچھے سے پہچانتا تھا۔

"تم مجھے کئی سالوں سے جانتے ہو، میں کبھی کسی لڑکی میں انوالو نہیں رہا کالج میں اسکول میں لڑکیوں سے جتنی میری ہیلو ہائے بھی تم جانتے ہو اس کے بعد بھی اب تک میری ساری لائف تمہارے سامنے ہے، امی کب سے میرے پیچھے پڑی ہیں کہ میں شادی کر لوں لیکن کبھی مجھے کوئی لڑکی پسند نہیں آئی پہلی بار مجھے پہلی نظر میں کوئی اچھا لگا ہے اور وہ بیا ہے۔" طالب کے ہونٹ بھینچ گئے تھے۔

"تم نے بتایا تھا اس کے پیرنٹس نہیں ہیں وہ تمہارے گھر میں رہتی ہے تمہاری کزن ہے مجھے لگا امی کو بھیجنے سے پہلے مجھے تم سے بات کرنی چاہیے۔" اب کے حذیفہ نے اسے ٹوک دیا تھا۔

"عمیر پلیز میری بات سنو۔"

"نہیں حذیفہ! مجھے ٹوکو نہیں بڑی مشکل سے میں نے خود کو کہنے کے لیے تیار کیا ہے، میں جانتا ہوں تمہیں یوں بیا کے لیے میری پسندیدگی کا اظہار اچھا نہیں لگ رہا ہوگا۔ لیکن میری نیت صاف ہے میں وقت گزاری کی بات نہیں کر رہا میں اسے اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہوں یقین رکھو میں اسے بہت خوش رکھوں گا پلیز حذیفہ انکار مت کرنا۔"

حذیفہ کشمکش کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگا۔

"عمیر بیا کا ایک پاسٹ ہے جو اتنا اچھا نہیں۔"

"مجھے فرق نہیں پڑتا حذیفہ مجھے صرف بیا سے مطلب ہے۔" اس نے حذیفہ کی بات سننے سے پہلے کاٹ دی تھی۔ "پلیز تم بیا سے بات کرو مجھے یقین ہے وہ انکار نہیں کرے گی۔"

اس کے اتنے یقین پر جہاں حذیفہ حیران ہوا تھا وہیں طالب کو جھٹکا لگا تھا۔ اس نے زور سے مٹھی بھینچی، دماغ ایک دم اتنا خراب ہو گیا تھا کہ وہ میٹنگ اٹینڈ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔ وہ کار کی چابی لیے تیزی سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

وہ بے مقصد گاڑی لیے سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔ جب اسے آفس کے گن مین کا فون آیا تھا وہ جب آفس کی بلڈنگ کی پارکنگ میں پہنچا تو وہاں اچھا خاصا رش لگا تھا۔ وہ تیزی سے کار سے اترا ہجوم چیرتا وہ آگے بڑھا۔ پہلے پتا نہیں کیا ہو رہا تھا لیکن اب ایک شخص حذیفہ کو پکڑے اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ عمیر اور قاسم انہیں چھڑوانے کی کوشش کر رہے تھے۔ طالب کو پہلے ہی غصہ تھا اب تو اسے نکالنے کا موقع مل رہا تھا اس نے ایک پل ضائع کیے بغیر اس شخص کو بالوں سے پکڑ کر پیچھے گھسیٹا، وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے دفاع نہیں کر سکا۔ طالب نے اسے زمین پر دھکا دیا اور پے در پے اس کے منہ پر مکے مار کر اس کا چہرہ زخمی کر دیا تھا اب عمیر قاسم اسے پکڑ کر پیچھے کھینچ رہے تھے وہ شخص کراہتے ہوئے اٹھا اور دوبارہ حذیفہ کو دیکھا۔

"اپنے علاقے میں کتا بھی شیر ہوتا ہے، تم کیا سمجھ رہے ہو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ انابیہ کو میرے حوالے کرو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" وہ زمین پر بیٹھا اسے دھمکیاں دے رہا تھا۔

عمیر اور قاسم نا سمجھی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ طالب نے جھٹکے سے سر اٹھا کر حذیفہ کو دیکھا جو طیش سے اسے گھور رہا تھا۔

"خبردار جو اس کا نام لیا منہ توڑ دوں گا، لگتا ہے بیوی سے چھپ کر آئے ہو اس لیے اتنی آواز نکل رہی ہے تمہاری۔"

حذیفہ کے طنزیہ انداز پر اس کے چہرے کا رنگ

CamScanner

اڑا تھا اور اس کے اڑے ہوئے رنگ سے حذیفہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آئی تھی۔

"تم اگر میرا پیچھا کر رہے تھے تو تمہاری ساری انفارمیشن میرے پاس ہے۔ تمہاری بیوی کو فون کر کے تمہاری کارکردگی بتائی نا تو یہاں سے جوتیاں مارنا شروع کرے گی اور گھر تک مارتی لے جائے گی اور پولیس کو فون کروں اور تمہارے کاروبار کی ذرا سی تفصیل دی تو سالوں اندر جاؤ گے۔ بتاؤ کیا کروں تمہارے ساتھ پولیس یا بیوی۔"

حذیفہ کے پوچھنے پر وہ طیش سے اسے گھورنے لگا لیکن اس کے انداز سے اس کی بے بسی ظاہر ہو رہی تھی۔

"تمہیں میں دیکھ لوں گا۔" وہ بمشکل اٹھتے ہوئے بولا۔

"بعد میں کیا ابھی دیکھو۔"

حذیفہ اس کی طرف جھک کر بولا۔

"انابیہ اب اکیلی نہیں کہ تم جیسے کتے اسے ذرا سکیں اس کے اپنے اب اس کے ساتھ ہیں یہ جو تمہارے سامنے کھڑے ہیں اس کے محافظ ہیں۔"

اس نے قاسم اور طالب کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کو بری نیت سے تو دور میلی آنکھ سے بھی دیکھا تو ہم تمہیں مسل کر رکھ دیں گے اور یہ دھمکی نہیں آزما کر دیکھ لینا۔"

وہ اسے تنبیہ کر کے اپنا ٹراوزر جھاڑتا دو قدم پیچھے ہوا۔ طالب نہیں جانتا تھا ابھی حذیفہ نے اس آدمی کو کیا کہا ہے لیکن انابیہ کے نام پر وہ چونکا تھا۔ حذیفہ بہت ٹھنڈے مزاج کا لڑکا تھا اگر وہ یوں مار ماری پر اترا تھا تو اس کا مطلب تھا وہ شخص یقیناً انابیہ کے حق میں اچھا نہیں تھا۔ اور اب اسے اپنے طور پر اس شخص کا پتا کروا کر اس کی طبیعت سیٹ کرنی تھی۔ حذیفہ کی کار قاسم لے گیا تھا۔ جبکہ وہ تینوں عمیر کے ہاسپٹل گئے تھے وہاں سے واپسی پر کار میں مکمل خاموشی تھی جس کو طالب کی آواز نے توڑا تھا۔

"یہ آدمی کون تھا۔"

"ہے ایک گھٹیا آدمی۔"

"پر تم سے کیا کام تھا اسے۔"

"مجھ سے نہیں بیا سے تھا۔ اس ذلیل آدمی کی وجہ سے بیا کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس کی گندی نظر تھی بیا پر، اس سے بچانے کے لیے اس کے بابا نے اسے میرے ساتھ بھیجا تھا انہیں لگتا تھا میں اس کے لیے کچھ کر سکتا ہوں اور مجھے بھی ایسا لگتا تھا لیکن۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

"تم نے اسے ایسے ہی کیوں چھوڑ دیا۔"

حذیفہ کچھ اور بھی کہہ رہا تھا لیکن اس کا دماغ گندی نظر پر اٹک گیا تھا۔

"کیونکہ مجھے لگتا ہے وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔"

طالب نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کیونکہ اسے پتا تھا اسے کیا کرنا ہے اس آدمی کے ساتھ۔

☆☆☆

وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو وہ سب جو زرق برق کپڑے پھیلائے گپوں میں مصروف تھے۔ حذیفہ کو دیکھ کر چونکے۔

"یہ کیا ہوا ہے۔" کلثوم نے پریشانی سے اس کے سر پر لگی بینڈیج کو دیکھا۔

"کچھ نہیں معمولی سی چوٹ ہے۔"

"پر ہوا کیا ہے۔" شمسہ نے قریب آ کر پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"بھائی کی لڑائی ہو گئی تھی۔" قاسم کے بولنے پر حذیفہ نے غصے سے اسے گھورا تو وہ منہ بناتا سر جھکا گیا طالب نے لاؤنج کے دروازے میں کھڑی انابیہ کو دیکھا جو پریشانی سے حذیفہ کو دیکھ رہی تھی۔

"آؤ بیا ادھر کیوں کھڑی ہو۔" نگین کے کہنے پر اس نے حذیفہ سے نظریں ہٹا کر طالب کو دیکھا اور نظریں گھما لیں۔

"چائے لے آؤں۔" اس کے پوچھنے پر طالب زیر لب مسکرایا۔

یہ بھی اس کا حکم تھا جب وہ گھر آئے تو وہ فوراً

اس کے سامنے آ گئی اور اس کے لیے چائے یا جوس لے کر آئے گی اپنے ہاتھ سے بنا کر۔

"طالب یہ دیکھو مہندی کے لیے ڈریس لیا ہے پھوپھو نے میرے لیے۔"

انعم کے کہنے پر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جبکہ حذیفہ نے بغور بات کرتے انعم اور طالب کو دیکھا کچھ دیر پر سوچ انداز میں دیکھتا رہا پھر کھڑا ہو گیا۔ "میں تھوڑی دیر آرام کروں گا۔"

"ہاں بیٹا جاؤ آرام کرو۔" اوپر جانے سے پہلے وہ کچن میں آیا تھا۔

"بیا فری ہو کر میرے کمرے میں آنا مجھے کچھ بات کرنی ہے۔"

"سب ٹھیک ہے۔" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ "ہاں خیریت ہے۔" اس کے مڑتے ہی وہ تیزی سے ہاتھ چلانے لگی۔ وہ وہاں بیٹھا تھا لیکن دماغ مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر وہ اٹھا اس کا رخ حذیفہ کے کمرے کی طرف تھا۔

سیڑھیاں عبور کر کے جب وہ اوپر آیا تو انابیہ حذیفہ کے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کی بھنویں سکڑی تھیں۔ جب وہ دستک دے کر اندر داخل ہوئی حذیفہ صوفے پر بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔

"آؤ انابیہ بیٹھو۔" وہ اس کے ماتھے اور ہونٹ کے پاس لگے زخم کو دیکھتے ہوئے اس کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ کو چوٹ کیسے لگی۔" حذیفہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں اس کے لیے فکرمندی تھی۔

"بس لگ گئی یہ چھوڑو، میں نے تمہیں خاص بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔"

"جی۔" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ڈاکٹر عمیر تمہیں کیسا لگتا ہے۔"

"جی۔"

اس کی جی ایسی تھی جیسے پوچھ رہی ہو یہ کیسا سوال ہے۔

"اردو زبان میں پوچھا ہے تمہیں ڈاکٹر عمیر کیسا لگتا ہے۔"

"اچھے ہیں۔" وہ ناسمجھی سے بولی۔

"ڈاکٹر عمیر تمہیں پسند کرتا ہے اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" انابیہ کتنی دیر حیرت سے اسے دیکھتی رہی پھر قدرے غصے سے بولی۔

"آپ کو پتا ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں آپ جانتے ہیں میرا نکاح ہو چکا ہے۔" حذیفہ نے گہرا سانس لے کر اس کا سرخ چہرہ دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ انابیہ آرام سے بات کرتے ہیں۔"

"آرام سے بات کرنے کے لیے بچا کیا ہے آپ مجھے بے ایمانی کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں جس الزام سے بچنے کے لیے میں نے میرے بابا نے کیا کچھ برداشت نہیں کیا آپ پھر مجھے اس راہ پر لے جانا چاہتے ہیں۔" وہ رو پڑی تھی۔ اس کے رونے پر حذیفہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"میری بات تحمل سے سنو انابیہ! تم ایک پرچھائی کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔ ایک شخص جسے تم نے دیکھا نہیں جانتی نہیں صرف نام کے سہارے کیسے ساری زندگی گزار سکتی ہو۔ اگر اس نے تمہیں اپنانا ہوتا تو وہ اب تک سامنے آ جاتا اس لیے اور حقیقت کا سامنا کرو۔"

انابیہ نے روتے ہوئے اس کے سفاک الفاظ سنے تھے۔

"آپ نے کہا تھا آپ انہیں جانتے ہیں آپ مجھے میری فیملی سے ملوائیں گے۔" وہ اسے اس کی بات یاد دلا رہی تھی۔

"ہاں مجھے لگتا تھا میں تمہیں تمہاری فیملی سے ملوا دوں گا لیکن تمہارا شوہر تم سے محبت نہیں کرتا اور وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکا ہے۔ اس کی اپنی دنیا ہے اور اس دنیا میں تمہاری جگہ کہیں نہیں اور محبت تو بالکل نہیں کیونکہ وہ انسان محبت کو نہیں مانتا۔"

(پانچویں اور آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆

CS CamScanner

CamScanner

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

شعاع

واٹس ایپ
03172266944

بانی محمود ریاض

مدیرِ اعلیٰ — آسیہ ریاض

مدیرہ — رضیہ جمیل

مدیرِ خصوصی — امت الصبور

فوٹوگرافر — شاہین رشید

قانونی مشیر — نورالدین سرکی اینڈ کمپنی
ایڈووکیٹس اینڈ لیگل کونسلرز

جولائی 2024
جلد 37 شمارہ 11
قیمت 150 روپے

پہلی شعاع، مدیرہ 6

حمد، ریاض حسین قمر 7

نعت، زاہد قاسمی 7

نبی کی باتیں، ادارہ 8

انٹرویو

محمد خلقان سے ملاقات، شاہین رشید 20

جب تجھ سے ناتا، ارم کمال 13

جب تجھ سے ناتا، م۔الف 15

دستک، شاہین رشید 18

ناول

والعصر، امت العزیز شہزاد 34

مکمل ناول

ماء الملوک، نگہت سیما 106

دستورِ وفا، مریم عزیز 89

صیاد، فرح بخاری 58

محبت پانچواں موسم، نوشین فیاض 138

افسانے

انتخاب، دعا ایوب 52

دیر آید، ملیا سیون 84

صلہ، فاطمہ احمد 135

اعتبار، قرۃ العین خرم ہاشمی 184

وادیٔ حیرت، ہاجرہ ریحان 191

انتباہ: ماہنامہ شعاع ڈائجسٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول، یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔

CamScanner

مریم عزیز

دستورِ وفا

NOVELS KA JAHAN

پچھلی اقساط کا خلاصہ

انابیہ سعید صاحب کے کزن کی نواسی ہے، جس کی ماں عفت گل مرتے وقت اسے سعید صاحب کے حوالے کر جاتی ہے کہ اسے اس کے وارثوں تک پہنچا دیں۔ سعید صاحب کی بہو کا بھائی غفران اس پر بری نظر رکھتا ہے۔ بہو، بھائی کا ساتھ دیتی ہے بیٹا بیوی کے آگے کچھ نہیں بول پاتا۔

سعید صاحب انابیہ کے وارثوں کے پتے پر پہنچتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ انابیہ کا باپ اور تایا ایک ایکسیڈنٹ میں مر چکے ہیں ان کا بیٹا وہاں ہوتا ہے وہ اسے تفصیل بتاتے ہیں، حذیفہ ان کی بات سن کر انہیں واپس کر دیتا ہے۔

غفران زبردستی اس سے منگنی کر لیتا ہے سعید صاحب مجبور و بے بس ہیں۔ وہ بیمار ہو کر اسپتال میں داخل ہو جاتے ہیں تو حذیفہ کو بلا کر بتاتے ہیں کہ انابیہ کا نکاح ان کے خاندان کے کسی لڑکے سے ہو چکا ہے۔ سعید صاحب کے مرنے پر حذیفہ اسے اپنے پروفیسر کی بیٹی بتا کر گھر لے آتا ہے۔

عفت گل کو ان کے گھر میں اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا جاتا شادی شدہ اور بچوں والا ہونے کے باوجود ارباز جیلانی، عفت گل سے شادی کر لیتے ہیں عفت گل فلم کے چکر میں کسی اور کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ ارباز اسے طلاق دے دیتے ہیں۔ بعد میں وہ شخص بھی اسے چھوڑ دیتا ہے۔

سب سمجھتے ہیں کہ حذیفہ کا اس لڑکی انابیہ سے افیئر ہے۔ طالب جو کامران جیلانی کا بیٹا ہے وہ انابیہ سے نفرت کرتا ہے۔ نگین جس کا رشتہ حذیفہ سے طے ہے وہ بھی اس سے چڑتی ہے۔

"کیا انہوں نے شادی کر لی ہے۔"

"ایسا ہی سمجھو۔" حذیفہ نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"آپ ایک دفعہ مجھے ان سے ملوا دیں۔"

"کیا کرو گی مل کر۔"

"میں ان سے معافی مانگ لوں گی بے شک وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش رہیں لیکن مجھ سے اپنا نام نہ چھینیں اپنے گھر میں تھوڑی سی جگہ دے دیں محبت بے شک نہ دیں بس تھوڑی سی عزت دے دیں۔" وہ یہ سب بولتی کتنی لاچار لگ رہی تھی حذیفہ نے مٹھی بھینچ کر بمشکل خود کو روکا تھا۔

"انابیہ سمجھنے کی کوشش کرو کیوں خود کو اتنا ارزاں کر رہی ہو، ایک ایسے شخص کی خاطر جس کے لیے تم کچھ بھی نہیں، وہ عمیر بہت اچھا ہے، وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا، عزت بھی دے گا اور محبت بھی۔"

"نہیں چاہیے مجھے کسی کی محبت اور عزت میں جس کے نام سے جڑی ہوں بس اس کی محبت چاہیے۔" وہ ضدی انداز میں بولی۔

"وہ تم سے محبت نہیں کرتا۔"

"لیکن میں کرتی ہوں۔"

"یہ پاگل پن ہے انابیہ!" وہ بے بسی سے بولا۔ "میں ہوں پاگل پلیز آپ مجھے ان سے ملوا دیں۔" "نہیں میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا تمہارے ابا تمہیں میرے حوالے کر کے گئے تھے، میں تمہارا سرپرست ہوں تم سے متعلق ہر فیصلہ میں کر سکتا ہوں، تم خلع لو گی بس۔"

انابیہ کتنی دیر تک پتھرائی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ "کیوں کر رہے ہیں ایسا" بے بسی محسوس کر کے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"کیونکہ میں تمہاری بہتری چاہتا ہوں صرف ایک نام کا کاغذ کا ٹکڑا تمہاری حفاظت نہیں کر سکتا، تمہیں غفران جیسے درندوں سے نہیں بچا سکتا۔ ایسے درندوں سے بچنے کے لیے ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ غفران آج آفس آیا تھا۔ کافی دن سے وہ مجھے فالو کر رہا تھا مجھے پتا تھا لیکن یوں آفس آ کر ہنگامہ کرے گا اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ میں اس کو بہت اچھے سے سبق سکھا سکتا ہوں لیکن اس کے لیے تمہارا خلع لینا ضروری ہے کیونکہ اس کے بعد کئی رازوں سے پردے اٹھیں گے۔"

انابیہ نا سمجھی سے اس کی باتوں کو سن رہی تھی۔ پتا نہیں اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

"میں یہ نہیں کہوں گا سوچنے کے لیے وقت لو، فیصلہ ہو چکا ہے میں پیپر تیار کروا تا ہوں تم سائن کرو گی۔"

"میں ایسا کبھی نہیں کروں گی۔"

وہ روتے ہوئے بولی اور بھاگتے ہوئے باہر نکلی اور باہر کھڑے طالب سے بری طرح ٹکرائی لیکن اس نے رکنے کی زحمت نہیں کی تھی بلکہ اس کا بازو جو اس نے اسے تھامنے کے لیے بڑھایا تھا جھٹک کر تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔ جبکہ اس کے یوں ہاتھ جھٹکنے پر وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

☆☆☆

وہ ساری رات اس نے رو کر گزاری تھی۔ کیا اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں تھی۔ اس کا اپنی زندگی پر کوئی حق نہیں تھا، وہ کیا چاہتی ہے کوئی اس سے نہیں پوچھتا، سب اپنے فیصلے اپنی خواہشیں اس پر تھوپ دیتے ہیں۔ فجر کی نماز پڑھ کر وہ کتنی دیر تک اپنے حق میں سکون کی دعا مانگتی رہی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی انسان مایوس کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندے کو اکیلا نہیں چھوڑتے۔

کل رات کو بھی اس نے کھانا نہیں کھایا تھا اب اسے بھوک لگ رہی تھی۔ وہ کچن میں آ گئی۔ اپنے لیے چائے بنا کر دو بسکٹ لیے اور کچن کے پیچھے بنے لان میں آ گئی چائے پیتے وہ دور آسمان میں اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی، جو کھلے آسمان میں کتنی آزادی

سے اڑ رہے تھے، گہرا سانس لے کر اس نے نظریں آسمان سے ہٹائیں لیکن سامنے دیکھتے ہی اسے جھٹکا لگا اور کپ پر اس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑی تھی۔

طالب اس کے سامنے والی کرسی پر بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہا تھا۔ اسے اپنی بے خبری پر سخت غصہ آیا تھا۔ اس سے پہلے وہ اٹھتی وہ کرسی گھسیٹا اس کے نزدیک ہوا وہ متوحش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"داد دینی پڑے گی تمہیں کسی اور کے نکاح میں ہو کر کسی اور کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھا رہی ہو۔ شرم نہیں آتی تمہیں اپنے شوہر کو دھوکا دیتے۔" اس کے انداز میں غصہ محسوس کر کے اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے۔

"میں نے کسی کو دھوکا نہیں دیا۔" وہ بمشکل بولی۔

"اچھا اگر دھوکا نہیں دیا تو کس آس پر عمیر تمہارا رشتہ مانگ رہا ہے؟" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم سوچ رہی ہو مجھے کیسے پتا چلا تو تمہاری معلومات میں اضافہ کرتا ہوں کہ مجھے میرے گھر اور گھر والوں کی ہر طرح کی معلومات ہوتی ہے کون کس وقت کیا کر رہا ہے مجھے پتا ہوتا ہے، اب اگر عمیر تمہارا رشتہ مانگ رہا ہے تو ضرور تم نے اسے کوئی امید دلائی ہوگی۔"

"میں نے کچھ نہیں کہا میں نے تو کبھی ان سے بات بھی نہیں کی۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اگر یہ بات میں تمہارے شوہر کو بتا دوں کہ تم خلع کی تیاری کر رہی ہو کسی اور سے شادی کے چکر میں ہو تو سوچو کیا ہوگا۔" وہ ابرو اچکا کر بولا۔

"میں خلع نہیں لے رہی۔" اس نے تیزی سے نفی میں ہلایا پھر کچھ خیال آتے ہی تیزی سے آنسو صاف کیے۔

"آپ بھی تو ان کو جانتے ہیں آپ مجھے ان سے ملوا دیں۔" وہ آنکھوں میں معصومیت اور آس سے اسے دیکھنے لگی۔

طالب کتنی دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا اور پھر اس کے گھبرانے پر اس کے چہرے اور نظروں کے تاثرات بدلے۔ "ملوا تو سکتا ہوں لیکن ملواؤں گا نہیں۔"

کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ کرسی سے ہٹا لیے اور اپنی کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"کیوں" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"کیونکہ میں چاہتا ہوں تم میرے پاس رہو۔" اتنا بے رونا بھول کر تا بھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا کروگی ایسے نام نہاد شوہر کا جو تم سے پیار نہ کرتا ہو جسے تمہاری پرواہ نہ ہو۔"

"یہ آپ کا مسئلہ نہیں" وہ ناراضگی سے بولی۔

"اگر میں کہوں کہ میرا مسئلہ ہے تو" وہ اس کا پھولا ہوا چہرہ دیکھ کر بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو روک رہا تھا۔ وہ اٹھنے لگی جب اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔

"بیٹھ جاؤ میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔"

"ہاتھ چھوڑیں میرا" وہ روہانسی ہو کر ہاتھ چھڑوانے لگی۔

"پہلے بیٹھو پھر" وہ چپ چاپ بیٹھ گئی تو اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔

"آئندہ تم عمیر سے بات تو دور کی بات اس کے سامنے بھی نہیں جاؤ گی اور حذیفہ کو منع کرو کہ جو عشق اس کے دماغ میں بھرا ہے اسے نکال دے۔" وہ اب سنجیدہ لگ رہا تھا۔ "میں انہیں منع کر چکی ہوں۔"

"اچھی بات ہے اور تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے لیکن دوسری بات مان لو اپنی جان چھڑوا لو اس نام نہاد شوہر سے۔"

"آپ، آپ" اسے اتنا غصہ آ رہا تھا کہ آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔

"آپ آپ کیا" وہ جیسے محظوظ ہو کر پوچھنے لگا۔

"آپ ہوتے کون ہیں مجھ پر پابندیاں لگانے والے، میں آپ کے گھر میں رہ رہی ہوں اس کا

NOVELS KA JAHAN

مطلب یہ نہیں آپ اپنی من مانی کریں۔" پہلی بار وہ اتنی لمبی بات کر رہی تھی طالب نے داد دیتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"من مانی تو میں نے ابھی کی نہیں ڈارلنگ" اس کے طرز تخاطب پر انابیہ کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں" وہ غصے کے مارے کانپ اٹھی تھی۔

"پھر وہی بات" وہ اٹھ کر اس کے قریب ہوا

"حد ابھی میں نے پار نہیں کی لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی تو حد پار کرنے میں مجھے پل نہیں لگے گا، چھوڑو اس شوہر کو میرے پاس آ جاؤ بہت خوش رکھوں گا تمہیں۔"

"آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں اگلے ماہ آپ کی شادی ہونے والی ہے اور آپ مجھ سے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"تو کیا ہوا ہونے والی ہے، میں تم سے بھی کر لوں گا میں افورڈ کر سکتا ہوں۔"

"آپ کو شرم آنی چاہیے۔"

"وہ مجھے نہیں آتی سوری۔" وہ شرارت سے معذرت کرتے بولا۔

"آپ مجھے بہت تنگ کر رہے ہیں میں نے پہلے کوئی بات نہیں کی لیکن اب میں حذیفہ کو آپ کی شکایت کروں گی۔"

"او میں تو ڈر گیا۔" اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی پھر اس کا چہرہ دیکھ کر ہنس پڑا جس کے چہرے پر ڈر، غصہ، شرم سب بیک وقت نظر آ رہے تھے۔

"ضرور کرو، میں کون سا ڈرتا ہوں، میں وہی کروں گا جو میرا دل کرے گا۔"

اس کے بے باک انداز پر وہ بے بس ہو کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی، طالب نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر چہرے سے ہٹائے۔

"میری بات مانو گی تو فائدے میں رہو گی۔" انابیہ بھیگی نظروں سے شکایتی انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"اب ایسے نہ دیکھو مجھے تم سے بیوی والی فیل آ رہی ہے۔" انابیہ نے جھٹکے سے ہاتھ کھینچے اور کرسی کو پیچھے دھکیلتی بھاگنے کے انداز میں وہاں سے نکلی تھی۔ جبکہ طالب نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے ٹھنڈی ہوا کو اندر اتارا تھا۔

☆☆☆

"بیا کہاں ہے" کلثوم جو کب سے کچن کی طرف دیکھ رہی تھیں تنگین کے نکلنے پر پوچھا۔

"پتا نہیں آنٹی میں نے صبح سے نہیں دیکھا۔"

"یہ ہو کیا گیا ہے اس لڑکی کو، رات کو بھی کھانا نہیں کھایا، صبح بھی غائب ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی" کلثوم کو اب پریشان ہو رہی تھی۔

"مجھے کچھ پریشان لگ رہی تھی کل سے۔" قاسم نے چائے پیتے ہوئے کہا تو رخسانہ نے تنگین کو دیکھا۔ "تمہیں کچھ پتا ہے اس بارے میں۔"

"نہیں مما مجھے بھی بہت چپ چپ لگی تھی میں نے پوچھا تھا تو کہنے لگی کہ اس کو اس کے بابا یاد آ رہے ہیں۔"

"بے چاری بچی" شمسہ نے افسوس کا اظہار کیا وہ سب بیا کی باتیں کر رہے تھے صرف طالب اور حذیفہ تھے جو آرام سے ناشتا کر رہے تھے۔ کیونکہ ان دونوں کو وجہ پتا تھی۔

"آپا غیر لڑکی کو آپ لوگوں نے کچھ زیادہ ہی سر پہ سوار نہیں کر لیا۔" فضیلہ کو اتنی بے چینی ہضم نہیں ہوئی تھی۔

"غیر نہیں فضیلہ ہماری بیٹی ہے وہ بالکل تنگین کی طرح۔" کلثوم کو برا لگا تھا اسے غیر کہنا شمسہ نے بھی ناگواری سے انہیں دیکھا تو وہ گڑبڑا کر بات بدل گئیں۔

"میں تو ویسے ہی ایک بات کر رہی تھی، بچی تھوڑی ہے جو ہر وقت بلایا جائے۔" ان کی بات کا

CamScanner

کسی نے جواب نہیں دیا تھا۔

"آج ناشتا کر کے پتا چل رہا ہے لبنیٰ نے بنایا ہے کوئی ٹیسٹ نہیں" قاسم نے پورا پراٹھا ختم کرنے کے بعد کہا۔

"یہ تمہیں ایک پراٹھا کھانے کے بعد پتا چلا" نگین نے اس کا مذاق اڑایا۔

"یہ تو بھوک کی وجہ سے مجبوری میں کھایا ہے بیا نے بنایا ہوتا تو میں دو، تین کھا جاتا۔"

"اس کی کوکنگ بہت اچھی ہے ذائقہ ہے اس کے ہاتھ میں۔" شمسہ نے بھی کہا۔

"تم بھی کچھ سیکھ لو انعم" رخسانہ کے کہنے پر اس نے منہ بنایا۔

"پھوپھو ہوٹل کس لیے بنے ہیں"

"ہوٹل کبھی کبھی کے لیے ٹھیک ہیں، لیکن طالب کو گھر کا کھانا پسند ہے" رخسانہ کے کہنے پر اس نے طالب کی طرف دیکھا، جو موبائل دیکھتے کافی پی رہا تھا۔

"اگر طالب کو گھر کا کھانا پسند ہے تو میڈ ہے نا لبنیٰ اور اب تو بیا بھی آ گئی ہے، دو دو میڈ ہو گئی ہیں۔"

اپنی بات کہہ کر وہ خود ہی ہنسی تھی۔

حذیفہ اور طالب نے ایک ساتھ اسے دیکھا تھا لیکن ناگواری سے، ان دونوں کو یوں دیکھتا پا کر وہ گھبرائی تھی۔

"میں مذاق کر رہی تھی۔" وہ خود پر قابو پا کر مسکرا کر بولی۔

"میں بیا لو دیکھ کر آتی ہوں۔"

نگین فوراً اٹھی ہوئی تھی" ... ہم شادی کی شاپنگ پر کب ساتھ چلیں گے۔"

"میرے پاس ٹائم نہیں۔" اس ... کر روکھے انداز پر ... نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"طالب ہماری شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں تم ایک بار بھی میرے ساتھ شاپنگ پر نہیں گئے نہ تم کوئی انٹرسٹ لے رہے ہو بلکہ جب سے میں آئی ہوں تم مجھے ایوائیڈ کر رہے ہو۔" وہ زیادہ دیر خود پر قابو نہیں رکھ سکی۔ اس لیے غصے سے بولی۔

فضیلہ نے دانت پیس کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔ جو جلد اپنا اصل روپ دکھانے والی تھی کتنا سمجھا بوجھا کر وہ اسے لائی تھیں تبھی تو فضیلہ اسے بہو بنانے کو تیار ہوئی تھیں ورنہ طالب اتنی جلدی قابو آنے والا نہیں تھا۔ اب وہ سمجھ رہی تھی، منگنی ہو گئی شادی ہونے والی ہے تو وہ کچھ بھی کر سکتی ہے اور کوئی اسے کچھ نہیں کہے گا۔

"کیسے بات کر رہی ہو انعم؟" رخسانہ نے ناگواری سے اسے ٹوکا۔

"میں ایسے ہی بات کرتی ہوں پھوپھو، آپ مجھ پر رعب ڈالنے کے بجائے اپنے بیٹے سے پوچھیں وہ مجھے کیوں شاپنگ پر نہیں لے کر جا رہا۔"

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں، سمجھیں آئندہ اپنا لہجہ ٹھیک رکھ کر بات کرنا۔" وہ انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کرتا غصے سے وہاں سے نکل گیا۔

اب وہ واویلا کر کے رو رہی تھی، صرف رخسانہ اور فضیلہ اسے چپ کروا رہے تھے۔

☆☆☆

وہ شام کو گھر آیا تو سب موجود ... کے علاوہ۔

"بیا کہاں ہے" حذیفہ نے نگین سے پوچھا جو اس کے لیے پانی لائی تھی۔

"اپنے کمرے میں ہے"

"طبیعت ٹھیک ہے اس کی، کھانا کھایا اس نے"

"چھوٹی مما نے زبردستی کھلایا ہے اسے، آپ کا پوچھ رہی تھی۔"

"ہوں" اس نے سر ہلایا۔

"تمہاری کزن اور ممانی کہاں ہیں"

"صبح بھائی کی بات سے موڈ آف ہو گیا تھا میڈم کا اس لیے مما ان کا موڈ ٹھیک کروانے شاپنگ پر لے گئی ہیں۔"

"اچھا" کھانا لگواؤں آپ کے لیے" اسے

اٹھتا دیکھ کر تمکین نے پوچھا۔ "بھائی آ گئے ہیں۔" حذیفہ نے طالب کا پوچھا۔

"تو ن آیا تھا تھوڑی دیر میں آ رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر ان کے ساتھ کھاؤں گا۔" فریش ہو کر وہ نیچے آیا تو اس کا رخ انابیہ کے کمرے کی طرف تھا۔

"دستک دے کر اندر آیا تو وہ کھڑکی اسے دیکھ کر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور دوپٹہ سر پر لیا۔ وہ اٹھنے لگی جب حذیفہ نے اسے منع کر دیا اور بیڈ کی سائیڈ پر رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور بغور اس کا اترا چہرہ دیکھا۔

"مجھے پتا ہے تم مجھ سے ناراض ہو میری بات تمہیں بری لگی ہے لیکن انابیہ میں تمہاری خوشی چاہتا ہوں۔"

"اگر آپ میری خوشی چاہتے ہیں تو ایسی بات نہ کرتے" وہ دونوں ہاتھ گود میں رکھے سر جھکائے بولی تو حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"تمکین نے کہا تم میرا پوچھ رہی تھی۔"

حذیفہ کے پوچھنے پر وہ لب چبانے لگی۔ جبکہ ہاتھوں کو وہ اضطرابی کیفیت میں مسل رہی تھی۔

"کیوں پریشان ہو انابیہ مجھے بتاؤ" انابیہ نے پریشانی سے اپنا ماتھا مسلا۔

"پتا نہیں آپ میرا یقین کریں گے یا نہیں۔"

"میں کروں گا انابیہ تم بولو۔" حذیفہ نے اسے تسلی دی۔

"آپ کے بھائی مجھے تنگ کرتے ہیں میرے ساتھ مس بی ہیو کرتے ہیں۔" وہ سر جھکائے بولی۔

"مجھے پتا ہے انابیہ بھائی بہت روڈ ہو جاتے ان کے مس بی ہیو کے لیے میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔"

"نہیں وہ روڈ نہیں ہوتے زبردستی میرا ہاتھ پکڑتے ہیں اور مجھ سے بہت فضول باتیں کرتے ہیں۔"

حذیفہ حیرت سے انابیہ کو دیکھ رہا تھا۔

"کیسی باتیں؟"

حذیفہ کے پوچھنے پر تیزی سے اس کے چہرے کا رنگ بدلا تھا اور ساتھ ہی حذیفہ کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا طالب ایسا بھی کر سکتا ہے۔ وہ بے یقینی کے مارے کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"میں کب سے برداشت کر رہی ہوں لیکن اب بہت زیادہ ہو رہا ہے، وہ مجھے دھمکی دے رہے ہیں اگر میں ان کی کسی بھی بات سے منع کروں گی تو وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ میں آپ سے شکایت کروں گی تو پھر بھی وہ" وہ بات ادھوری چھوڑ کر رک گئی۔

حذیفہ کچھ کہے بغیر تیزی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کوٹ اتار کر طالب نے بیڈ پر پھینکا اور شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے وارڈروب کی طرف بڑھا۔ تبھی دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا۔ طالب نے مڑ کر ناگواری سے دیکھا اور حذیفہ کو دیکھ کر اس کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوا۔

"یہ کیا طریقہ ہے اندر آنے کا؟" طالب اسے گھورنے لگا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"لیکن مجھے ابھی کوئی بات نہیں کرنی۔" طالب نے وارڈروب سے نئی شرٹ نکالی۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آ رہی آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں، وہ لڑکی ہمارے گھر میں رہتی ہے پہلے آپ اس کے ساتھ روڈ تھے اب آپ اسے ہراس کر رہے ہیں۔"

اس کی بات سن کر طالب نے اطمینان سے شرٹ پہنی اور دو تین قدم چل کر اس کے بالکل سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

"کس کی بات کر رہے ہو۔"

"بیا کی بات کر رہا ہوں جسے آپ ہراس کر رہے ہیں۔"

"اچھا اب تم مجھ پر میری ہی بیوی کو ہراس کرنے کا الزام لگاؤ گے لا تنگ تیری لی۔"

وہ ابرو اچکا کر حذیفہ کو دیکھنے لگا۔ جس کا حیرت کے مارے منہ کھل گیا تھا۔

"منہ بند کرو مچھر چلا جائے گا۔" وہ ناگواری سے بولتے واش روم چلا گیا دو منٹ بعد وہ ٹراؤزر بدل کر باہر آیا اور آتے ہی گیلا تولیہ اس کے منہ پر مارا۔

NOVELS KA JAHAN

CamScanner

”سوال تو تم ایسے کرنے آئے تھے جیسے خود تم دودھ کے دھلے ہو۔“ اب وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ حذیفہ نے ایک نظر اپنے شاندار بھائی پر ڈالی جو ہر بار اسے حیران کر دیتا تھا۔

”آپ کو کیسے پتا چلا۔“ اب کہ اس کی آواز دھیمی تھی طالب نے شیشے سے پریشان نظر آتے حذیفہ کو دیکھا۔

”میں نے تمہیں کہا تھا، حذیفہ تم مجھ سے چھوٹے ہو ابھی اتنے بڑے نہیں ہوئے کہ مجھے ڈاج دے سکو۔“ برش ڈریسنگ ٹیبل پر واپس رکھ کر وہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا۔

”اتنی بڑی گیم کھیلنے سے پہلے تم نے سوچا نہیں کہ تمہارے گھر والوں کا ردعمل کیا ہوگا۔“ اس کے سوال پر حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔ جیسے خود کو کسی بہت بڑے بوجھ سے آزاد کرنے جا رہا ہو۔

”میرے پاس اور کوئی چوائس نہیں تھی۔ عمر کا ایک بڑا حصہ ہم نے عفت گل اور اس کی بیٹی سے نفرت کرنے میں گزار دی۔ حالانکہ انابیہ کا اس میں کوئی قصور نہیں تھا وہ صرف عفت گل کی بیٹی نہیں ارباز جیلانی کی بھی بیٹی ہے، میں شاید کبھی اس کے بارے میں نہ سوچتا اگر اسے دیکھ نہ لیتا۔ وہ جتنی معصوم نظر آتی ہے اس سے زیادہ ڈرپوک ہے ہونا بھی چاہیے اس کی حفاظت کے لیے کبھی بھی اس کا باپ بھائی شوہر کوئی اس کے لیے موجود نہیں تھا۔ اور جس عیش میں ہم زندگی گزار رہے تھے اس کا بھی حق تھا جبکہ وہ دو کمرے کے ایک چھوٹے سے گھر میں ڈر ڈر کر رہی تھی۔

میں تو سعید انکل کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے ہماری عزت کی اتنے سال حفاظت کی۔ میں نے گھر میں بات کی تھی اور ردعمل آپ نے دیکھا تھا اور اپنا جواب بھی آپ کو یاد ہوگا۔“ اس نے کہنے کے ساتھ شکایتی انداز میں اسے دیکھا۔

”میں گھر والوں کو ناراض نہیں کر سکتا تھا اس لیے خاموش ہو گیا۔ لیکن میں انابیہ کو یوں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اب جب کہ میں جانتا تھا کہ وہ کون ہے، اور مجھے پتا تھا آپ بھی مجھ پر شک کر رہے تھے اور باقاعدہ نوید کے ذریعے میری جاسوسی کروا رہے تھے۔“

حذیفہ کے کہنے پر کب سے سنتے طالب نے پہلو بدلا۔ ”وہ ہمارے درمیان رہتی تو سب کو اندازہ ہوتا وہ عفت گل کی ہی نہیں ارباز جیلانی کی بھی بیٹی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اس کی اپنی پہچان ہے انابیہ گل مجھے پتا تھا اسے دیکھ کر سمجھ کر کوئی اسے اگنور نہیں کر سکتا ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔“ اب کہ حذیفہ نے جتاتے ہوئے انداز میں طالب کو دیکھ کر پوچھا۔

”تم مجھے صرف یہ بتاؤ جب تم اچھی طرح جانتے ہو وہ میری بیوی ہے تو تم کیسے عمیر کو اپنا محبت نامہ سنانے کی اجازت دے سکتے ہو، تمہیں اصولاً اس کا منہ توڑ دینا چاہیے تھا۔“ طالب نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کر دانت پیستے ہوئے کہا۔

”مجھے پتا ہے وہ آپ کی بیوی ہے۔ لیکن انابیہ یہ نہیں جانتی، عمیر یہ نہیں جانتا، اور دوسری بات آپ انجم سے شادی کر رہے ہیں، انابیہ آپ کو پسند نہیں تو ضرورت کیا ہے اسے لٹکا کر رکھنے کی۔“

”حذیفہ اپنی حد میں رہو، تم کون ہوتے ہو میری بیوی کو مجھ سے الگ کرنے والے۔“ اب کہ طالب خود پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔

”میں اس کا بھائی ہوں۔“

”اور میں اس کا شوہر ہوں۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولا۔

”جس کا اسے پتا نہیں۔“ حذیفہ طنزیہ بولا۔

”اور تمہارے بھائی ہونے کا تو جیسے وہ اعلان کرتی ہے نا۔“ طالب استہزائیہ انداز میں بولا۔

”پتا نہیں تو کیا ہوا میں اسے بہن مانتا ہوں۔“

”تو میرا اسے پتا نہیں تو کیا ہوا میں بھی اسے بیوی مانتا ہوں اور تھوڑا بہت ثبوت بھی دے ہی چکا ہوں جس کی شکایت لے کر وہ اپنے بھائی کے پاس آئی تھی۔“

طالب کے استہزائیہ انداز پر حذیفہ کا منہ لال ہوا تھا۔

”آپ کرنا کیا چاہ رہے ہیں، ایک طرف آپ انجم سے شادی کر رہے ہیں، دوسری طرف آپ انابیہ کو

اپنی بیوی کہہ رہے ہیں، بھائی اس کی زندگی پہلے ہی بہت مشکل سے گزری ہے۔ میں نہیں چاہتا اسے اب کوئی تکلیف ہو۔ وہ بہت پیور ہے اور وہ زندگی کی ساری خوشیاں ڈیزرو کرتی ہے، عمیر اسے خوش رکھے گا۔"

"میں اسے خوش نہیں رکھ سکتا؟" طالب اب سنجیدگی سے سوال کیا۔

"آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔" اب کہ سوال حذیفہ کی طرف سے آیا تھا۔

"سوال یہ ہے کہ انابیہ کس کے ساتھ خوش رہے گی اور جواب یہ ہے جس سے وہ محبت کرتی ہے جو اس کا شوہر ہے جو میں ہوں۔" طالب نے فخریہ انداز میں انگلی اپنے سینے پر رکھی۔ حذیفہ زیرلب مسکرایا۔

"وہ اپنے شوہر سے محبت کرتی ہے لیکن آپ کو وہ بالکل اچھا نہیں سمجھتی۔" اس کے مذاق اڑانے پر طالب نے غصے سے اسے گھورا۔

"وہ تم مجھ پر چھوڑ دو کیسے اس سے محبت کرواتی ہے فی الحال یہ جو رائتہ تم نے پھیلایا ہے اس کو سمیٹو اور عمیر کو دور رکھو اگر تم اس کے بھائی ہو تو میں اس کا شوہر ہوں میں بالکل برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی میری بیوی کو اس نظر سے دیکھے۔"

"بھائی آپ نے انابیہ کو لے کر کیا سوچ رکھا ہے؟"

طالب جو اٹھ کر اسٹڈی کی طرف جارہا تھا۔ حذیفہ کے لہجے میں فکرمندی محسوس کرکے اس کی طرف مڑا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے۔ حذیفہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔"

"پتا نہیں بھائی" وہ ہارے ہوئے انداز میں کندھے اچکا کر رہ گیا۔

"آپ اس سے نفرت کرتے ہیں۔"

"تب تک جب تک اسے نہیں جانتا تھا۔ اُس تم نے ہی کہا کہ اسے دیکھنے کے بعد خود کو روک نہیں سکے۔ بالکل اسی طرح اس کو دیکھ کر سمجھ کر اور خاص طور پر ہمارے درمیان رشتے کو جان کر میں خود کو اس سے محبت کرنے سے روک نہیں سکا، مجھے یاد نہیں رہا وہ عفت گل کی بیٹی ہے مجھے یاد تھا وہ شہیر طالب کی بیوی ہے۔

اس کی ذات کا حوالہ عفت گل کی بیٹی نہیں، شہیر طالب کی بیوی ہونا ہے۔ اگر اس نے اپنی زندگی میں ہماری وجہ سے تکلیفیں دیکھی ہیں تو ان کی بھرپائی کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسے ہر خوشی دینا میری ذمہ داری ہے، جس عزت اور محبت کی اسے چاہت ہے اس سے زیادہ محبت اور عزت میں اسے دوں گا اور کرواؤں گا۔ یہ میرا آ سے وعدہ ہے اور خود سے بھی، اس لیے بے فکر ہو جاؤ۔"

حذیفہ کی آنکھیں نم تھیں وہ بے اختیار اس کے گلے لگ گیا تھا۔ طالب نے مسکرا کر اس کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کیا۔

"اب بس کرو ابھی تمہاری بہن کی رخصتی نہیں ہوئی۔" طالب کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"گھر والوں کا کیا کریں گے۔"

"کچھ نہیں ہوگا جیسا تم سوچ رہے ہو، تمہاری بہن کا جادو ہر طرف چل چکا ہے۔" طالب کے کہنے پر حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"انابیہ کو آپ بتائیں گے یا میں بتاؤں۔"

"تم ہرگز نہیں، میں خود بتاؤں گا لیکن اس سے پہلے محترمہ کی طبیعت صاف کرنی ہے۔" وہ آنکھیں سکیڑ کر کچھ سوچتا بولا۔

"بھائی پلیز وہ پہلے ہی آپ سے بہت ڈر رہی ہے آپ کو پتا ہے وہ آپ کی بیوی ہے لیکن اسے پتا نہیں آپ اس کے شوہر ہیں۔ جس کی محبت میں وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہے، وہ آپ کو نامحرم سمجھتی ہے اس لیے آپ کے قریب جانے پر وہ ڈر جاتی ہے۔"

"یار کتنا اچھا لگتا ہے نا کوئی آپ کو اتنا چاہے بغیر دیکھے بغیر جانے، مجھے بھی بھی خود پر ناز ہوتا ہے، بڑی پراؤڈ فیلنگ آتی ہے۔" اس نے جیسے خود ہی انجوائے ہ نہ قہقہہ لگایا۔ تو حذیفہ کی بھی ہنسی نکل گئی۔

"شکر مانیں میری بہن بے چاری عقل سے پیدل ہے ورنہ آپ کو کس نے گھاس ڈالنی تھی۔"

میری بہن تمہیں گھاس ڈالتی نا کافی ہے،

مجھے ضرورت نہیں" طالب کے انداز پر اب حذیفہ نے دل کھول کر قہقہہ لگایا۔

"چلو اب جاؤ مجھے سوچنے دو اپنی بیوی کو اب کیسے تنگ کیا جائے۔"

طالب کے کہنے پر حذیفہ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ جانتا تھا وہ جتنا منع کرے گا وہ اتنا زیادہ انابیہ کو تنگ کرے گا۔ اس لیے کمرے سے باہر نکل گیا۔ لیکن اس کے دل و دماغ جیسے ہر فکر سے آزاد ہو گئے تھے۔ پہلے وہ اکیلا انابیہ کی فکر میں ہلکان تھا اب جب طالب کو سب پتا تھا تو اسے یقین تھا وہ سب ہینڈل کرے گا۔ حذیفہ کو بتانے کے بعد وہ کچھ ریلیکس ہو گئی تھی۔ اسے امید تھی حذیفہ کے پوچھنے کے بعد طالب اب مزید کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کرے گا، دوسرا وہ صبح سے اسے نظر بھی نہیں آیا تھا اس لیے وہ آرام سے اپنے کام نمٹا رہی تھی۔

وہ باہر لان میں آئی تیز سرد ہوا نے اس کا استقبال کیا اس نے شال کو اچھی طرح خود پر لپیٹا۔ آسمان پر گہرے بادل تھے جس کا مطلب تھا کسی بھی ٹائم بارش ہو سکتی ہے اور بارش کا مطلب مزید سردی، وہ کتنی ہی دیر کھڑی ہو کر ٹھنڈ کو محسوس کرتی رہی لیکن جب سردی سے ہاتھ پاؤں سن ہونے لگے تو اس نے لان کے پچھلے حصے کا رخ کیا، جہاں دھلے کپڑے سوکھنے کے لیے لٹکے تھے۔ اس نے دیکھا کچھ کپڑے سوکھ چکے تھے جبکہ کچھ گیلے تھے۔ اس نے جلدی سے کپڑے اتارنے شروع کیے کیونکہ بارش شروع ہونے والی تھی وہ دونوں ہاتھ میں کپڑے بھر کر لانڈری روم کی طرف بڑھی۔ مشین پر کپڑے رکھ کر اس نے لائٹ آن کی لیکن بلب نہیں جلا۔ شاید فیوز ہو چکا تھا۔ وہ دوبارہ باہر آئی تو بارش کی بوندیں گرنا شروع ہو چکی تھیں۔

وہ تیزی سے باقی کپڑے اتارتی لانڈری روم میں آئی۔ اس سے پہلے وہ مڑتی دروازہ بند ہو گیا تھا اور وہیں ساکت ہو گئی۔ اور اس کے ساکن ہونے کی وجہ وہ مخصوص خوشبو تھی جو اس کے اردگرد پھیل رہی تھی وہ خوشبو اس کی سانسیں روک لی گئی تھی۔

"حذیفہ کو شکایت لگا کر تمہارا شوق پورا ہو گیا۔" وہ مسکرا کر پوچھ رہا تھا جبکہ اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔

"بتاؤ اب اس بات کی کیا سزا دی جائے تمہیں۔ بولو۔"

اسے دیکھ کر وہ زور سے بولا تو وہ ڈر کے مارے اچھل پڑی۔

"سوری۔"

"اب سوری سے کام نہیں چلے گا۔ اب سزا ملے گی۔" وہ مزید قریب ہوا تو انابیہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی اور پیچھے دیوار سے ٹکرا گئی بے بسی کی انتہا محسوس کرتے وہ بری طرح رونے لگی تھی۔

تبھی دروازہ کھلا تھا اور سارے کمرے میں روشنی پھیل گئی تھی۔ ان دونوں نے سامنے دیکھا جہاں حذیفہ اور اس کے پیچھے شاک کی کیفیت میں ارحم اور قاسم کھڑے تھے۔ انابیہ کا سارا وجود جیسے سن ہو کر رہ گیا۔ چوکیشن سمجھ کر حذیفہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"بیا تم ٹھیک ہو۔" اس نے انابیہ کو دیکھ کر سوالیہ نظروں سے طالب کو دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو بھائی یہ کیا سین ہے۔

"میں اپنے کپڑے لینے آیا تھا، لائٹ آف تھی میرے اندر آنے پر بیا ڈر گئی تھی بس اسی لیے۔" انابیہ کی نسبت وہ بالکل ریلیکس تھا۔

"تسلی دینے کا یہ کون سا طریقہ تھا۔" ارحم ہنکارتی ہوئی ان کے قریب آ گئی تھی۔

طالب نے ناگواری سے اسے دیکھا جو خونخوار نظروں سے بیا کو دیکھ رہی تھی جس کی حالت ایسی تھی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"قاسم! بیا کو لے جاؤ۔"

"جی" انابیہ تیزی سے آگے بڑھی لیکن دروازے کے قریب پہنچنے پر ارحم نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا تھا۔

"بازو چھوڑو اس کا ارحم۔" طالب کی سخت اور سنجیدہ آواز پر ارحم نے غصے سے اسے دیکھا لیکن مقابل کے دیکھنے کا انداز اتنا سخت تھا کہ اس کے بازو

NOVELS KA JAHAN

پر اس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہوئے ختم ہو گئی تھی۔ انابیہ بھاگنے کے انداز میں وہاں سے نکلی تھی۔

"تم مجھے بتاؤ گے یہ سب کیا تھا۔"

وہ اب طالب کو گھور رہی تھی۔

"میں تمہیں جواب دینے کا پابند نہیں۔" کہہ کر وہ بھی نکل گیا اور اس کے پیچھے حذیفہ اور قاسم بھی۔

"دیکھ لوں گی تم لوگوں کو۔" وہ نفرت بھری نظروں سے ان تینوں کی پشت کو گھور رہی تھی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"بولو" تمکین نے مصروف انداز میں کہا تو قاسم نے اردگرد دیکھا جہاں سب خواتین آپس میں باتوں میں معروف تھیں جبکہ اقصم منہ بنائے اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"اب بول بھی چکو" تمکین نے اب اکتا کر اسے دیکھا جوابا قاسم نے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہا تھا ہاتھ میں پکڑی ساری چیزیں زمین بوس ہو گئی تھیں۔

"قاسم اگر یہ مذاق ہے تو بہت فضول ہے۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"قسم سے تمہاری قسم۔"

"میں نہیں مانتی۔" وہ قاسم کے قسم کھانے کے باوجود بے یقین تھی۔

"میں نے اپنی گناہ گار آنکھوں سے دیکھا ہے۔" ساتھ ہی اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"اقصم آپی نے بھی دیکھا۔"

تمکین نے اقصم کی شکل دیکھ کر پوچھا۔ "دیکھا ہے تو تھوڑا اڑا ہوا ہے۔" قاسم منہ بناتا بولا۔

"تو ابھی تک کوئی طوفان کیوں نہیں آیا۔" وہ زیر لب بڑبڑائی لیکن قاسم نے سن لیا تھا۔

"میں بھی اسی انتظار میں ہوں دیکھو دھما کا کس سائیڈ سے ہوتا ہے۔" قاسم نے اقصم کو دیکھ کر آنکھیں مٹکائیں تو تمکین پریشانی سے اپنی ماں چچی اور پھپھو کو دیکھنے لگی، ابھی اطلاعی گھنٹی پر سب کی توجہ آنے والے کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔

وہ قاسم کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف حیرت سے بڑھا جہاں اسے اپنے دوست کی اچانک آمد کی اطلاع ملی تھی اور اندر داخل ہوتے ہی عمیر کو اس کی والدہ اور بہن کے ساتھ دیکھ کر اس نے کھا جانے والی نظروں سے حذیفہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کر اس نے فوراً نظریں چرائی تھیں۔

"کیسے ہو عمیر؟" عمیر سے معانقہ کر کے وہ اس کی والدہ اور بہن کو سلام کر کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ ڈرائنگ روم میں سب موجود تھے حتیٰ کہ اقصم اور اس کی والدہ بھی۔ ابھی جو ہوا تھا یقیناً بڑا تماشا لگنے والا تھا لیکن فی الحال خوش گوار ماحول میں چائے پی جا رہی تھی، طالب کے چہرے کا تناؤ بھی کچھ کم ہوا تھا۔

"بیا نظر نہیں آ رہی۔" عمیر کی والدہ کے کہنے پر طالب نے عمیر کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

"دراصل اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" کلثوم کے کہنے پر عمیر کی والدہ فکرمندی سے بولیں۔

"خیریت ہے؟"

"جی آنٹی خیریت ہی ہے بس اس کو شوق ہو رہا تھا اتنی ٹھنڈ میں کونوں میں جا کر چھپنے کا۔" اقصم کے طنزیہ انداز پر سب اس کو دیکھنے لگے۔ سب کے دیکھنے پر وہ کندھے اچکا کر مسکرا دی۔

"میں مل لوں اس سے" وہ اٹھنے لگیں تو شمسہ نے انہیں روک دیا۔

"آپ کو زحمت ہو گی اور اچھا بھی نہیں لگتا ہم بیا کو یہاں بلا لیتے ہیں۔ یہ جاؤ تمکین بیا کو بلا لاؤ۔"

رخسانہ کے کہنے پر تمکین نے بے چارگی سے سب کو دیکھا۔ جو پچویشن قاسم نے اسے بتائی تھی اس کے بعد اب تک بیا سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا اور اسے بھی اندازہ تھا کہ وہ بھی سب گھر والوں کو اوائڈ کر رہی ہے۔ دوسری نظر اس نے طالب پر ڈالی اور بے یقینی سے سر ہلایا اس کا بھائی کیسے غیر لڑکی کے اتنے قریب جا سکتا ہے۔

"تمکین" رخسانہ نے حیرت سے اسے کھڑا دیکھ کر آواز دی تو وہ سر ہلا کر مڑ گئی۔ وہ جب اندر آئی تو انابیہ واش روم سے باہر آ رہی تھی۔ تمکین نے بغور اس

کی سرخ آنکھوں کو دیکھا۔
"وہ سب نیچے بلا رہے ہیں۔" تمکین کے کہنے پر اس نے سراسیمہ نظروں سے تمکین کو دیکھا لیکن وہ اس سے نظریں چرا کر تیزی سے واپس مڑ گئی جبکہ ڈر کے مارے انابیہ کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اسے پتا تھا اقعم نے اب تک سب کچھ مرچ مسالا لگا کر گھر والوں کو بتا دیا ہوگا وہ کیسے ان کا سامنا کرے گی اور کیا بتائے گی، پتا نہیں کوئی اس کا یقین کرے گا یا نہیں اور جب انہیں اس کی ماں کا پتا چلے گا تو سب کو اقعم کی بات کا یقین آجائے گا۔

اس نے بہتے آنسوؤں کو صاف کیا اور دھڑکتے دل کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی۔ طالب نے گردن گھما کر اسے دیکھا جو دوپٹہ اچھی طرح سر پہ لیے پریشان چہرے کے ساتھ سہمی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ طالب نے کھا جانے والی نظروں سے حذیفہ کو دیکھا وہ بھی ناراضی سے طالب کو دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو خود پر کنٹرول رکھتے تو حالات اتنے خراب نہ ہوتے۔ طالب نے چڑ کر سر جھٹکا۔

"آؤ بیٹا! کلثوم بتا رہی تھی طبیعت خراب ہے تمہاری، اب کیسی ہو" وہ ابھی تک ویسے ہی کھڑی سچویشن سمجھنے کے لیے سب کے چہرے دیکھ رہی تھی۔

"طبیعت ابھی ابھی ٹھیک نہیں لگ رہی بچی کی" عمیر کی والدہ نے افسوس سے اس کا گم صم انداز دیکھا۔

"بیا! یہاں آؤ بچے" کلثوم کے پیار سے بلانے پر اسے کچھ حوصلہ ہوا تھا۔ وہ چلتی ہوئی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

"نظر لگ گئی ہے ہماری بچی کو۔ آئے روز کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔" شمسہ نے پیار بھری نظروں سے اسے دیکھا اور آنے والے وقت کو سوچ سوچ کر انابیہ کا خون خشک ہو رہا تھا۔

"ہے بھی تو اتنی پیاری" کاشفہ عمیر کی بہن نے بھی سراہتی نظروں سے اسے دیکھا اور ماں کو دیکھ کر ذن کا اشارہ کیا۔

"رخسانہ ہم یہاں ایک بہت خاص بات کرنے آئے ہیں۔" عمیر کی والدہ نے گلہ کھنکھارا۔ ان کے کہنے پر سب ان کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ حذیفہ نے بے ساختہ اضطرابی کیفیت میں پہلو بدلا جبکہ طالب نے دانت مضبوطی سے جمائے کیونکہ جو سچویشن یہاں ہونے والی تھی اس کے لیے وہ ابھی تیار نہیں تھا، اسے طریقے سے یہ بات سب کے سامنے رکھنی تھی۔ لیکن اس کی زندگی میں شاید کچھ بھی نارمل انداز میں نہیں ہو سکتا تھا۔

"ہمیں آپ کی بیا بہت پسند آئی ہے، میں کب سے عمیر کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی تھی، اتنی لڑکیاں بتائیں پر اسے کوئی پسند نہیں آئی۔ پھر کہاں اس کی ملاقات بیا سے ہوئی تب سے میرے پیچھے لگا تھا کہ میں چلوں اس کے ساتھ کیونکہ بیا آپ کے ساتھ رہتی ہے تو آپ لوگ ہی اس کی شادی کا فیصلہ کریں گے تو عمیر کا رشتہ میں آپ لوگوں کے سامنے ہی رکھوں گی نا۔"

وہ اب منتظر نظروں سے تینوں خواتین کو دیکھ رہی تھیں۔

"عمیر بہت پیارا لڑکا ہے، بہت عرصے سے ہم عمیر کو جانتے ہیں میرا نہیں خیال اعتراض والی کوئی بات ہے۔" یہ بات کلثوم نے کہی تھی۔

"کیوں حذیفہ تم کیا کہتے ہو؟" رخسانہ نے اس سے پوچھنا ضروری سمجھا، کیونکہ بیا کے بارے میں وہ زیادہ اچھی طرح جانتا تھا۔

حذیفہ نے بیا کی طرف دیکھا جس کا رنگ بالکل سفید پڑ چکا تھا دوسری نظر اس نے طالب پر ڈالی جس کا غصہ اس کے چہرے سے صاف جھلک رہا تھا۔

"حذیفہ میں نے تم سے بات کی تھی؟" اسے چپ دیکھ کر عمیر بے چین ہو کر آہستہ سے بولا تو حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"عمیر میں تمہاری خواہش کا احترام کرتا ہوں لیکن یہ ممکن نہیں۔"

"واٹ۔" عمیر نے صدمے سے اسے دیکھا جبکہ سب حیرت سے حذیفہ کو دیکھ رہے تھے۔

"بیٹا لیکن انکار کی وجہ۔" عمیر کی والدہ بھی دکھی لگ رہی تھیں اچانک اقعم قہقہہ لگائی کھڑی ہوئی اور

تالیاں بجانے لگی۔

"میں تو کب سے حیرت سے یہ ڈرامہ دیکھ رہی تھی، انتظار کر رہی تھی کلائمکس کا، مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے، آپ کو معصومیت کے نام پر بہت بڑا دھوکا ملا ہے، جس لڑکی کو معصوم سمجھ کر آپ یہاں رشتہ لے کر آئے ہیں اس کے تو اس گھر میں پہلے سے امیدوار موجود ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو اس رشتے کو اسپاسل کہہ رہا تھا کیونکہ اس کی نیت میں فتور ہے۔"

"بکواس بند کرو اپی۔" حذیفہ سے پہلے طالب کھڑا ہوا تھا غصے سے۔

"او" اس نے دوبارہ تالی بجائی۔

"یہ دوسرا تھا اور یہ زیادہ پاگل لگ رہا ہے اس کے پیچھے ایک نظارہ تو میں بھی دیکھ چکی ہوں۔"

"تم پاگل ہو گئی ہو۔" رخسانہ نے غصے سے اسے ٹوکا۔

"پاگل میں پہلے تھی اب تو ہوش میں آئی ہوں، آپ کو پتا ہے آپ کے پیٹھ پیچھے کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے منگنی مجھ سے کر کے یہ تعلقات اس لڑکی سے بنا رہا ہے جسے آپ لوگوں نے ترس کھا کر اپنے گھر میں جگہ دی وہ آپ کے ہی بیٹوں پر ڈورے ڈال رہی ہے، شریف لڑکی نہیں ہے یہ، بتاؤ کتنے پیسوں میں بیچا ہے خود کو۔"

طالب کی برداشت ختم ہوئی تھی یہاں اس نے اگلے ہی پل تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر صوفے پر گری تھی "طالب" سب گھبرا کر رہ گئے تھے۔

"اپنی گندی زبان سے مزید کوئی بکواس کی تو منہ توڑ دوں گا۔"

"آپا دیکھ لیں اپنے بیٹے کی حرکت۔"

"آپ دیکھیں اپنی بیٹی کی گندی زبان۔"

"غلط کیا کہا ہے کیا کر رہی تھی وہ تمہارے ساتھ۔"

"بیوی ہے وہ میری۔" وہ گرج کر بولا تو سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا جبکہ انابیہ کو لگنے والا جھٹکا سب سے شدید تھا۔ وہ آنکھوں میں حیرت لیے سامنے کھڑے طالب کو دیکھنے لگی جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو طالب۔" سب سے پہلے رخسانہ ہوش میں آئی تھیں۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں، بیوی ہے میری، انابیہ شمیم طالب۔" اب کے سب کی نظریں انابیہ کی طرف گھومی تھیں۔ وہ اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہو جبکہ وہ ارد گرد سے بے نیاز پلکیں جھپکائے بغیر طالب کو دیکھ رہی تھی اس کی دھڑکن جو بے تحاشا تیز تھی مدہم ہوتی جا رہی تھی۔ سانسیں رک رہی تھیں۔

"آپ کی بیٹی ہے، حذیفہ اور قاسم کی بہن ہے۔" وہ اب کلثوم کو بتا رہا تھا جن کی آنکھوں میں بے یقینی تھی شمسہ نے حیرت سے حذیفہ کو دیکھا۔ وہ اس کو لے کر آیا تھا مطلب وہ سب جانتا تھا۔

"یہ سب کب سے چل رہا ہے۔" شمسہ نے خود کلامی کی "بڑے افسوس کی بات ہے حذیفہ۔" انہوں نے افسوس سے حذیفہ کو دیکھا۔

"اتنے مہینوں سے تم تینوں مل کر ہمیں دھوکہ دے رہے ہو۔"

"پھوپھو ہم نے کسی کو دھوکا نہیں دیا، صرف میں جانتا تھا، بجائی اس کے بعد بھائی کو بھی پتا چل گیا۔ لیکن انابیہ کچھ بھی نہیں جانتی، یہ سب اس کے لیے بھی شاکنگ ہے۔" وہ سب پھر انابیہ کی طرف دیکھنے لگے وہ رو نہیں رہی تھی بس چہرہ کسی مردے کی طرح سفید پڑ گیا تھا۔ وہ بے اختیار اٹھی اور چلتے ہوئے طالب کے سامنے جا کر کھڑی ہوگئی۔

یہ وہ چہرہ تھا جسے وہ خوابوں میں تراشنے کی کوشش کرتی تھی، یہ ماں سے کیا وہ وعدہ تھا جسے ہر صورت میں نبھانا تھا، یہ انسان جو اس سے نفرت کرتا ہے یہ اس کا شوہر، اس کی محبت ہے۔

"انابیہ" اس کی کیفیت سمجھ کر طالب نے پیار سے اس کا گال سہلایا، اس کا سر بری طرح سے چکرا رہا تھا، یہ لمس اسے بہت کچھ یاد آیا تھا، اس کا سارا وجود کانپنے لگا تھا اسے لگ رہا تھا وہ زیادہ دیر اپنی ٹانگوں پر کھڑی نہیں رہ سکتی وہ بری طرح لڑکھڑائی تھی اس سے پہلے وہ گرتی طالب نے اسے تھاما اور اسے بے ہوش دیکھ کر وہ اسے بازوؤں میں اٹھائے باہر نکل

گیا۔ حذیفہ اس کے پیچھے بھاگا تھا جبکہ وہ سب اب بھی صدماتی کیفیت میں ساکت بیٹھے تھے۔

"میرا خیال ہے ہمیں چلنا چاہیے۔" عمیر کی والدہ نے ایک نظر سب پر ڈال کر عمیر سے کہا جو ہونٹ بھینچے صدمے کی کیفیت میں بیٹھا تھا۔

"چلو عمیر" کاشفہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ کسی کی طرف دیکھے بغیر تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کے پیچھے اس کی ماں اور بہن بھی نکل گئے تھے۔

اچانک فضیلہ کے اونچا اونچا رونے پر شمسہ نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا، وہ پہلے ہی اتنے پریشان تھے اور اس عورت نے اپنا ڈرامہ شروع کر دیا تھا۔

"آپ سب ملے ہوئے ہیں میرے سامنے ڈرامہ کر رہے ہیں، میں کیسے مان لوں کہ آپ کو پتا نہیں تھا کہ وہ آپ کی بہو ہے، اگر آج میری بیٹی آپ کے بیٹے کو رنگے ہاتھوں نہ پکڑتی تو ہم تو دھوکے میں ہی مارے جاتے، بلائیں طالب کو، پوچھیں ان سے وہ کیا چاہتا ہے۔"

"قاسم! حذیفہ اور طالب کو بلا کر لاؤ۔" قاسم جو ابھی تک حیران کم پریشان زیادہ تھا چونک کر ماں کو دیکھا اور سر ہلاتا باہر نکل گیا۔ دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے تھوک نگلا تھا اور ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا، طالب اور حذیفہ نے مڑ کر اسے دیکھا وہ شاید کسی بات پر بحث کر رہے تھے دونوں نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تو وہ گڑبڑا کر جلدی سے بولا۔

"بڑی مما آپ دونوں کو بلا رہی ہیں۔" کہنے کے بعد اس نے بیڈ پر لیٹی انابیہ کو دیکھا جس کی آنکھیں بند تھیں۔

☆☆☆

وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے ان کے سوالوں کے منتظر تھے۔

"حذیفہ کیوں کیا تم نے ایسا؟ کیوں جھوٹ بولا؟" کلثوم نے ماتھے پر بل ڈال کر حذیفہ کو دیکھا۔

"تم جانتے ہو۔ ہم اس کی ماں سے کتنی نفرت کرتے ہیں، کیا کیا تھا اس نے تمہارے باپ کے ساتھ، پہلے پیار کا ڈرامہ کیا۔ پھر چھپ کر نکاح کیا پھر قطرہ قطرہ تمہارے باپ کے وجود میں زہر اتارتی رہی اور پھر بیٹی پیدا ہونے پر کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی یہ اسی کی بیٹی ہے۔"

"وہ ارباز جیلانی کی بھی بیٹی ہے ممی! آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں اور اس کی پرورش عفت گل نے نہیں کی اس کی پرورش ایک نیک آدمی نے کی ہے، چار ماہ سے زیادہ ہو گیا ہے اسے ہمارے ساتھ رہتے کیا وہ آپ کو بری لگی ممی! آپ نے کہا تھا اسے دیکھ کر لگتا ہے جیسے میری بیٹی ہو تو ممی وہ آپ کی ہی بیٹی ہے، بے شک سوتیلی ہے، لیکن میرے لیے وہ میری بہن ہے بس بہن نہ سگی نہ سوتیلی، میں اسے کسی اور کے در پر بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتا تھا جبکہ میں جان چکا تھا کہ وہ میری بہن ہے، میرے بھائی کی بیوی ہے، ہمارے گھر کی عزت ہے، جہاں اس کی عزت کو خطرہ تھا تو اسے اس لیے چھوڑ دیتا کہ وہ عفت کی بیٹی ہے۔

مجھے بس اتنا یاد ہے، میرے باپ کو آخر تک اس کی تلاش تھی۔ اس کی فکر تھی۔ کبھی اس کو ملے بغیر اپنے بھتیجے کے نکاح میں دے دیا کیوں، صرف اس کی حفاظت کے پیش نظر وہ طالب بھائی سے زیادہ کسی اور پر اپنی بیٹی کے لیے بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ اگر میرا باپ اپنی بیٹی سے محبت کرتا تھا تو میں کیوں نہ کروں۔" جذبات میں اس کی آواز اونچی ہوتی جا رہی تھی۔

"اور طالب تم کیا کہتے ہو۔" کلثوم نے اب خاموش بیٹھے طالب سے پوچھا۔

"میری بیوی ہے وہ۔"

"اچھا" انعم پھر غصے سے اٹھی۔ "پہلے تو تم اس کا نام بھی سننا نہیں چاہتے تھے۔ آخر اچانک تمہیں بیوی یاد آ گئی۔"

"ہاں پہلے میں سنی سنائی باتوں کی وجہ سے نفرت کرتا تھا، پہلے میں نے اسے دیکھا نہیں تھا، سمجھا نہیں تھا، اب دیکھنے کے بعد تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں اسے چھوڑ دوں۔" اتنے سنجیدہ ماحول میں بھی طالب کی بات پر شمسہ، حذیفہ، نمین اور قاسم مسکرا دیے تھے۔

CS CamScanner

"وہ جو مجھ سے منگنی کی ہے اس کا کیا میں تمہیں ایسے نہیں چھوڑ سکتی۔"

"اچھا" وہ مسکرایا "نہ چھوڑو، لیکن میں انابیہ کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا میری بیوی وہی کہلائے گی تمہیں اگر دوسری عورت بننا ہے تو آئی ڈونٹ مائنڈ۔" وہ کندھے اچکا کر بولا۔ انعم کچھ دیر اسے غصے سے گھورتی رہی۔

"لعنت بھیجتی ہوں میں تم پر اور بیا پر، بھاڑ میں جاؤ تم اپنی انابیہ سمیت انعم ہما۔" وہ بدتمیزی سے بولی۔

"آج سے ہمارے رشتے ختم" انعم کی ماں جاتے جاتے بھی انہیں اچھا خاصا سنا کر گئی تھیں۔

انابیہ کو جب ہوش آیا تو وہ اپنے کمرے میں اپنے بیڈ پر تھی وہ جھٹکے سے اٹھی اس کا سر ابھی تک گھوم رہا تھا کیا جو ہوا وہ ایک خواب تھا یا حقیقت، وہ میرے سامنے تھا اس نے بے ساختہ اپنے بائیں گال کو چھوا۔ تبھی دروازہ دھیرے سے کھلا تھا۔ اس نے چونک کر سامنے دیکھا۔

"اٹھ گئی بیا۔" اندر آنے والی شمسہ تھیں۔ "یہاں کی عورتیں حفت گل سے نفرت کرتی ہیں۔"

حذیفہ کی آواز اس کے کان میں گونجی تو اس نے خوفزدہ ہو کر انہیں دیکھا۔

"مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ یہ جو گڑیا سی لڑکی ہے ہماری انابیہ ہے۔" انہوں نے اس کے قریب آ کر دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر ماتھے کو چوما تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"پھوپھو!"

"پھوپھو کی گڑیا۔" شمسہ نے اسے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ تبھی کلثوم رخسانہ قاسم اور تکین اندر آئے تھے۔

"نہیں بیٹا یوں نہیں روتے ہم جانتے ہیں ہماری بلاوجہ کی نفرت کی وجہ سے تمہیں اتنا کچھ برداشت کرنا پڑا، ہم گزرا وقت واپس تو نہیں لا سکتے، لیکن آنے والے وقت کو خوب صورت تو بنا سکتے ہیں۔" رخسانہ نے اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے کہا تو اس نے چور نظروں سے دور بیٹھی کلثوم کو دیکھا۔

کیا انہوں نے اسے قبول نہیں کیا کیا وہ اب بھی اس سے نفرت کرتی ہیں اس کی نظروں کے تعاقب میں سب نے کلثوم کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ شمسہ نے اس کا کندھا تھپتھپا کر اسے حوصلہ دیا تو وہ اٹھ کر ان کے سامنے کھڑی ہوئی اور پھر ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہیں۔

"مجھ سے ناراض ہیں۔" وہ ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر پوچھ رہی تھی تو انہوں نے آنسو ضبط کرتے سر نفی میں ہلایا۔

"میں آپ کو امی بول سکتی ہوں۔" یہاں کلثوم کی بس ہوئی تھی انہوں نے جھک کر اسے گلے لگا لیا تھا۔

"میں تمہاری امی ہی ہوں میری جان! تم میری بیٹی ہو، میری کلثوم جیلانی کی بیٹی انابیہ جیلانی۔" وہ بار بار اس کا چہرہ چوم رہی تھیں۔

"تمہاری بیٹی ہے لیکن اس کا نام انابیہ شہیر ہے ابھی تمہارا بیٹا بتا کر گیا ہے۔" شمسہ پھوپھو کے شرارتی انداز پر ہنس پڑے تھے۔

"بھائی کا فرسٹ نیم شہیر ہے، پر ہم سب ان کو پیار سے طالب کہتے ہیں یہ اس لیے بتا رہی ہوں کہ کہیں تم کنفیوژ نہ ہو جاؤ کہ میرا شوہر تو شہیر ہے تو یہ کیوں خود کو میرا شوہر کہہ رہا ہے۔" تکین کے مذاق پر سب ہنسنے لگے تھے لیکن وہ پرسکون انداز میں ان آغوش کی نرمی محسوس کر رہی تھی جس کے لمس کے لیے وہ ہمیشہ ترسی تھی۔ وہ سب سن رہی تھی۔ لیکن خاموش تھی تبھی دروازہ کھول کر حذیفہ اندر آیا تھا اور ماں اور بہن کو ایک دوسرے کے اتنے قریب دیکھ کر ایک سکون اپنے اندر اترتا محسوس کیا تھا۔

"بھائی شکر ہے ہماری بھی ایک بہن ہے پتا ہے مجھے یہ کمی کتنی محسوس ہوتی تھی جب اپنے دوستوں کی بہنوں کو دیکھتا تھا۔ کیسے بھائیوں کے آگے ڈھال بن کر کھڑی ہو جاتی تھیں اب میری بھی بہن ہے۔" قاسم محبت سے بیا کو دیکھ رہا تھا انابیہ نے سر اٹھا کر حذیفہ کو دیکھا۔

"بہت موڑ ایسے آئے جب دل نے کہا تمہیں

اپنے سینے سے لگا کر ساری پریشانیوں سے دور لے جاؤں۔ لیکن حق ہوتے ہوئے بھی مجبور تھا کیونکہ اپنی حقیقت نہیں بتا سکتا تھا اور مجھے پتا تھا میری بہن لاکھ مجھے عزت دے لیکن اپنے قریب آنے نہیں دے گی۔" وہ مسکرا کر بولا تو وہ ایک دم اٹھی اور روتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی۔

"میں نے اپنے بابا نہیں دیکھے لیکن اگر وہ ہوتے تو بالکل آپ کی طرح حذیفہ کی آنکھ سے آنسو نکل کر اس کے بالوں میں گرا تھا۔

"میرے لیے تم بہن نہیں میری بیٹی ہو۔" وہ اس کا سر چوم کر بولا۔ قاسم جلدی سے اٹھا اور دوسری سائیڈ سے اسے گلے لگا لیا۔ "دو بھائیوں کی اکلوتی بہن۔" تمکین کے کمنٹس پر وہ ہنس پڑے تھے۔

"عمیر کی والدہ کی عادت سے آپ واقف ہیں کل تک سارے سرکل میں یہ بات پھیل جائے گی۔ اس لیے جلد از جلد یہ بات اناؤنس کر دیں۔" حذیفہ نے سنجیدگی سے ماں اور چچی کو دیکھا۔

"جمعہ والے دن تمہارا اور تمکین کا نکاح رکھ لیتے ہیں۔ ساتھ ہی تم چاروں کی مہندی کی رسم کر لیں گے۔ ہفتہ کو بارات اور اتوار کو ولیمہ رکھ لیتے ہیں۔"

"یہ اتنی جلدی کیسے ہوگا۔" شمسہ نے پوچھا۔

"گھر کی بات ہے آپا ہو جائے گا۔"

"ایک کارڈ چھپوا کر وائس اپ کر دیتے ہیں اور میرے دوست کے پاپا کا ہوٹل ہے تینوں دن کی بکنگ ایزیلی ہو جائے گی۔"

"یہ طالب کہاں رہ گیا ہے بلواؤ اسے۔"

کلثوم کے کہنے پر حذیفہ کے سینے سے لگی انابیہ نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ڈر دیکھ کر حذیفہ مسکرایا تھا۔

"پیار کرتے ہیں تم سے۔" انابیہ نے منہ بسورا تھا: آپ کو نہیں پتا انہوں نے مجھے بہت تنگ کیا ہے میں بات نہیں کروں گی ان سے۔" وہ حق سے ناراضگی جتا رہی تھی حذیفہ نے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

"ٹھیک ہے نا بولنا میں تمہارا پیغام پہنچا دوں گا۔" وہ اب کچھ نہیں بولی تھی۔

☆☆☆

آدھا دن شاپنگ اور آدھا دن پارلر میں گزار کر وہ بے حد تھک گئی تھی۔ آتے ہی اس نے باتھ لیا جب وہ باہر آئی تمکین اس کے کمرے میں موجود تھی اور الماری سے اس کے کپڑے نکال رہی تھی لبنیٰ بھی اس کے ساتھ تھی۔

"یہ کہاں لے جا رہی ہو۔" "مما نے کہا ہے تمہارے سارے کپڑے بھائی کے روم میں سیٹ کروا دوں۔"

تمکین کے معروف انداز میں کہے جملے پر وہ ہونٹ چبانے لگی۔

"اور ہاں مما تمہیں بلا رہی تھیں۔"

اس نے ہنکارا بھرا اور دوپٹہ ٹھیک کرتی باہر نکل آئی۔

باہر قاسم اور اس کے دوستوں نے خوب رونق لگا رکھی تھی وہ دروازہ کھول کر اندر آئی تو پہلی نظر اس پر پڑی جو صوفے پر نیم دراز دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا تھا کیونکہ دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

"آؤ کیا یہ سیٹ دیکھو یہ سب تمہارے لیے ہیں یہ دو میں نے نئے بنوائے ہیں اور یہ تین میرے ہیں کیسے لگے تمہیں۔"

"بہت اچھے ہیں مما!" وہ دھیمی آواز میں بولی۔

"اور یہ لہنگا بھی آ گیا ہے، طالب نے پسند کیا ہے۔" اس نے بیڈ پر پھیلے ہیوی کام والے ڈیپ ریڈ اور گولڈن کام والے لہنگے کو دیکھا۔ اس کے چہرے کا رنگ پل میں بدلا تھا۔

"اگر تمہیں کچھ اور پسند ہے تو بتا دو ابھی چینج ہو سکتا ہے اور ولیمے کا کلر بھی بتا دو یا طالب کے ساتھ چلی جاؤ ویسے وہ لہنگا بھی وہ پسند کر چکا ہے۔" اب کے رخسانہ کی شرارتی مسکراتی آواز وہ دیکھے بغیر بھی محسوس کر سکتی تھی۔

"نہیں سب اچھے ہیں۔"

"چلو جیسے تم دونوں کی خوشی۔"

"میں جاؤں۔" وہ انہیں دیکھ کر بولی۔

"ہاں جاؤ آرام کرو پھر شام میں انہوں نے

کوئی نہ کوئی ہنگامہ کر کے رات بھر جاگنا ہے۔"
مصروف انداز میں بڑبڑاتے دیکھ وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔

ابھی کمرے میں داخل ہوئے اسے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ دروازہ کھلا اور اندر پھیلنے والی خوشبو سے اسے مڑنا نہیں پڑا اسے پتا چل گیا تھا آنے والا کون ہے، اپنے قریب اس کی موجودگی محسوس کر کے بھی وہ پلٹی نہیں، طالب نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف گھمایا تھا۔

"مجھ سے کس بات کی ناراضی ہے۔"

اس کے پوچھنے پر انابیہ کو جھٹکا لگا تھا اس نے کسی سے شکایت نہیں کی تھی سوائے حذیفہ کے تو کیا حذیفہ نے اسے بتایا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، شکوہ کرتی گھائل نظریں، طالب مسکرایا۔

"یار ایسے مت دیکھا کرو مجھے۔" انابیہ نے سر واپس جھکا لیا تو اسی طرح کندھوں سے پکڑے اس نے اسے پیچھے رکھے صوفے پر بیٹھا دیا۔

"جو بات بھی تمہارے دل میں ہے، میرے متعلق یا کسی سے بھی متعلق تم مجھ سے پوچھ سکتی ہو۔"
وہ کہتے ہوئے اس کے قریب نیچے زمین پر بیٹھ گیا۔

"پلیز آپ اوپر بیٹھیں۔" اس کی بے چینی پر طالب نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"میری جگہ انہی قدموں میں ہے۔" اس کے شرارتی انداز پر وہ اب پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی پھر وہ بھی صوفے سے اتر کر اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گئی۔
اس کی اس حرکت پر طالب اسے دیکھتا رہ گیا۔

"آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔" وہ جو اس کے منہ سے کچھ اور سننا چاہتا تھا اس کے سوال پر حیران ہوا۔
"تمہیں ایسا لگتا ہے۔" الٹا سوال آیا تھا۔

"آپ نے خود مجھ سے کہا تھا آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ اور کتنی بار آپ نے مجھے جتا بھی دیا تھا۔" طالب نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"انابیہ کچھ بھی [illegible] سوچنے سے پہلے میری بات سن لو۔ ہاں میں تم سے نفرت کرتا تھا۔" انابیہ نے شفقت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہاری ممی نے جو چاچو کے ساتھ کیا پتا نہیں تم جانتی ہو یا نہیں میں اب وہ بات دہرانا نہیں چاہتا وہ چلی گئیں اور تمہیں بھی لے گئیں۔ سالوں چاچو تم لوگوں کو ڈھونڈتے رہے، چاچو سب سے چھوٹے تھے ڈیڈی اور پھوپھو ہم سب کے بہت پیارے، انہیں دکھ میں دیکھ کر ہمیں تمہاری ممی سے نفرت محسوس ہوتی تھی پھر پتا چلا تم مل گئی ہو، چاچو بہت خوش تھے وہ اور ڈیڈی تمہیں لینے گئے میں نہیں جانتا وہاں کیا ہوا ڈیڈی نے مجھے کال کی میں اس وقت ایف ایس سی کر رہا تھا وہاں پہنچ کر مجھے پتا چلا میرا نکاح ہے۔

تم سے مجھے بہت غصہ آیا تھا نہ اس وقت میری ایج تھی شادی والی اور نہ مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ تھا مجھے پتا تھا میری ماں کو اچھا نہیں لگے گا۔ لیکن میں چاچو اور ڈیڈی کی وجہ سے مجبور ہو گیا تھا میں نے اس وقت تمہیں نہیں دیکھا تھا اور نہ مجھے ایسی کوئی خواہش تھی۔ گھر میں پتا چلنے پر اچھا خاصا ہنگامہ ہوا تھا۔ اس وقت مما نے صاف کہہ دیا تھا وہ بھی اس رشتے کو قبول نہیں کریں گی اور میں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا پھر ڈیڈی اور چاچو کی ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی اور وہ قصہ جیسے ماضی بن گیا۔" وہ کہہ کر رک گیا تھا۔

"پھر حذیفہ تمہیں ملا، مجھے پتا چلا حذیفہ کسی لڑکی میں انوالو ہو رہا ہے تو مجھے وہ لڑکی بہت بری لگی تھی، میں نے تمہیں ہاسپٹل میں دیکھا تھا اپنی بے پناہ خوب صورتی کے باوجود تم مجھے بہت بری لگی تھی، مجھے لگا تم اپنی خوب صورتی سے میرے بھائی کو الجھا رہی ہو۔ کیونکہ حذیفہ کی ایسی نیچر نہیں تھی وہ آؤٹ آف دا وے جا کر تمہاری اور تمہارے بابا کی مدد کر رہا تھا۔

وہ سچ جانتا تھا میں نہیں اس لیے غلط فہمی ہو گئی پھر وہ میرے منع کرنے کے باوجود تمہیں گھر لے آیا۔ اپنی عادت کی وجہ سے جلد ہی تم اس گھر کا حصہ بن گئی لیکن مجھے تم پر شک تھا۔ اس لیے میں تم سے مس بی ہیو کرتا تھا، پھر حذیفہ نے نگین کو بتایا، تمہارا نکاح ہو چکا ہے اور تم اپنے شوہر کو ڈھونڈ رہی ہو۔ میں تمہارے نکاح پہ چونکا

NOVELS KA JAHAN

تھا۔ اس لیے میں نے تمہارے سامان کی تلاشی لی اور وہیں مجھے ہمارا نکاح نامہ ملا۔ اس میں تمہاری اور تمہاری ممی کی تصویریں بھی تھیں۔ میں نے تمہیں پہچان لیا تھا۔ تم نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ تمہیں میرا اصل نام پتا نہیں تھا دوسرا تم نے بھی پہلے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

وہ مسکرا رہا تھا لیکن وہ سنجیدگی سے اسے دیکھ اور سن رہی تھی۔

"آپ نے تب بھی مجھ پر الزام لگایا تھا کہ میں نے ڈاکٹر عمیر کو امید دی ہے۔ آپ سب جانتے تھے پھر بھی ایسا بولا اور کیسے آپ مجھے تنگ کرتے رہے ہیں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

تنگ نہیں کر رہا تھا پیار کر رہا تھا۔ بیوی ہو تم میری اور بیوی کو پیار کیا جاتا ہے۔

تمہاری اتنی محبت مجھے مغرور بنا دیتی ہے۔" طالب نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"میں تمہاری ممی اور تمہارے بابا کا احسان مند ہوں جنہوں نے میری محبت کے سوا تمہیں اور کچھ نہیں سکھایا اب اتنی محبت کرتی ہو تو تمہیں لے کر میں بھی پوزیسو ہو چکا ہوں میں کسی اور کی طرف تمہاری ذرا سی توجہ برداشت نہیں کر سکوں گا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا مجھے بس اتنا پتا تھا کہ میرا پورا دنیا میں ایک ہی رشتہ ہے جو میرا سب کچھ ہے جس کا مجھے آخری سانس تک انتظار کرنا ہے، آپ کی وجہ سے مجھے سارے رشتے ملے ہیں مجھے تو پتا ہی نہیں تھا، میری ماں بھی ہے دو پیارے بھائی ہیں، کزن ہے پھوپھو ہیں، تائی ہیں۔" وہ بول رہی تھی اور طالب اس کو دیکھے جا رہا تھا حذیفہ بھائی مجھے بالکل بابا کی طرح لگتے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں یہاں نہ ہوتی بلکہ شاید اپنی جان عزت بچانے کے لیے مر گئی ہوتی۔" اس کی بات پر طالب نے غصے سے اسے دیکھا۔

"فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس غفران کا جو میں نے حال کروایا ہے تمہارے سامنے آنا تو دور کی بات کبھی تمہارا نام زبان پر نہیں لائے گا۔"

انابیہ ایک بار پھر حیران ہوئی وہ اس کی ادھوری بات سے بھی اس کے اندر کی بات جان گیا تھا۔

"خیر میرے ہوتے تمہیں کبھی بھی کسی بات کو لے کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تم بس وہی کرو جو تمہارا کام ہے۔" طالب کے کہنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی "مجھ سے محبت۔" اس نے کہہ کر دوبارہ اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

اس سے پہلے وہ اس سے الگ ہوتی دروازہ دھڑ سے کھلا اور قاسم اندر داخل ہوا۔

"اوسوری سوری میں نے کچھ نہیں دیکھا۔" اس نے فوراً آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رخ گھمایا انابیہ تیزی سے اس سے الگ ہوئی۔ تو طالب نے ایک نظر اسے دیکھ کر قاسم کو دیکھا۔

"اوور ایکٹنگ بند کرو چھوٹو۔" قاسم نے دھیرے سے سر گھمایا اور پھر پیچھے دیکھ کر گہرا سانس لیا۔

"تمہیں نہیں لگتا تمہیں ناک کر کے آنا چاہیے تھا۔"

"مجھے کیا پتا تھا آپ یہاں تھے ورنہ میں آتا ہی نہیں اب تو جب بھی آپ بیا کے ساتھ ہوں مجھے تو ڈر لگتا ہے پتا نہیں کون سا سین دیکھنے کو مل جائے۔" وہ بیا کے سرخ چہرے کو دیکھتے شوخ لہجے میں بولا۔

"کون سا سین دیکھ لیا تم نے۔" طالب نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

"وہ تو میں سب کو جا کرتا تا ہوں۔"

"قاسم رکو۔" طالب اس کے پیچھے بھاگا تھا اب باہر سے اس کے بچاؤ بچاؤ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ انابیہ بھی مسکراتی ہوئی باہر نکلی جہاں سے گانے کے ساتھ اب ڈھولکی کی بھی آواز آ رہی تھی جو ماحول کو سحر انگیز بنا رہی تھیں۔ وہ اللہ کی بے حد احسان مند تھی جس نے اسے ثابت قدم رکھا ہر موڑ پر ہر طرح کے حالات میں بھی تو وہ خود پر سے عفت گل ایک بے وفا عورت کی بیٹی کا ٹیگ اتار پائی تھی۔ وہ اپنے شوہر سے نہ صرف باوفا تھی بلکہ محبت کرتی تھی اور یہ محبت یک طرفہ نہیں تھی اسی لیے اسے یقین تھا آنے والی زندگی بے حد خوب صورت ہونے والی ہے۔

☆☆